١٣٠٠هـ

الزلال الأنقى

من بحر سبقة الأتقى

شيخ الإسلام إمام أهل السنة والجماعة العلامة المجدد

الإمام أحمد رضا خان الحنفي القادري البريلوي

١٢٧٢ - ١٣٤٠هـ

RIDAWI رضا PRESS

رسالہ نمبر	۱۸۵	فتاوی رضویہ کی جلد جس میں یہ رسالہ موجود ہے	۲۸

ضروري نوٹ

فتاوی رضویہ شریف کا دوسرا ایڈیشن علامہ مفتی عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگرد رشید علامہ حافظ عبد الستار سعیدی حفظہ اللہ تعالی کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن لاہور نے 30 ضخیم جلدوں میں شائع کیا تھا جس میں اعلیحضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کے 206 رسائل بھی شامل کر دئے گئے تھے۔ اس مطبوعہ فتاوی کا مصورۃ یعنی ڈیجیٹل Digital نسخہ (PDF) بھی بعض حضرات کی کاوشوں سے انٹرنیٹ پر فراہم کر دیا گیا ہے۔ اسی PDF سے یہ رسالہ ماخوذ ہے اور رضوی پریس نے محض اخراج کا کام کیا ہے۔ اللہ تعالی ان تمام علماء کرام اور ان کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے جن کی انتھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ فتاوی رضویہ کا جدید ایڈیشن منظر عام پر آیا۔ دعاؤں کے حقدار وہ حضرات بھی ہیں جن کے مساعی جمیلہ کے سبب فتاوی مبارکہ کے (PDF) تک ہر خاص و عام کی رسائی ہوئی جزاھم اللہ احسن الجزاء

RIDAWI
رضا
PRESS

www.alahazratnetwork.org

رسالہ

الزلال الانقٰی من بحر سبقۃ الاتقٰی

۱۳ھ

(سب (اُمتیوں سے) بڑے پرہیزگار کی سبقت کے دریا سے صاف ستھرا میٹھا پانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال تعالٰی وابتغوا الیہ الوسیلۃ[1] احمد رضا نقی علی رضا علی طیب ذکی بان یفضل الشیخین والضجیعین الجلیلین والامیرین الوزیرین فی درجات

اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اور اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ پاک برتر نبی (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وصحبہ وسلم) کی رضائے احمد (سب سے زیادہ سراہی ہوئی رضامندی) پسندیدہ برتر پاک ستھرے کے لئے ہے جو شیخین گرامی مرتبت مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۵/۳۵

www.alahazratnetwork.org

علیہ علیہ فباح بہ وافصح وبینہ واوضح، ولوح بہ وصرح نادیا الیہ لسانہ وطیبا بہ جنانہ۔

علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں لیٹنے والے دونوں امیروں اور وزیروں کی درجاتِ بلند و بالا میں فضیلت مانتا ہے تو اس کو خوب واضح اور ظاہر کیا ہے اور اس کو مبین اور روشن کیا ہے اور اس کی تلویح و تصریح کی اس طرح کہ اس کی زبان اس عقیدہ کی طرف بلاتی اور اس کا دل اس پر خوش ہے۔

اذ لم تکن بحمد اللہ من الکبر وحب الجاہ ذرۃ لدیہ اصفہ وصفا اجد بہ رشفا من بحر نعت مصطفی کانت لہ الجلائل وزانت بہ الفضائل وازدانت لہ المفاضل فیہ کان بدؤھا والیہ کان فیئھا فلا تنتہی الا الیہ ولا تنتھی الا الیہ انعتہ بمحامد تکون لی مصاعد الی ذروۃ حمد واحد لہ الحمد کلہ دقہ وجلہ وکثرہ وقلہ واولہ وآخرہ وباطنہ وظاھرہ یرفع من یشاء ویضع اذ میزان الفضل بیدیہ قولی ھذا اقول وفی میدان الحمد اجول۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قال تعالٰی ولہ الحمد فی الاولٰی والاٰخرۃ[1]، والحمد للہ

اس لئے کہ بحمد اللہ تکبر و محبت جاہ سے کوئی ذرہ اس کے پاس نہیں، میں اس کی ایسی تعریف کروں جس سے اس مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے بحر نعت کے قطرے لوں جس کے لئے بزرگیاں ہیں اور فضیلتیں اس سے مزین ہیں اور عظیم نعمتیں اس کی مطیع، تو اسی سے ان کا آغاز اور انتہی کی طرف ان کی رجوع تو اسی کی طرف منسوب ہوں اور اسی کی طرف منتہی ہوں میں اوصافِ حمیدہ سے اس کی تعریف بیان کرتا ہوں جو حمد یکتا کی بلندی تک پہنچنے کے لئے میرا زینہ بنیں۔ سب تعریفیں اسی کو سزاوار تھوڑی اور بہت اول و آخر ظاہر و باطن جس کو چاہے بلند فرمائے اور جس کو چاہے پست کرے اس لئے کہ فضل کی ترازو اس کے دستِ قدرت میں ہے، میں اپنی یہ بات کہہ کر میدانِ حمد میں جولان کروں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے: اللہ ہی کے لئے حمد ہے دنیا و آخرت میں سب تعریفیں اللہ

[1] القرآن الکریم ۲۸/۷۰

www.alahazratnetwork.org

رب العٰلمین حمدا منیعا علی ان فضل نبینا علی العٰلمین جمیعًا واقامہ یوم القیٰمۃ للمذنبین شفیعا، وحبا کل من راٰہ ولو لحظۃ من بعید فضلاً وسیعًا، ووعد من وقع فی واحد من الصحابۃ حمیمًا وضریعًا، واختار منھم الاربعۃ الکرام عناصر الاسلام و ائمۃ الانام اختیارًا بدیعًا، وبنی ترتیب الخلافۃ علٰی ترتیب الفضیلۃ وغلط من عکس غلطًا شنیعًا، فصلی اللہ وسلّم وبارك وترحم علی حبیب القلوب وطبیب الذنوب و اٰلہ الاطھار وصحبہ الاخیار انہ کان بصیرًا سمیعًا، صلوٰۃ اعظام یتلوھا سلام و سلام اکرام تعقبہ صلوٰۃ وتشیع کلا برکۃ وزکوٰۃ الی الابد تشییعا، واشھد ان الاٰلہ سیدہ ومولاہ ما اعظمہ واعلاہ واکبرہ واجلہ وحدہٗ لاشریك لہ الٰھا رفیعا، وان محمدًا عبدہ ورسولہ ورحمتہ ورفدہ، اجملہ واکملہ، وبدین الحق ارسلہ لیمحو

کے لئے جو پروردگار ہے سب جہانوں کا، اللہ کے لئے حمد بلند ہے اس پر کہ اس نے ہمارے نبی (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کو سب جہانوں پر فضیلت دی اور انھیں قیامت کے دن گنہگاروں کا شفیع مقرر کیا۔ اور ہر مسلمان کو جس نے انھیں ایک لحظہ دُور سے بھی دیکھا وسیع فضل دیا اور ان کے صحابیوں کے بدگویوں کو جہنم کے گرم پانی اور آگ کے کانٹوں کی غذا کی وعید سنائی اور ان صحابہ سے چار بزرگوں کا کہ اسلام کے عناصر اور مخلوق کے امام ہیں بے مثال انتخاب کیا اور خلافت کی ترتیب فضیلت کی ترتیب پر رکھی اور جس نے ترتیب اُلٹی اس نے بری غلطی کی، تو اللہ صلوٰۃ وسلام بھیجے اور رحمت وبرکت اتارے دلوں کے پیارے اور گناہوں کے چارہ ساز اور اُن کی آل پاک اور نیک صحابہ پر، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے، عظمت کا درود جس کے پیچھے سلام چلے اور تکریم کا سلام جس کے پیچھے درود آئے، اور دونوں کو برکت وافزائش ہمیشہ کے لئے قوت دے، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک ان کا خدا ان کا آقا ومولٰی کس قدر بلند وبرتر اور بالا و اعلٰی ہے، یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، عظمت والا معبود ہے، اور بیشک محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) اس کے خاص بندے اور اللہ کے رسول ہیں اور اس کی رحمت اور اس کی عطا ہیں۔ اللہ نے انھیں سچے دین کے

www.alahazratnetwork.org

کل علۃ ویعلو الدین کلہ علوا سریعًا۔

وبعد فھٰذہ ان شاء اللہ منحۃ عالیۃ و سلعۃ غالیۃ و رحمۃ ربانیۃ لا نزغۃ شیطانیۃ، واوراق ان رأیت قلیلۃ، وان وعیت جلیلۃ، اذا قرات ھانت، واذا فھمت لانت، وان انصفت زانت، وان تعسفت بانت، وجنات عالیۃ قطوفھا دانیۃ[1]، فیھا سرر مرفوعۃ و اکواب موضوعۃ، ونمارق مصفوفۃ، و زرابی مبثوثۃ[2]۔ قبولھا القبول من قبل الفحول، و زینتھا الرد من اھل الحسد فیھا من کل الثمرات، وجنا الجنات عنب التحقیق ورطب التدقیق، وجوز الحقائق و لوز الدقائق توتی الفریقین اکلھا مرتین مرۃ عسلا لارباب السنن، و اخری ثمالا[عہ] لاصحاب الفتن فیھا عیون حکمۃ تسمی سلسبیلا، فان شئت ریا فقم سل سبیلا، ماءھا صاف و شاف و کاف

ساتھ بھیجا تاکہ وہ ہر خرابی مٹائیں اور سب دینوں پر جلد غالب آئیں۔

بعد حمد وصلوٰۃ ان شاء اللہ یہ گراں قدر عطا اور بیش بہا متاع اور ربانی رحمت ہے نہ کہ شیطانی وسوسہ، اور یہ اوراق دیکھو تو تھوڑے ہیں اور انھیں یاد کرلو تو گرانقدر ہیں اور پڑھو تو آسان اور سمجھو تو سہل، اور انصاف کرو تو سنواریں اور تعصب برتو تو جدا رہیں، اور یہ جنات عالیہ ہیں جن کے خوشے جھکے ہوئے ہیں اُن میں اونچے تخت ہیں اور چُنے ہوئے کوزے اور قالین بچھے ہوئے اور چاندنیاں ہیں پھیلی ہوئی، اس کی ضیا فضلا کو مقبول و منظور اور اس کی زینت یہ ہے کہ اہلِ حسد اسے قبول نہ کریں۔ اس میں سب باغوں کے ہر قسم کے پھل ہیں۔ تحقیق کے انگور اور تدقیق کی تر و تازہ کھجور اور حقائق کے ناریل اور دقائق کے بادام، یہ اپنے پھل دو بار دیتی ہے ایک بار سُنیوں کے لئے ایسا پھل جو شہد کی طرح میٹھا ہو، اور دوسری بار گمراہوں کے لئے ایسا پھل جو اُن کے لئے مہلک زہر ہو۔ اس میں حکمت کے چشمے ہیں جن کا سلسبیل نام، اگر تو سیرابی چاہتا ہے تو اُٹھ راستہ تلاش کر، اس کا پانی صاف اور شافی اور کافی پینے والے

عہ بضم الثاء السم المنقع کذا فی المعجم الوسیط۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۹/ ۲۲ و ۲۳

[2] " " ۸۸/ ۱۳ تا ۱۶

www.alahazratnetwork.org

هُلَّاهِلُ[1] مرٍ لمن یستقیه وهلهل[2] مرٍ لمن یتقیه فیالها من جنة فی ظلها جنة للانس والجنة من شمس الافتتان وحریق المراء اصلها ثابت وفرعها فی السماء تولی سقی اشجارها وفتق انهارها واجتناء ثمارها عبده الکل علیه والمفتاق فی کل امر الیه عبد المصطفیٰ الشهیر باحمد رضا المحمدی دیناً والسنی یقیناً والحنفی مذهباً والقادری منتسباً والبرکاتی مشرباً والبریلوی مسکناً والمدفنی البقیعی ان شاء اللہ مدفناً فالعدنی الفردوسی برحمة اللہ موطناً، کان اللہ له وحقق امله واصلح عمله و جعل اُخراه خیرا من اولاه ابن الامام الهمام والفاضل الطمطام والبحر الطام والبدر التام، حامی السنن وماحی الفتن، ذی تصانیف رائقة وتوالیف

کے لئے بہت کثیر اور ستھرا جس سے وہ سیراب ہوجائیں اور جو اس سے بچے اس کیلئے زہر قاتل ہے کہ اس کو ہلاک کردے، تو یہ کیسی جنت ہے جس کے سایہ میں انسانوں اور جنوں کیلئے گمراہی کی دھوپ اور آتشِ جدل (ہٹ دھرمی) سے امان ہے، اس کی جڑ جمی ہوئی اور اسکی شاخیں آسمان میں، اس کے درختوں کی آبیاری اور اسکے پھول کھلانے اور پھل چننے کا کام اللہ کے محتاج بندے سرانجام دیتے ہیں، اور ہر کام میں اس کے فقیر بندے عبد المصطفیٰ عرف احمد رضا، جو دین کے اعتبار سے محمدی ہے اور عقیدہ کے اعتبار سے سُنّی اور مذہباً حنفی ہے اور قادری انتساب ہے اور ارادۃً برکاتی اور مسکناً بریلوی اور مدفن کے لحاظ سے ان شاء اللہ مدینہ والا بقیع پاک والا اور اللہ کی رحمت سے مقام ابدی کے لحاظ سے بہشتی فردوسی نے خود انجام دیا اللہ اس کا ہو اور اُس کی اُمید بر لائے اور اس کے عمل نیک کرے اور اس کی عاقبت اس کی دُنیا سے بہتر فرمائے (احمد رضا) ابن امام ہمام فاضلِ عظیم، دریائے موجزن و ماہِ تمام، حامیِ سنت، ماحیِ بدعت، صاحبِ تصانیف پسندیدہ و تالیف

---

[1] بضم الهاء الماء الکثیر الصافی المعجم الوسیط۔

[2] الهلهل، السم القتال، المعجم الوسیط۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/۲۴

www.alahazratnetwork.org

فایقة شریفة منیفة لطیفة نظیفة بقیة السلف، حجة الخلف، ناصح الامة، کاشف الغمة، حامی حمی الرسالة عن کید اهل الضلالة، ومما قلت فی بابه معتذرًا الی جنابه ؎

فوالله لم یبلغ ثنائی کماله
ولکن عجزی خیر مدحی لماله
فذا البحر لولا ان للبحر ساحلا
وذا البدر لولا البدر یخشی مآله

سیدی ومولائی وسندی ومأوای العالم العلم علامة العالم مولانا المولوی محمد نقی علی خان القادری البرکاتی الاحمدی الرسولی رضی الله تعالٰی عنه وارضاه بالنضرة والسرور لقاء ابن العارف العریف السید الغطریف شمس التقی بدر النقی نجم الهدٰی علامة الورٰی ذی البرکات المتکاثرة والکرامات المتواترة والترقیات الرفیعة والتنزلات البدیعة، وقلت فی شانه راجیا لاحسانه ؎

اذا لم یکن فضل فما النفع بالنسب
وهل یصطفی خبث وان کان من ذهب
ولکننی ارجو الرضا منك یا رضا
وانت علی فازولی عالی الرتب

فاضلہ وبلند رتبہ ولطیفہ صافیہ بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، ناصح امت، دافع کربت، نگہبان حدودِ رسالت از مکر اہل ضلالت، اور میں نے ان کے باب میں ان کی جناب میں معذرت کے طور پر عرض کیا ہے ؎

اس کے کمال تک نہ پہنچا مرا بیاں
پر بہترین مدحت ہے عجز کی زباں
ساحل اگر نہ ہو تو وہ بحرِ بیکراں
کھٹکا نہ ہو غروب کا تو بدر ہر زماں

سیدی ومولائی وسندی وملجائی، کوہِ علم، علامہ عالم، مولانا مولوی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی احمدی رسولی، اللہ ان سے راضی ہو اور انھیں راضی کرے اور انھیں تازگی وفرحت دے۔ ابن عارف مدبر سید وسردار کریم شمس تقوی ماہ تمام تقدس نجم ہدایت علامہ خلقت صاحب برکاتِ کثیرہ وکراماتِ مستمرہ ودرجاتِ عالیہ ومنازل بدیعہ میں نے ان کی شان میں اُن کے انعام کا اُمیدوار ہوکر کہا ؎

معدوم ہو کرم تو کس کام کا نسب
زر کا بھی میل ہو تو مقبول ہو وہ کب
لیکن امیدوار رضا تجھ سے ہوں رضا
اور تو علی ہے مجھ کو دے عالی قدر رتب

www.alahazratnetwork.org

حصنی وحرزی و ذخری وکنزی ذی القدر السنی والفخر السمی مولانا المولوی محمد رضا علی خان النقشبندی قدس اللہ سرہ وافاض علینا برہ آمین یا رب العلمین، حملنی علی تصنیفہا واحسان تالیفہا باحصان ترصیفہا ما رأیت ان قد زاغت اقدام وزلت اقوام وضلت افہام عما رفعت لہ الرایات الی ارفع الغایات، واشمخ النہایات من توافر الآیات و تظافر الاخبار وتواتر الآثار من العترۃ الاطہار والصحابۃ الکبار والاولیاء الاخیار والعلماء الابرار من تفضیل الشیخین علی ابی الحسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم، وجعلنا لہم ومنہم حتی بلغنی ان بعض من قادۃ النحمین والظن غیر امین الی اقتداء العین فی ازدراء الثمین واجتباء المہین تعلق بشکوک سخیفۃ لا لطیفۃ ولا نظیفۃ وانما ہی کطعام من ضریع لا یسمن ولا یغنی من جوع، فیما توافق علیہ سادۃ النقی وقادۃ التقی

میری حرزِ جان اور میری امان اور میرے کنز و ذخیرہ صاحبِ قدر علی و فخر گرامی مولانا مولوی محمد رضا علی خاں نقشبندی اللہ ان کا باطن منزہ فرمائے اور ہم پر اُن کا فیض جاری فرمائے، آمین یارب العلمین! مجھے اس کتاب کی تصنیف اور اس کی تالیف خوب اور اس کی ترتیب کو محکم کرنے پر اس امر نے اکسایا جو میں نے دیکھا کہ کچھ لوگ منحرف ہوئے اور کچھ قدم پھسلے اور کچھ ذہن اس سے گمراہ ہوئے جس کے لئے نہایت بلندی تک علم بلند کئے گئے آیات، اخبار اور آثار کی کثرت سے اور اس پر صحابہ کبار، اہل بیتِ اطہار، پیشوایانِ اخیار اور علماء ابرار کا اجماع ہو چکا یعنی شیخین ابوبکر و عمر کی فضیلت ابوالحسنین علی پر، اللہ ہمیں ان کے لئے کرے اور انھیں میں ہمیں رکھے یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ جن لوگوں کو ظن نے کھینچا اور ظن امین نہیں اندھوں کی اقتداء اور قیمتی چیز کی تحقیر اور ذلیل چیز کے انتخاب کی طرف وہی شبہات کہ نہ لطیف ہیں نہ نظیف ستھرے، بلکہ آگ کے کانٹوں کی غذا کی طرح ہیں کہ نہ فربہ کریں نہ بھوک سے بے نیاز کریں کا سہارا اس میں لیتا ہے جس پر سرداران تقدس و تقوٰی کا اتفاق ہے یعنی

ع۱ یعنی عقیدہ صحیحہ موافق اہلسنت وجماعت ع۲ یعنی گمراہی

۱؎ القرآن الکریم ۸۸/ ۶ و ۷

www.alahazratnetwork.org

من الاحتجاج بکریمۃ "و سیجنبہا الاتقی"[1] وقام بعرضہا کلہا او بعضہا احد المتدخلین فی عداد الاذکیاء علی بعض العصریین من النبلاء، و لم اعلم الام دارت رحی التقریر، وعلی أی شق برك البعیر، فاشتد ذٰلك علیّ وعظم امرہ لدی فاستخرت اللہ تعالٰی فی عمل کتاب یبین الجواب عن کل ارتیاب و یکشف النقاب عن وجہ الصواب، مع اطلاعی علی قصور باعی وقصر ذراعی، وعدم الظفر من اسفار التفاسیر الا بشئ نزر یسیر و لو لا الاما اقاسیہ من ہجوم ہموم و عموم غموم و تباعد اغراض و توارد اعراض، وما لا محیص عنہ لمسلم من ایذاء موذ وایلام مولم کما اخبر النبی الاکرم صلی اللہ علیہ وسلم بید أن الفقیر العانی عاین عین اعیان المعانی تفیض علیّ فیضا مدرارا و تشج الی ثجا کبار أفقوی ظنی ان صاحب التوفیق سیقوی الضعیف علی ما یطیق فاختلست الفرصۃ

کریمہ وسیجنبہا الاتقی سے فضیلتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر حجت قائم کرنا اور ان شبہات کو ایک شخص نے جو اذکیاء کے شمار میں دخیل ہونا چاہتا ہے، فضلاء میں سے ایک ہمعصر پر پیش کیا اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ تقریر مدعی کی ہو چکی کب تک چلی اور اونٹ کس کروٹ بیٹھا تو یہ مجھے دشوار گزرا اور اس کا معاملہ میرے نزدیک بڑا ہو گیا تو میں نے اللہ سے استخارہ کیا ایک کتاب کی تصنیف میں جو ہر شبہہ کا روشن جواب دے اور صواب کے چہرے سے نقاب اُٹھا دے باوجودیکہ میں اپنے قصور طاقت اور بساط کی قلت اور کتبِ تفاسیر سے بہت تھوڑا میسر ہونے سے واقف ہوں اور اگر سوائے اندوہ وغم کے ہجوم اور اغراض کی دوری اور امراض کے ورود پیہم کے اور موذی کی ایذا جس سے کسی مسلم کو چھٹکارا نہیں جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی، کچھ نہ ہو تو اس کام سے یہی مانع ہوتا مگر اس فقیر ذلیل نے دیکھا کہ معانی نفیسہ کا چشمہ اس کے قلب پر سراٹے سے اُبل رہا ہے اور وہ بڑی مقدار میں اس کی طرف بہہ کر آ رہے ہیں تو میرا گمان غالب ہوا کہ مالکِ توفیق (خدا) اس ضعیف کو اس کی قوت دے گا جس کی اسے قدرت نہیں

[1] القرآن الکریم ۹۲/۱۷

www.alahazratnetwork.org

خمسة ایام من آخر الشهر المبارك ذی الحجة الحرام حتی جاءت بحمد الله کما تری تروق الناظر و تجلو البصائر کاشفة عن وجوہ غوانی من حسان معانی لم تقرع الآذان، ونفائس تحقیق و عرائس تدقیق لم یطمثهن قبلی انس ولاجان فان صدق ظنی فکل ما فیه غیر ما انمیه مما سمح به فکری الفاتر، وادی الیه نظری القاصر، والانسان کما تعلم مساوق الخطاء والنسیان، فما کان صوابا فمن الله الرحمان، وانا ارجوا لله سبحٰنه فیه، وما کان خطأ فمنی ومن الشیطان وانا ابرئ الی الله عن مساویه، ویأبی الله العصمة فی کل معنی وکلمة الا لکتابه الاعظم وکلام رسوله الاکرم صلی الله تعالٰی علیه وسلم، ولما کان فض ختامها وطلوع بدر تمامها للیلة بقیت من المائة الثالثة عشر من سنی هجرة سید البشر علیه من الصلوات

تو میں نے ماہِ مبارک ذوالحجۃ الحرام سے آخری پانچ دن کی فرصت لی یہاں تک کہ یہ کتاب بحمد اللہ ایسی ظاہر ہوئی جیسی کہ تم دیکھتے ہو جو دیکھنے والے کو خوش کرتی، بصیرتوں کو جلا بخشتی ہے، اور ایسے خوشتر معانی (جو کانوں سے نہ ٹکرائے) سے پردے ہٹاتی ہے جو خوبانِ بے نیاز آرائش کے چہرے ہیں اور تحقیق کی نفیس صورتیں اور تدقیق کی دُلہنیں ہیں جنھیں مجھ سے پہلے کسی آدمی نے چھوا نہ کسی جن نے، تو اگر میرا گمان سچا ہو تو سوائے اس کے جس کی میں کسی کی طرف نسبت کروں اس میں جو کچھ ہے وہ میری فکر قاصر کی دین ہے اور اس تک میری کوتاہ نظر پہنچی ہے اور انسان جیسا کہ تم جانتے ہو خطاء و نسیان کے ساتھ چلتا ہے، تو جو درست ہو وہ خدائے رحمان کی طرف سے ہے، اور میں اس کے سبب اللہ سے امیدوارِ ثواب ہوں، اور جو خطا ہو تو وہ میری اور شیطان کی جانب سے ہے اور میں اللہ کی طرف اس کی بدیوں سے برأت کرتا ہوں، اور اللہ ہر معنی اور ہر کلمہ میں عصمت (خطا سے محفوظ ہونا) اپنی کتاب معظم اور اپنے رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام کے سوا کسی کے لئے نہیں چاہتا، اور جب اس رسالہ کی مہر اختتام کی شکست اور اس کے تمام کا ماہِ تمام اس ایک رات میں طلوع ہوا جو سید البشر کی ہجرت کے سالوں میں سے تیرھویں صدی میں باقی تھی ان پر درودوں

www.alahazratnetwork.org

انماھا ومن التحیات انکاھا ناسب ان اسمیھا "الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی" لیکون العلم علما علی العام واللہ تعالٰی ولی الانعام، وھو الخامس عشر من تصانیفی فی علوم الدین نفعنی اللہ تعالٰی بھا و سائر المسلمین وجعلھا نورا بین یدی و حجۃ لی لاعلی، انہ علٰی ما یشاء قدیر و بالاجابۃ جدیر وحسبنا اللہ و نعم الوکیل، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

میں سب درودوں سے بڑھتا درود اور تحیات میں سب سے فزوں تحیت ہو مناسب ہے کہ اس کا نام الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی رکھوں تاکہ نام سالِ تصنیف کی نشانی ہوجائے اور اللہ تعالٰی ہی ولیِ نعمت ہے اور یہ میری تصانیف سے پندرہویں تصنیف ہے علومِ دین میں، اللہ تعالٰی مجھے اور باقی مسلمانوں کو اس سے نفع بخشے، اور اللہ تعالٰی اسے میرے مابعد کیلئے نور بنائے اور میرے حق میں حجت نہ میرے خلاف، وہ جو چاہے کرسکتا ہے، اور قبولِ دعا اُسی کو سزاوار ہے، اور اللہ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، اور بدی سے پھرنا اور نیکی کی طاقت اللہ علو وعظمت والے ہی سے ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ؕ

قال ربنا تبارک و تعالٰی "یاایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر وانثٰی وجعلنٰکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر[1]" اراد اللہ سبحٰنہ وتعالٰی رد ما کانت علیہ الجاھلیۃ من التفاخر بالاٰباء و الطعن فی الانساب و تعلی النسب علٰی

ہمارا رب تبارک و تعالٰی فرماتا ہے "اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمھیں شاخیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو، بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے" (ترجمہ رضویہ) اللہ تعالٰی کی مراد اس طور کا رد ہے جس پر اہلِ جاہلیت چلتے تھے کہ باپ دادا پر فخر کرتے اور دوسروں کے نسب پر طعنہ زن ہوتے

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

غیرہ من الناس حتی کانہ عبد لہ اوا ذل، وکان بدء ھذہ النزعۃ اللئیمۃ من الذلیل الخسیس عدو اللہ ابلیس اذ قال "انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین[1]" فرد اللہ سبحٰنہ وتعالٰی علیھم بان اباکم واحد و امکم واحدۃ فانہ تعالٰی "خلقکم من نفس واحدۃ و وخلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا ونساء[2]" فما منکم من احد الا وھو یدلی بمثل ما یدلی بہ الاٰخر سواءً بسواءٍ، فلا مساغ للتفاضل فی النسب والتفاخر بالام والاب، واما ما رتبناکم علی اجیال تحتھا شعوب تحتھا قبائل فانما ذٰلک لتعارفوا فتصلوا ارحامکم ولا ینتمی احد الٰی غیر ابیہ، لا لان تتفاخروا ویزدری بعضکم بعضا نعم ان اردتم التفاضل فالفضل عندنا بالتقوی فکلما زاد

اور نسب کی وجہ سے آدمی دوسرے آدمی پر ایسی تعلی کرتا گویا کہ وہ اس کا غلام ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ خوار ہے، اور اس ذلیل طریقہ کی ابتداء ذلیل خسیس ابلیس سے ہوئی جس نے کہا تھا کہ اے رب! میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور آدم (علٰی نبینا وعلیہ السلام) کو مٹی سے بنایا، تو اللہ نے ان کا یوں رد فرمایا کہ تمہارا باپ ایک ہے اور تمہاری ماں ایک ہے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی کو بنایا اور ان دونوں سے بہت سارے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے تو تم میں ہر ایک اپنی اصل سے وہی اتصال رکھتا ہے جو دوسرا رکھتا ہے تو نسب میں ایک کو دوسرے پر فضیلت کی راہ نہیں اور ماں باپ سے ایکدوسرے پر فخر کی مجال نہیں، رہا یہ کہ ہم نے تمہیں اصول پر مرتب کیا جن کے نیچے ان کی شاخیں ہیں اور ان کے نیچے قبیلے ہیں تو یہ محض اس لئے کہ آپس میں پہچان رکھو تو اپنے قریبی عزیزوں سے ملو اور کوئی باپ کے سوا اور کی طرف منسوب نہ ہو اس لئے کہ تم نسب پر گھمنڈ کرو، اور ایک دوسرے کو حقیر جانے، ہاں اگر فضیلت چاہو تو فضیلت ہمارے یہاں تقوٰی (پرہیزگاری) سے ہے تو جب انسان پرہیزگاری

---

[1] القرآن الکریم ۷/۱۲ و ۳۸/۶۶

[2] " " ۴/۱

www.alahazratnetwork.org

الانسان تقوی زاد کرامۃ عند ربہ تبارک و تعالٰی، فاکرمکم عندنا من کان اتقی لا من کان انسب۔ ان اللہ علیم بکرم النفوس و تقواھا خبیر بھم النفوس فی ھواھا۔

میں بڑھے اپنے رب کے یہاں عزت میں بڑھے۔ تو ہمارے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے نہ کہ وہ جو بڑے نسب والا ہے بیشک اللہ تعالٰی نفوس کی عزت اور ان کی پرہیزگاری کو جانتا ہے اور نفوس کی اپنی خواہش میں کوشش سے خبردار ہے۔

قال البغوی قال ابن عباس نزلت فی ثابت بن قیس وقولہ للرجل الذی لم یفسح لہ: "ابن فلانۃ یعیرہ بامہ قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "من الذاکر فلانۃ؟" فقال ثابت انا یا رسول اللہ، فقال انظر فی وجوہ القوم، فنظر، فقال ما رأیت یا ثابت؟ قال رأیت احمر وابیض واسود، قال فانک لا تفضلہ الا فی الدین والتقوٰی" فنزلت فی ثابت ھٰذہ الاٰیۃ و فی الذی لم یتفسح لہ "یٰایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا۔" وقال مقاتل لما کان یوم فتح مکۃ

امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت ابن عباس (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا یہ آیت حضرت ثابت بن قیس (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اور اُن کے اُس شخص سے جس نے اُن کے لئے مجلس میں جگہ کشادہ نہ کی فلانی کا بیٹا کہنے کے باب میں اُتری تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، کون ہے جس نے فلانی کو یاد کیا؟ حضرت ثابت نے عرض کیا: وہ میں ہوں یارسول اللہ! تو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے فرمایا: لوگوں کے چہروں میں بغور دیکھو۔ تو اُنھوں نے دیکھا۔ پھر فرمایا: اے ثابت! تم نے کیا دیکھا؟ عرض کی: میں نے لال، سفید اور کالے چہرے دیکھے۔ سرکار (علیہ السلام والتحیۃ المدرار) نے فرمایا: تو بے شک تمہیں ان پر فضیلت نہیں مگر دین اور تقوٰی میں۔ تو حضرت ثابت کے لئے یہ آیت اتری اور جنھوں نے مجلس میں کشادگی نہ کی تھی ان کے حق میں ارشاد نازل ہوا: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو۔ اور مقاتل کا قول ہے کہ جس دن مکہ فتح ہوا رسول اللہ

www.alahazratnetwork.org

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلالا حتی علا علٰی ظہر الکعبۃ واذن ، فقال عتاب بن اُسید بن ابی العیص: الحمد للہ الذی قبض ابی حتی لم یرھذا الیوم۔ وقال الحارث بن ھشام اما وجد محمد غیرھذا الغراب الاسود مؤذنا۔ وقال سھل بن عمرو ان یرد اللہ شیئا یغیرہ۔ وقال ابوسفیٰن انی لا اقول شیئا اخاف ان یخبر بہ رب السماء، فاتی جبریل فاخبر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بما قالوا فدعاھم وسألھم عما قالوا فاقروا فانزل اللہ تعالٰی ھٰذہ الاٰیۃ وزجرھم عن التفاخر بالانساب والتکاثر بالاموال والازراء بالفقراء[1]

صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا (کہ اذان دیں) تو وہ کعبہ کی چھت پر چڑھے اور انھوں نے اذان کہی، تو عتاب بن اُسید بن ابی العیص نے کہا: اللہ کے لئے حمد ہے جس نے میرے باپ کو اٹھالیا اور اُنھوں نے یہ دن نہ دیکھا۔ اور حارث بن ہشام نے کہا: کیا محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اس کالے کوّے کے سوا کوئی اذان دینے والا نہ ملا۔ اور سہل بن عمرو نے کہا: اللہ کو اگر کوئی چیز ناپسند ہوگی وہ اسے بدل دے گا۔ اور ابوسفیان بولے: میں کچھ نہیں کہتا مجھے خوف ہے کہ آسمان کا رب انھیں خبردار کردے گا۔ تو جبریل (علٰی نبینا وعلیہ السلام) نازل ہوئے پھر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان لوگوں کی باتیں بتادیں تو حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان سے ان کے اقوال کی بابت پُوچھا تو اُنھوں نے اقرار کیا، تو اللہ نے یہ آیت اتاری اور انھیں نسب پر فخر اور اموال پر گھمنڈ اور فقراء کی تحقیر سے منع فرمایا۔

قال العلامۃ النسفی فی المدارک تبعاً للزمخشری فی الکشاف عن یزید بن شجرۃ مر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی سوق المدینۃ فرأی غلاماً اسود یقول من اشترانی فعلٰی شرط ان لا یمنعنی

علامہ نسفی نے زمخشری کی اتباع کرتے ہوئے مدارک میں فرمایا یزید بن شجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بازار میں گزرے تو ایک سیاہ فام غلام دیکھا جو کہتا تھا مجھے جو خریدے تو اس شرط پر خریدے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۴۹/ ۱۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۱۹۵

www.alahazratnetwork.org

من الصلوات الخمس خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فاشتراہ بعضھم فمرض فعادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم ثم توفی فحضر دفنہ فقالوا فی ذٰلک شیئا فنزلت[1]

وآلہ وسلم کے پیچھے پنجگانہ نماز سے نہ روکے گا۔ تو اُسے کسی نے خرید لیا۔ پھر وہ بیمار پڑا تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کی عیادت کو تشریف لائے، پھر اس کی وفات ہوگئی تو سرکار اس کے دفن میں رونق افروز ہوئے تو لوگوں نے اس بارے میں کچھ کہا تو یہ آیت اتری۔

وبالجملۃ فمحصل الاٰیۃ نفی التفاخر بالانساب وان الکرم عند اللہ تعالٰی انما ینال بالتقوٰی فمن لم یکن تقیا لم یکن لہ حظ من الکرامۃ وسلبہ کلیًا لا یصح الا عن کافر اذ کل مؤمن یتقی اکبر الکبائر الکفر و الشرک، ومن کان تقیا کان کریما ومن کان اتقی کان اکرم عند اللہ تعالٰی، ولعلک تظن ان سردنا تلک الروایات فی شان النزول مما لا یغنینا فیما نحن بصددہ، ولیس کذٰلک بل ھو ینفعنا فی نفس الاحتجاج ونکسر بہ سورۃ بعض الاوھام ان شاء اللہ

مختصر یہ کہ آیتِ کریمہ کا حاصل نسب پر فخر کی نفی ہے اور یہ کہ اللہ کے یہاں عزت تقوٰی ہی سے ملتی ہے، تو جو متقی نہیں اس کے لئے عزت سے کچھ حصہ نہیں، اور تقوٰی کا سلب کُلی طور پر کافر کے سوا کسی سے نہیں، اس لئے کہ ہر مومن اکبر الکبائر کفر و شرک سے بچتا ہے اور جو متقی ہوگا وہ باعزت ہوگا اور جو زیادہ تقوٰی والا ہوگا وہ زیادہ عزت دار اپنے رب کے یہاں ہوگا۔ اور شاید تمہیں گمان ہو کہ ہمارا ان روایتوں کو ذکر کرنا اس مدعی میں جس کے ثابت کرنے کے ہم درپے ہیں ہمیں نفع بخش نہیں حالانکہ بات یُوں نہیں بلکہ وہ ہمیں نفس استدلال میں فائدہ دے گا اور ہم اس سے کچھ وہمیوں کا زور توڑینگے ان شاء اللہ

---

[1] مدارک التنزیل تفسیر النسفی تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۱۷۳

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی، کما ستطلع علیہ، فانتظر، ھذہ مقدمۃ

تعالٰی، جیسا کہ تم عنقریب اس پر مطلع ہوگے، تو انتظار کرو، یہ ایک مقدمہ ہے

والمقدمۃ الاُخرٰی

اور دوسرا مقدمہ یہ ہے

قال اللہ سبحٰنہٗ و تعالٰی: "وسیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی، وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی، الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی ولسوف یرضی"[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بہت اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا

اجمع المفسرون من اھل السنۃ والجماعۃ علٰی ان الاٰیۃ نزلت فی الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ وانہ ھو المراد بالاتقی۔

، اہلِ سنّت وجماعت کے مفسرین کا اجماع ہے اس پر کہ یہ آیت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اُتری اور الاتقی سے وہی مراد ہیں۔

اخرج ابن ابی حاتم والطبرانی ان ابابکر اعتق سبعۃ کلھم یعذب فی اللہ فانزل اللہ تعالٰی قولہ وسیجنبھا الاتقی الٰی اٰخر السورۃ[2]، قال البغوی قال ابن الزبیر وکان

ابن ابی حاتم وطبرانی نے حدیث روایت کی کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے ان سات کو آزاد کیا جو سب کے سب اللہ کی راہ میں ستائے جاتے تھے تو اللہ تعالٰی نے اپنا فرمان (وسیجنبھا الاتقی تا آخر سورۃ) نازل فرمایا۔ بغوی نے فرمایا کہ ابن الزبیر کا قول ہے کہ ابوبکر

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۷ تا ۲۱

[2] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن حاتم والطبرانی الباب الثالث الفصل الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸

الدرالمنثور " " " تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ تا ۲۱ داراحیاء التراث العربی " ۸/ ۴۹۳

الحاوی للفتاوی الفتاوی القرآنیۃ سورۃ اللیل الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۲۷

www.alahazratnetwork.org

ابوبکر یبتاع الضعفة فیعتقهم، فقال ابوہ: ای بنی لو کنت تبتاع من یمنع ظهرك؟ قال منع ظهری ارید، فنزل "وسیجنبها الاتقی" الی آخر السورة، وذکر محمد بن اسحٰق قال کان بلال لبعض بنی جمح وهو بلال بن رباح واسم اُمه حمامة وکان صادق الاسلام وطاهر القلب، وکان امیة بن خلف یخرجه اذا حمیت الظهیرة فیطرحه علی ظهره ببطحاء مکة، ثم یامر بالصخرة العظیمة فتوضع علی صدره، ثم یقول له لا تزال هٰکذا حتی تموت او تکفر بمحمد (صلی اللہ علیه وسلم) ویقول وهو فی ذٰلك البلاء، احد احد، وقال محمد بن اسحٰق عن هشام بن عروة عن ابیه قال مر به ابوبکر یوما وهم یصنعون به ذٰلك و کانت دار ابی بکر فی بنی جمح فقال لامیة الا تتقی فی هذا المسکین؟ قال: انت افسدته فانقذه مما

رضی اللہ تعالٰی عنہ کمزوروں کو خریدتے پھر انھیں آزاد کر دیتے۔ تو ان سے ان کے والدین نے کہا: اے بیٹے! ایسے غلاموں کو خریدتے ہوتے جو تمھاری حفاظت کرتے۔ ابوبکر نے فرمایا: میں اپنی حفاظت ہی چاہتا ہوں۔ تو یہ آیت تا آخر سورت نازل ہوئی۔ اور محمد بن اسحٰق نے ذکر کیا بلال (رضی اللہ عنہ) قبیلہ بنی جمح کے غلام تھے اور ان کا نام بلال بن رباح ہے اور ان کی ماں کا نام حمامہ ہے اور بلال (رضی اللہ عنہ) اسلام میں سچے تھے اور پاک دل تھے، اور امیہ بن خلف انھیں باہر لاتا جب گرم دوپہر ہوتی تو انھیں پیٹھ کے بل مکہ کے ریتلے میدان میں ڈال دیتا پھر بڑی چٹان لانے کا حکم دیتا تو ان کے سینہ پر رکھدی جاتی پھر کہتا: تم ایسے ہی پڑے رہو گے یہاں تک کہ مر جاؤ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کافر ہو۔ اور حضرت بلال احد احد فرماتے حالانکہ وہ اس بلا میں ہوتے۔ اور محمد بن اسحٰق نے ہشام بن عروہ سے روایت کی انھوں نے اپنے باپ سے روایت کی انھوں نے فرمایا: ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا گزر ایک دن بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے پاس سے ہوا اور وہ لوگ بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ یہی برتاؤ کر رہے تھے اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا گھر بنو جمح میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو (امیہ بن خلف) اس بیچارے کے معاملہ میں

www.alahazratnetwork.org

ترى ، قال ابوبكر افعل عندى غلام اسود واجلد منه و اقوى على دينك اعطيكه ؟ قال قد فعلت فاعطاه ابوبكر غلامه واخذه فاعتقه، ثم اعتق معه على الاسلام قبل ان يهاجر ست رقاب بلال سابعهم ، عامر بن فهيرة (رضى الله تعالٰى عنه) شهد بدرًا و احدا و قتل يوم بئر معونة شهيدًا ، و ام عميس و زهرة فاصيب بصرها و اعتقها فقال قريش ما أذهب بصرها الا اللات و العزّى فقالت: كذبوا و بيت الله ما تضر اللات و العزّى و ما تنفعان، فردّ الله تعالٰى اليها بصرها واعتق النهدية و ابنتها و كانتا لامرأة من بنى عبد الدار فمر بهما و قد بعثتهما سيدتهما تطحنان لها وهى تقول والله لا اعتقكما ابدا،

اللہ سے نہیں ڈرتا، تو امیہ نے کہا آپ نے اسے بگاڑا ہے تو آپ اس گت سے اسے بچالیں جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: میں بچائے لیتا ہوں میرے پاس ایک غلام ہے سیاہ فام جو بلال (رضی اللہ عنہ) سے زیادہ قوی اور طاقتور ہے اور تیرے دین پر ہے وہ تجھے دے دوں۔ امیہ بولا: مجھے منظور ہے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے امیہ کو اپنا غلام دے دیا اور بلال (رضی اللہ عنہ) کو لے لیا تو انھیں آزاد کردیا پھر ان کے ساتھ اسلام کی شرط پر ہجرت سے پہلے چھ غلاموں کو آزاد کیا، انکے ساتویں بلال ہیں۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو جنگِ بدر و احد میں شریک ہوئے اور بئر معونہ کی جنگ میں قتل ہوکر شہید ہوئے، اور ام عمیس و زہرہ کی آنکھ جاتی رہی، جب انھیں ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے آزاد فرمایا تو قریش بولے کہ انھیں لات وعزّٰی نے اندھا کیا ہے، تو آپ بولیں: قریش کعبہ کی قسم جھوٹے ہیں لات وعزّٰی نہ ضرر دے سکیں نہ فائدہ پہنچا سکیں۔ تو اللہ نے انھیں ان کی بینائی پھر دی۔ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی کو آزاد کیا اور یہ دونوں بنی عبدالدار کی ایک عورت کی لونڈیاں تھیں، تو صدیق اکبر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ان کے پاس سے گزرے اور ان کی آقا عورت نے انھیں بھیجا تھا کہ اس کا آٹا پیسیں اور وہ عورت کہتی تھی کہ خدا کی قسم! تمھیں کبھی آزاد نہ کروں گی۔

www.alahazratnetwork.org

فقال ابوبکر کلا یاام فلان، فقالت کلا انت افسدتهما فاعتقهما، قال فبکم؟ قالت بکذا وکذا، قال قد اخذتهما وهما حرتان، ومر بجاریة بنی المؤمل وهی تعذب فابتاعها فاعتقها۔ وقال سعید بن المسیب بلغنی ان امیة بن خلف قال لابی بکر فی بلال حین قال اتبیعه؟ قال نعم ابیعه بنسطاس وکان نسطاس عبدا لابی بکر صاحب عشرة آلاف دینار، وغلمان وجوار ومواش وکان مشرکا حمله ابوبکر علی الاسلام ان یکون ماله له، فأبی فابغضه ابوبکر، فلما قال له امیة ابیعه بغلامك نسطاس، اغتنمه ابوبکر وباعه منه فقال المشرکون ما فعل ذلك ابوبکر الا لید، کانت لبلال عنده فانزل اللہ تعالٰی

تو ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: اے ام فلان! ہرگز نہیں۔ وہ بولی: ہرگز نہیں، آپ نے ان دونوں کو بگاڑا ہے تو آپ آزاد کریں۔ صدیق نے فرمایا: تو کتنے دام پر بیچتی ہے؟ وہ بولی: اتنے اور اتنے دام پر۔ ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: میں نے ان دونوں کو لیا اور یہ دونوں آزاد ہیں۔ اور آپ کا گزر بنو مؤمل کی ایک لونڈی کے پاس سے ہوا جب اس پر ظلم ہو رہا تھا تو اُسے خرید کر اُسے آزاد کر دیا، اور سعید بن المسیب (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا کہ مجھے خبر پہنچی کہ اُمیہ بن خلف نے ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے بلال کے معاملہ میں اُس وقت جب اُنھوں نے اس سے پُوچھا کہ کیا بلال کو فروخت کرے گا؟ کہا: ہاں میں اُسے نسطاس سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا غلام جو دس ہزار دینار اور بہت سے لونڈی اور غلام اور چوپایوں کا مالک تھا کے بدلے بیچتا ہوں اور ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چاہا تھا کہ نسطاس اسلام لے آئے اور اس کا مال اُسی کا رہے، تو وہ نہ مانا تو حضرت ابوبکر نے اس کو مبغوض جانا۔ پھر جب امیہ نے کہا: بلال کو میں آپ کے غلام کے بدلے دیتا ہوں۔ ابوبکر نے اس بات کو غنیمت جانا اور نسطاس کو اُمیہ کے ہاتھ بیچ دیا، تو مشرکین بولے: ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے ایسا صرف اس لئے کیا ہے کہ بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا ان پر کوئی احسان ہے، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت

www.alahazratnetwork.org

وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی[1]

اتاری وما لاحد عندہ الخ یعنی اور اس پر کسی کا کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے ـــــ

وذکر العلامۃ ابو السعود فی تفسیرہ قد روی عطاء والضحاک عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (وذکر قصۃ شراء بلال واعتاقہ قال) فقال المشرکون ما اعتقہ ابوبکر الا لید کانت عندہ فنزلت[2] اھ ملخصًا۔

اور علامہ ابو السعود نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ عطا اور ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا (اس روایت میں خریداری بلال اور ان کے آزاد ہونے کا قصہ ذکر کیا پھر کہا) تو مشرکین بولے: ابوبکر نے بلال کو ان کے کسی احسان ہی کی وجہ سے آزاد کیا ہے تو یہ آیت (مندرجہ بالا) اُتری اھ ملخصًا۔

وفی الازالۃ عن عروۃ ان ابابکر الصدیق اعتق سبعۃ کلھم یعذب فی اللہ بلالاً و عامر بن فھیرۃ والنھدیۃ وابنتھا وزنیرۃ وام عیسٰی و امۃ بنی المؤمل، وفیہ نزلت و سیجنبھا الاتقی[3] الٰی اٰخر السورۃ۔

اور ازالہ میں عروہ سے ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے سات کو آزاد کیا، ان سب پر اللہ کی راہ میں ظلم توڑا جاتا تھا وہ بلال و عامر بن فہیرہ اور نہدیہ اور اس کی بیٹی اور زنیرہ اور ام عیسٰی اور بنی مؤمل کی کنیز ہیں اور انھیں کیلئے آیت اُتری وسیجنبھا الاتقی اور اس سے (دوزخ) بہت دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے ـــــ تا آخر سورت۔

وعن عامر بن عبد اللہ بن الزبیر عن ابیہ قال قال ابو قحافۃ لابی بکر اراک تعتق رقابًا ضعافًا فلوانک اذ فعلت ما فعلت اعتقت رجالاً جلدًا یمنعونک

اور عامر بن عبد اللہ بن الزبیر سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے راوی ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابو قحافہ نے ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے فرمایا: میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ کمزور غلاموں کو آزاد کرتے ہو تو کاش! تم تندرست و

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ تا ۲۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۶۴-۴۶۳

[2] ارشاد العقل السلیم " " ۹۲/ ۱۹ دار احیاء التراث العربی " ۹/ ۱۶۸

[3] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۰۱

www.alahazratnetwork.org

ويقولون دونك، فقال يا أبت انما اريد وجه الله، فنزلت هذه الآية فاما من اعطى واتقى الى قوله وما لاحد عنده من نعمة تجزى الا ابتغاء وجه ربه الاعلى ولسوف يرضى۔[1]

توانا غلام آزاد کرتے جو تمھاری حفاظت کرتے اور جنگ میں تمھاری سپر ہوتے۔ تو ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: اے میرے باپ! میں تو صرف اللہ کی رضا چاہتا ہوں تو یہ آیت نازل ہوئی فامّا من اعطٰی واتقٰی یعنی جس نے دیا اور پرہیزگاری کی ——— اللہ تعالٰی کے قول وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزٰی تک یعنی ان پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا۔

وعن سعيد بن المسيب قال نزلت "وما لاحد عنده من نعمة تجزى" فى ابى بكر عتق ناسا لم يلتمس منهم جزاء ولا شكورا ستة او سبعة منهم بلال وعامر بن فهيرة۔[2]

اور سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ آیت کریمہ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں اُتری کہ انھوں نے کچھ لوگوں کو آزاد کیا اُن سے نہ بدلہ چاہا نہ شکرگزاری، وہ آزاد شدہ چھ یا سات تھے، اُنھیں میں بلال وعامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما تھے۔

وعن ابن عباس فى قوله تعالٰى "وسيجنبها الاتقٰى" قال هو ابوبكر الصديق۔[3]

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے "وسیجنبہا الاتقٰی" کی تفسیر میں ہے فرمایا وہ ابوبکر صدیق ہیں (آیت میں جن کا ذکر ہے)

قلت وقد اخرج ابن ابی حاتم ابن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ان ابابکر اشترى بلالا من امية بن خلف

میں کہتا ہوں اور ابن ابی حاتم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بسند خود روایت کی کہ امیہ بن خلف اور اُبی بن خلف سے حضرت ابوبکر

---

[1] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء فصل ہشتم مقصد اول مسلک اول سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۰۱

[2] " " " " " " " " " " " " " "

[3] " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

ببردة و عشرة اواق فاعتقه للہ تعالٰی، فانزل اللہ تعالٰی ھٰذہ الاٰیۃ: ای ان سعی ابی بکر و امیۃ و ابی لمفترق فرقانا عظیما فشتان ما بینھما[1] اھ وقد قال السید ابن السید عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنھما فی اشتراء الصدیق بلالاً و اعتاقہ شعرًا ؎

جزی اللہ خیرًا عن بلال وصحبہ
عتیقا و اخزی فاکھا و اباجھل
عشیۃ ھما فی بلال بسوءۃ
ولم یحذرا ما یحذر المرء ذو العقل
بتوحید رب الانام و قولہ
شھدت بان اللہ ربی علی مھل
فان تقتلونی فاقتلونی فلم اکن
لاشرک بالرحمٰن من خیفۃ القتل
فیا رب ابراھیم والعبد یونس
وموسٰی وعیسٰی نجنی ثم تملی
لمن ظل یھوی الغی من اٰل غالب
علی غیر برکان منہ ولا عدل[2]

نے حضرت بلال کو ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے عوض خریدا پھر انھیں خاص اللہ کے لئے آزاد کردیا تو اللہ تعالٰی نے یہ آیت اتاری جس کا مطلب یہ ہے "بے شک تمھاری کوشش مختلف ہے"۔ یعنی ابوبکر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور امیہ اور اُبی بن خلف کی کوششوں میں عظیم فرق ہے تو ان میں بون بعید ہے، اور سردار بن سردار عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے ابوبکر صدیق کے بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کرنے کے بارے میں یہ اشعار کہے جن کا ترجمہ درج ذیل ہے: اللہ جزائے خیر دے بلال اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے عتیق (ابوبکر) کو اور امیہ اور ابوجہل کو رُسوا کرے، وہ شام یاد کرو جب اُن دونوں نے بلال کا بُرا چاہا اور اس سے نہ ڈرے جس سے ذی عقل آدمی ڈرتا ہے، انھوں نے بلال کا بُرا اس لئے چاہا کہ بلال نے خلق کے خدا کو ایک جانا اور اس نے یہ کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے، میں اس پر مطمئن ہوں تو اگر تم مجھے قتل کرو تو اس حال میں قتل کرو گے کہ میں رحمان کا شریک نہیں ٹھہراتا قتل کے ڈر سے، تو اے ابراہیم اور اپنے بندے یونس اور موسٰی و عیسٰی کے رب! مجھے نجات دے، پھر اسے مہلت نہ دے جو ناحق ظالمانہ آلِ غالب کی گمراہی کی آرزو کئے جاتا ہے۔

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ ابن ابی حاتم الباب الثالث الفصل الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۹

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ " " " " ۴/۴۳۶

www.alahazratnetwork.org

هذا وقد قال البغوی فی الاتقی یعنی ابابکر الصدیق فی قول الجمیع[1]۔

اسے یاد رکھو اور امام بغوی نے الاتقی کی تفسیر میں کہا اس لفظ سے خدا کی مراد سب مفسرین کے قول کے بموجب ابوبکر صدیق ہیں۔

وقال الرازی فی مفاتیح الغیب "اجمع المفسرون منا علی ان المراد منه ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]"

امام رازی نے مفاتیح الغیب میں فرمایا "ہم سُنّیوں کے مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اتقٰی سے مراد ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں"۔

ونقل ابن حجر فی الصواعق عن العلامة ابن الجوزی اجمعوا انها نزلت فی ابی بکر[3]۔

صواعق میں ابن حجر نے علامہ ابن الجوزی سے نقل کیا، علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت ابوبکر کے حق میں نازل ہوئی۔

حتی بلغنی ان الطبرسی مع رفضه لم یسغ له انکاره فی تفسیره مجمع البیان والفضل ماشهدت به الاعداء، والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہاں تک کہ مجھے خبر پہنچی کہ طبرسی کو باوجود رفض اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس کا انکار نہ بن پڑا اور فضل وہی ہے جس کی شہادت دشمن دیں، والحمد للہ رب العالمین۔

ثم ان الامام الفاضل فخر الدین الرازی حاول فی تفسیره اثبات ان الاٰیة لاتصلح الا للصدیق بطریق النظر والاستدلال علی ماهو دابه رحمه اللہ تعالٰی فقال "اعلم ان الشیعة باسرهم ینکرون هذه الروایة ویقولون انها نزلت فی حق علی ابن ابی طالب علیه السلام والدلیل علیه قوله تعالٰی "ویؤتون الزکوٰة وهم

پھر امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق اپنی تفسیر میں عقلی استدلال و نظر کی راہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش فرمائی کہ آیت کا مفہوم صدیق اکبر کے سوا کسی کے لئے نہیں بنتا، تو انھوں نے فرمایا تمھیں معلوم ہو کہ تمام شیعہ اس روایت کے منکر ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ آیت علی بن ابی طالب کے حق میں اتری ہے اور اس کی دلیل اللہ کا فرمان ہے ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون یعنی وہ رکوع کی

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۴۶۳

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۵

[3] الصواعق المحرقۃ الباب الثالث الفصل الثانی دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۹۸

www.alahazratnetwork.org

راکعون"، فقوله "الاتقی الذی یؤتی
ماله یتزکی" اشارۃ الی ما فی تلک
الاٰیۃ من قولہ "یؤتون
الزکوٰۃ وھم راکعون" ولما
ذکر ذٰلک بعضھم فی محضری
قلت اقیم الدلالۃ العقلیۃ
علٰی ان المراد من ھٰذہ
الاٰیۃ ابوبکر، وتقریرھا ان
المراد من ھذا الاتقی ھو
افضل الخلق، فاذا کان کذٰلک
وجب ان یکون المراد ھو ابوبکر،
فھاتان المقدمتان متی
صحتا صح المقصود، انما
قلنا ان المراد من ھذا الاتقی
افضل الخلق لقولہ تعالٰی "ان
اکرمکم عند اللہ اتقاکم" والاکرم
ھو الافضل، فدل علٰی
ان کل من کان
اتقی وجب ان یکون الافضل،
فثبت ان الاتقی المذکور
ھٰھنا لابد وان یکون
افضل الخلق عند اللہ
تعالٰی، فنقول لابد و
ان یکون المراد بہ ابابکر لان الامۃ مجمعۃ
علٰی ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ

حالت میں زکوٰۃ دیتے ہیں تو اللہ تعالٰی کا قول
الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی یعنی وہ سب
سے بڑا پرہیزگار جو ستھرا ہونے کو اپنا مال دیتا
ہے، اسی وصف کی طرف اشارہ ہے جو اس آیت
میں مذکور ہوا یعنی اللہ کا یہ فرمانا "یؤتون
الزکوٰۃ" الاٰیۃ اور جب ایک رافضی نے یہ بات
میری مجلس میں کہی میں نے کہا میں اس پر دلیل
عقلی قائم کروں گا کہ اس آیت سے مراد صرف
ابوبکر ہیں اور تقریر دلیل یوں ہے کہ مراد اس بڑے
پرہیزگار سے وہی ہے جو سب سے افضل ہے
تو جب معاملہ ایسا ہے تو ضروری ہے کہ اس
سے مراد بس ابوبکر ہوں، تو جب یہ دونوں مقدمے
صحیح ہونگے دعوٰی درست ہوگا۔ اور ہم نے یہ
اسی لئے کہا کہ اس بڑے پرہیزگار سے مراد
سب سے افضل ہے کہ اللہ تعالٰی کا قول
ہے "اللہ کے یہاں سب سے زیادہ عزت والا
وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو"
اور اکرم ہی افضل ہے۔ تو آیت نے بتایا کہ
ہر وہ شخص جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہوگا ضروری
ہے کہ وہ سب سے زیادہ مرتبے والا ہو، تو ثابت
ہوگیا کہ سب سے بڑا پرہیزگار جس کا یہاں (آیت
میں) ذکر ہوا ضروری ہے کہ اللہ کے یہاں سب
سے افضل ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ساری اُمت
اس پر متفق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ
وسلم کے بعد خلق سے افضل ابوبکر ہیں یا علی۔

33

جلد اول

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی علیہ وسلم اما ابوبکر او علی؟ ولا یمکن حمل ھٰذہ الاٰیۃ علٰی علی بن ابی طالب فتعین حملھا علٰی ابی بکر، وانما قلنا انہ لا یمکن حملھا علٰی علی بن ابی طالب لانہ تعالٰی قال فی صفۃ ھذا الاتقی "وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی" وھذا الوصف لا یصدق علٰی علی ابن ابی طالب لانہ کان فی تربیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ اخذہ من ابیہ وکان یطعمہ ویسقیہ و یکسوہ ویربیہ، وکان الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منعما علیہ نعمۃ یجب جزاءھا اما ابوبکر فلم یکن للنبی علیہ الصلٰوۃ والسلام نعمۃ دنیویۃ بل ابوبکر کان ینفق علی الرسول علیہ الصلٰوۃ والسلام بلٰی کان للرسول علیہ الصلٰوۃ والسلام علیہ نعمۃ الھدایۃ والارشاد الی الدین، الا ان ھذا لا یجزی لقولہ تعالٰی "ما اسئلکم علیہ من اجر" والمذکور ھٰھنا لیس مطلق النعمۃ بل نعمۃ تجزی، فعلمنا ان ھذہ الاٰیۃ لا تصلح

اور یہ ممکن نہیں کہ یہ آیت علی پر محمول کی جائے تو ابوبکر کے لئے اس کا مصداق ہونا متعین ہوگیا اور ہم نے یہ اسی لئے کہا کہ آیت کو علی پر محمول کرنا ممکن نہیں کہ اللہ تعالٰی نے اس سب سے بڑے پرہیزگار کی صفت میں فرمایا ہے وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی یعنی اس پر کسی کا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے، اور یہ وصف علی بن ابی طالب پر صادق نہیں آتا اس لئے کہ وہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تربیت میں تھے بایں سبب کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علی کو ان کے باپ سے لے لیا تھا اور حضور انھیں کھلاتے پلاتے، پہناتے اور پالتے تھے۔ اور حضور (رسول) صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی کے ایسے محسن ہیں کہ ان کے احسان کا بدلہ واجب ہوا۔ رہے ابوبکر، تو حضور (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کا ان پر دنیوی احسان نہیں بلکہ ابوبکر رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام کا خرچ اٹھاتے تھے۔ ہاں کیوں نہیں ابوبکر پر رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام کا دین کی طرف ہدایت و ارشاد کا احسان ہے۔ مگر یہ ایسا نہیں جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا (حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ارشاد کی حکایت کرتے ہوئے) میں تبلیغ پر تم سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور یہاں مطلق احسان کا ذکر نہیں بلکہ بات اس احسان کی ہے جس کا بدلہ

www.alahazratnetwork.org

لعلی بن ابی طالب ، واذا ثبت ان المراد بھذہ الآیۃ من کان افضل الخلق، و ثبت ان ذٰلک الافضل من الامۃ اما ابوبکر اوعلی ، و ثبت ان الاٰیۃ غیر صالحۃ لعلی تعین حملھا علی ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ ، وثبت دلالۃ الاٰیۃ ایضا علی ان ابابکر افضل الامۃ اھ[1] ملخصًا۔

دیا جائے تو ہم نے جان لیا کہ آیت کا یہ معنٰی علی بن ابی طالب کے لئے نہیں بنتا، اور جب یہ ثابت ہے کہ مراد اس آیت کی وہی ہے جو افضل خلق ہے اور یہ ثابت ہے امت میں سب سے افضل یا ابوبکر ہیں یا علی، اور یہ ثابت ہوچکا ہے کہ مفہوم آیت علی کے شایاں نہیں اس کا مصداق ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے متعین ہوگیا اور آیت کی دلالت اس پر بھی ثابت ہوگئی کہ ابوبکر ساری اُمت سے افضل ہیں اھ ملخصًا۔

قلت اما ما ذکر الفاضل الامام ان علیًا رضی اللہ تعالٰی عنہ کان فی تربیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وأنہ اخذہ من ابیہ فقد ذکرہ محمد بن اسحٰق وابن ھشام وھذا لفظ ابن اسحٰق "حدثنی عبد اللہ بن ابی نجیح عن مجاھد بن جبیر ابی الحجاج قال کان من نعمۃ اللہ تعالٰی علٰی علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ مما صنع اللہ تعالٰی لہ وارادہ بہ من الخیر ان قریشًا اصابتھم ازمۃ شدیدۃ وکان ابوطالب ذا عیال کثیر فقال

میں کہتا ہوں کہ رہی یہ بات جو فاضل امام (فخر الدین رازی علیہ الرحمہ) نے فرمائی کہ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تربیت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُنھیں ان کے والد سے لے لیا تھا تو اس کا ذکر محمد ابن اسحٰق و ابن ہشام نے کیا ہے اور محمد بن اسحٰق کے الفاظ یوں ہیں، مجھ سے عبد اللہ بن ابی نجیح نے حدیث بیان کی اُنھوں نے روایت کی مجاہد بن جبیر ابی الحجاج سے اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ پر اللہ تعالٰی کے احسان کے قبیل سے وہ ہے، جو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ کیا اور ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ قریش پر سخت تنگی پڑی اور ابوطالب کی اولاد بہت تھی اس لئے رسول اللہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۵، ۲۰۶

www.alahazratnetwork.org

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للعباس عمّہ وکان من الیسر بنی ھاشم یا عباس ان اخاک اباطالب کثیر العیال وقد اصاب الناس ما تری من ھذہ الازمۃ فانطلق بنا الیہ، فلنخفف عنہ من عیالہ آخذ من بنیہ رجلا وتأخذ انت رجلاً، فنکفلھما عنہ قال العباس نعم فانطلقا حتی اتیا الٰی ابی طالب فقالا لہ انا نرید ان نخفف عنک من عیالک حتی ینکشف عن الناس ما ھم فیہ، فقال لھما ابوطالب اذا ترکتما لی عقیلاً فاصنعا ما شئتما، فاخذ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیا فضمہ الیہ واخذ العباس جعفرا فضمہ الیہ فلم یزل علیّ رضی اللہ تعالٰی عنہ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی بعثہ اللہ تبارک وتعالٰی نبیا فاتبعہ علی وآمن بہ علی وصدّقہ ولم یزل جعفر عند العباس حتی اسلم واستغنی عنہ[1] انتھٰی۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے فرمایا اور وہ بنی ہاشم کے بڑے مالداروں میں سے تھے، اے عباس! آپ کے بھائی ابوطالب کی اولاد بہت ہے اور لوگوں پر جو یہ سختی پڑی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں تو ہمارے ساتھ ابوطالب کے یہاں چلئے کہ ہم ان کی اولاد کا بوجھ کم کریں ان کے بیٹوں سے ایک آدمی میں لے لوں اور ایک آدمی آپ لے لیں تو ہم دونوں ان کی کفالت کریں۔ حضرت عباس نے عرض کی: جی ہاں۔ تو دونوں حضرات چل کر ابوطالب کے پاس تشریف لائے تو ان سے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ جب تک لوگوں کی مصیبت (جس میں وہ مبتلا ہیں) دور ہو آپ سے آپ کی اولاد کا بوجھ کم کردیں۔ تو ابوطالب ان سے بولے: اگر تم میرے لئے عقیل کو چھوڑ دو تو تم جو چاہو کرو۔ تو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے علی کو لے کر اپنے سینے سے لگایا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جعفر کو لیا اور چمٹا لیا۔ تو علی رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے سرکار کو نبی مبعوث فرمایا تو حضرت علی ان پر ایمان لائے اور ان کو سچا مانا اور جعفر عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ اسلام لاکر ان سے بے نیاز ہوگئے اھ۔

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر ان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول والثانی ص ۲۴۶

www.alahazratnetwork.org

قلت وتمام النعمة الکبری بتزویج البتول الزھراء صلوات اللہ علیٰ ابیھا الکریم وعلیھا واما ما ذکر من ان ابابکر کان ینفق علیٰ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھٰذا اوضح و اظھر عند من لہ خبرۃ بالاحادیث والسیر۔ اخرج الامام احمد و البخاری عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال: انہ لیس من الناس احدٌ اَمَنَّ علیّ فی نفسہ و مالہ من ابی بکر بن ابی قحافۃ ولو کنت متخذا من الناس خلیلاً لاتخذت ابابکر خلیلاً ولکن خُلّۃ الاسلام افضل، سُدّوا عنّی کل خوخۃ فی ھٰذا المسجد غیر خوخۃ ابی بکر[1]۔ واخرج الترمذی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما لأحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ما خلا ابا بکر فان لہ عندنا یدا یکافیہ اللہ بھا یوم القیٰمۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی

میں کہتا ہوں اور نعمت کبریٰ کی تکمیل بتول زہرا (فاطمہ) صلوات اللہ علیٰ ابیہا الکریم و علیہا سے شادی ہو کر ہوئی۔ اور یہ جو ذکر کیا کہ حضرت ابوبکر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خرچ اٹھاتے تھے۔ تو یہ اس کے نزدیک جس کو احادیث وکتب سیرت سے واقفیت ہے بہت واضح اور خوب ظاہر ہے۔ امام احمد و بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ حضور نے فرمایا: "لوگوں میں سے کوئی شخص نہیں جس کا اپنے جان و مال میں مجھ پر زیادہ احسان ہو سوا ابوبکر بن ابی قحافہ کے، اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، لیکن اسلامی خلت اور محبت افضل ہے، اس مسجد میں ابوبکر کے دروازہ کے سوا سب دروازے بند کردو۔" اور ترمذی نے (اپنی سند سے) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے حدیث ذکر کی وہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں (کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا): "ہر شخص کے احسان کا بدلہ ہم نے اُسے دے دیا سوائے ابوبکر کے کہ ان کا ہم پر وہ احسان ہے جس کا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۷
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۷۰

www.alahazratnetwork.org

مال ابی بکر ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا الا وان صاحبکم (ای محمدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) خلیل اللہ[1]" واخرج ایضًا عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: رحم اللہ تعالٰی ابا بکر زوجنی ابنتہ وحملنی الٰی دار الھجرۃ و اعتق بلالا من مالہ[2]"

واخرج الامام احمد و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: مانفعنی مال قط مانفعنی مال ابی بکر، فبکی ابوبکر وقال ھل انا ومالی الا لک یارسول اللہ[3]

واخرج الطبرانی عن ابن عباس

بدلہ انھیں اللہ تعالٰی قیامت کے دن دے گا، اور مجھے کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو فائدہ مجھے ابوبکر کے مال نے دیا، اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ضرور ابوبکر کو دوست بناتا اور خبردار تمھارے صاحب (محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اللہ تعالٰی کے دوست ہیں۔" اور ترمذی نے علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی حدیث ذکر کی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی: "اللہ ابوبکر پر رحمت کرے مجھ سے اپنی بیٹی کا عقد کیا اور مجھے دار الہجرۃ (مدینہ) میں لائے اور اپنے مال سے بلال (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو خرید کر آزاد کیا۔"

اور امام احمد و ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیث روایت کی: مجھے کبھی کسی کے مال نے وہ فائدہ نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے مجھے دیا، تو ابوبکر رو دیئے اور عرض کی: یارسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے۔"

اور طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۷

[2] " " " " علی رضی اللہ عنہ " " " ۲/ ۲۱۳

[3] سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۳

www.alahazratnetwork.org

رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما احد اعظم عندی یداً من ابی بکر واسانی بنفسہ ومالہ وانکحنی ابنتہ[1]

عنہما سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یوں حدیث روایت کی: "مجھ پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی کا احسان نہیں اس نے اپنی جان و مال سے میرا ساتھ دیا اور مجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کیا۔"

واخرج ابویعلٰی من حدیث ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مرفوعاً مثل حدیث ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ، قال ابن حجر قال ابن کثیر وروی ایضاً من حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبد اللہ وابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہم واخرجہ الخطیب عن ابن المسیب مرسلاً وزاد وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال نفسہ۔ واخرج ابن عساکر من طرق عن عائشۃ وعروۃ ان ابابکر اسلم یوم اسلم لہ اربعون الف دینار وفی لفظ اربعون الف درھم فانفقھا علٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] اھ۔

اور ابویعلٰی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث مرفوع حدیث ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ کے مثل (یعنی انھیں الفاظ سے) روایت کی۔ ابن حجر نے فرمایا کہ ابن کثیر کا قول ہے کہ یہ حدیث علی وابن عباس وجابر بن عبد اللہ وابوسعید خدری سے بھی مروی ہے اور خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل روایت کیا اور اتنا زیادہ کیا: "اور آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر کے مال سے اپنا قرض ادا فرماتے جس طرح اپنے مال سے ادا فرماتے۔" اور ابن عساکر نے متعدد سندوں سے حضرات عائشہ وعروہ سے روایت کیا ہے کہ ابوبکر جس دن اسلام لائے ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، اور ایک روایت میں ہے چالیس ہزار درہم تھے، تو ابوبکر نے انھیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اٹھا دیا اھ۔

قلت ومروی ایضاً من حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ

میں کہتا ہوں یہ حدیث سیدنا انس بن مالک سے بھی مروی ہے جیسا کہ امام عدی نے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۱۹۱

[2] الصواعق المحرقۃ الباب الثانی الفصل الثانی دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۱۲

www.alahazratnetwork.org

کما اخرجه الامام ابن عدی فی الکامل انبأنا المولیٰ الثقة الحجة مفتی الحنفیة بمکة المحمیة امام الفقهاء و المحدثین سیدی واستاذی مولانا عبد الرحمٰن بن عبد الله بن عبد الرحمٰن السراج عن جمال العلماء السلف الخیر فی منصب الافتاء مولانا جمال بن عبد الله بن عمر المکی عن خاتمة الحفاظ والمحدثین مولانا محمد عابد بن الشیخ احمد علی السندی ثم الزبیدی ثم المدنی عن المولیٰ محمد صالح الفلانی العمری عن الشیخ محمد بن السنة الفلانی الفاروقی عن مولای السید الشریف محمد بن عبد الله عن الفاضل المحدث سیدی علی الاجهوری عن الامام شمس الدین الرملی عن شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری عن علامة الوریٰ جبل الحفظ شهاب الدین ابی الفضل احمد بن حجر العسقلانی عن ابی علی محمد بن احمد المهدوی عن یونس بن ابی اسحٰق عن ابی الحسن علی بن المقیر انا ابو الکریم الشهرزوری انا اسمٰعیل بن مسعدة الجرجانی انا ابو القاسم حمزة بن یوسف السهمی الجرجانی وابو عمرو عبد الرحمٰن بن محمد الفارسی انا ابو احمد عبد الله بن عدی الجرجانی

کامل میں اپنی سند سے روایت کیا ہے (سند حدیث مذکور) ہمیں خبر دی مولیٰ ثقہ حجہ مفتی حنفیہ بمکہ محمیہ پیشوائے فقہاء و محدثین سیدی واستاذی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سراج نے انھوں نے جمال علماء سلف خیر فی منصب الافتاء (یعنی منصبِ افتاء میں مفتیوں کے لئے اچھے پیشرو) مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی سے روایت کی انھوں نے خاتمۃ الحفاظ والمحدثین مولانا محمد عابد بن شیخ احمد علی سندی ثم زبیدی ثم مدنی سے روایت کی انھوں نے مولیٰ محمد صالح فلانی عمری سے اُنھوں نے شیخ محمد بن السنۃ فلانی فاروقی سے انھوں نے مولائی سید شریف محمد بن عبد اللہ سے انھوں نے فاضل محدث سیدی علی اجہوری سے انھوں نے امام شمس الدین رملی انھوں نے شیخ الاسلام زین الدین زکریا انصاری سے انھوں نے علامۂ عالم کوہِ حفظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن حجر عسقلانی سے انھوں نے ابو علی محمد بن احمد مہدوی سے انھوں نے یونس بن اسحاق سے انھوں نے ابو الحسن علی بن مقیر سے انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابو کریم شہرزوری نے ہمیں خبر دی اسمٰعیل بن مسعدہ بن جرجانی نے ہمیں خبر دی ابو القاسم حمزہ بن یوسف سہمی جرجانی اور ابو عمرو عبد الرحمٰن بن محمد الفارسی نے ہمیں خبر دی ابو احمد عبد اللہ بن عدی جرجانی

www.alahazratnetwork.org

نا الحسین بن عبد الغفار الازدی نا سعید ابن کثیر بن عفیر نا الفضل بن مختار عن ابان عن انس قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لأبی بکرٍ ما اطیب مالك منه بلال مؤذنی و ناقتی التی هاجرت علیها وزوجتنی ابنتك و واسیتنی بنفسك و مالك کانی انظر الیك علٰی باب الجنة تشفع لامتی۔[1]

نے ہم سے حدیث بیان کی حسین بن عبد الغفار ازدی نے ہم سے حدیث بیان کی سعید بن کثیر بن عفیر نے ہم سے حدیث بیان کی فضل بن مختار نے ابان سے انھوں نے روایت کی انس سے انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوبکر سے فرمایا: تمھارا مال کتنا ستھرا ہے اسی سے میرا مؤذن بلال ہے اور میری اونٹنی ہے جس پر میں نے ہجرت کی اور تم نے اپنی دختر میرے نکاح میں دی اور اپنی جان و مال سے میری مدد کی گویا میں تمھیں دیکھ رہا ہوں جنت کے دروازہ پر کھڑے ہو میری امت کیلئے شفاعت کر رہے ہو۔

هٰذا وقد استقصینا الکلام علٰی هٰذین الفصلین الذین اشار الیهما النبی صلی اللہ علیه وسلم فی تلك الاحادیث اعنی مواساة الصدیق النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بنفسه وماله فصلین من الباب الثانی من کتابنا الکبیر فی التفضیل علٰی غایة التحقیق والتفصیل فارجع الیه ان احببت، هٰذا تقریر ما ذکر الفاضل الرازی وقد اورده الامام ابن حجر ایضًا فی الصواعق

یہ تو ہوا اور ہم نے ان دونوں فصلوں پر (یعنی صدیق کا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدد جان و مال سے کرنا) جن کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احادیث میں اشارہ فرمایا۔ کامل گفتگو اپنی کتاب کبیر جو باب تفضیل میں ہے کے باب دوم کی دو فصلوں میں نہایت تحقیق و تفصیل کے ساتھ کی ہے اس کا مطالعہ کرلو اگر چاہو، یہ کلام اس کلام کی تائید ہے جو فاضل رازی نے ذکر کیا اور امام رازی کا یہ کلام امام ابن حجر میں صواعق محرقہ بھی لائے

---

[1] الکامل لابن عدی ترجمہ ابان بن ابی عیاش دار الفکر بیروت ۱/۳۷۵
الکامل لابن عدی ترجمہ الفضل بن مختار بصری " " " ۶/۲۰۴۱

www.alahazratnetwork.org

واستضاہ۔

قلت ولمناقش ان یناقش فیہ باربعۃ وجوہ ینتظمہا وجہان الاول انا لانسلم أن ابابکر لم یکن علیہ لأحد نعمۃ تجزی فان من اعظم المنعمین علی الانسان والدیہ قال تعالٰی، "ان اشکرلی ولوالدیک[1]" ومعلوم ان لاشکر الا بمقابلۃ النعمۃ و نعم الوالدین من النعم الدنیویۃ التی تجری فیہا المجازاۃ دون الدینیۃ التی قال اللہ تعالٰی فیہا "قل ما اسئلکم علیہ من اجر[2]" "ان اجری الا علی رب العٰلمین[3]" علی انا نعتقد أن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد تمت لہ خلافۃ اللہ العظمٰی ونیابتہ الکبرٰی فیدہ الکریمۃ علیا و أیدی العٰلمین سفلی جعل سبحٰنہ و تعالٰی خزائن رحمتہ و نعمہ وموائد جودہ وکرمہ طوع یدیہ، و مفوضۃ الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ینفق

اور اسے پسند فرمایا۔

میں کہتا ہوں کسی کو مجال ہے کہ اس میں چار وجہ سے بحث کرے جن کو دو وجہیں گھیرے ہیں پہلی وجہ یہ کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ ابوبکر پر کسی کا ایسا احسان نہ تھا جس کا بدلہ دیا جائے اس لئے کہ انسان پر بڑے محسنوں میں اسکے ماں باپ ہیں۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔" اور یہ معلوم ہے کہ شکر نعمت کے مقابل ہی ہوتا ہے اور والدین کے احسانات ان دنیوی احسانات سے ہیں جن میں بدلہ دینا جاری ہے اور یہ دینی احسانات نہیں ہیں جن کی بابت اللہ کا فرمان ہے (حضور اکرم نے فرمایا) "میں تم سے اس پر کچھ اُجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو جہانوں کے پروردگار پر ہے۔" اس کے علاوہ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالٰی کی خلافتِ عظمٰی اور نیابتِ کبرٰی کامل ہوچکی تو ان کا دستِ کرم بالا اور سب جہانوں کے ہاتھ پست، اللہ تعالٰی نے اپنی رحمت اور کل نعمت کے خزانے اور اپنے فیض وکرم کے خوان ان کے ہاتھوں کے مطیع کر دیئے، اور یہ سب انھیں سونپ دیا جیسے چاہیں خرچ کریں

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/۱۴ [2] القرآن الکریم ۲۵/۵۷ و ۳۸/۸۶
[3] " " ۲۶/۱۰۹ و ۱۲۷ و ۱۴۵ و ۱۶۴ و ۱۸۰۔

www.alahazratnetwork.org

کیف یشاء وھو خزانۃ السر وموضع نفوذ الامر فلا تنال برکۃ الا منہ ولا ینقل خیر الا عنہ کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ المعطی[1] فھو الذی یقسم الخیرات والبرکات وسائر النعماء والآلاء فی الارض والسماء والملک والملکوت والاول والآخر والباطن والظاھر أیقنت بھا جماھیر الفضلاء العظام ومشاھیر الاولیاء الکرام کما حققتہ فی رسالتی الملقبۃ بسلطنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفیھا من المباحث الفائقۃ والمدارک الشائقۃ ما تقر بہ الاعین وتلذ بہ الآذان وتنشرح بہ الصدور والحمد للہ رب العٰلمین فاذن ما کان لابی بکر او غیرہ من مال وبلوغ آمال الا بعطاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلم تنحصر النعم النبویۃ علٰی صاحبھا الصلٰوۃ والتحیۃ فی النعم الدینیۃ التی لا تجزی فکما أن علیا لم یصلح مورد الآیۃ فکذٰلک ابوبکر سواء بسواء۔

اقول والجواب عنہ اما اولاً فلانہ

اور وہ رازِ الٰہی کا خزانہ اور اس کے حکم کی جائے نفاذ ہیں تو برکت انھیں سے ملتی ہے اور خیر انھیں سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: "میں تو بانٹتا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔" تو وہی خیرات و برکات اور ساری نعمتیں آسمان و زمین و ملک و ملکوت اول و آخر باطن و ظاہر میں بانٹتے ہیں اس پر فضلاء عظام اور مشہور اولیائے کرام کے جمہور کا یقین ہے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی" میں تحقیق کی اس میں کچھ ایسے مباحث فاضلہ اور پسندیدہ دلائل ہیں کہ ان سے آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور کان لطف اندوز ہوتے ہیں اور سینے کھلتے ہیں، تو جب یہ بات ہے (کہ ساری برکت و نعمت مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے سبب ہے) تو ابوبکر کو جو کچھ مال و منال حاصل ہوا وہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عطا سے ہی حاصل ہوا لہٰذا نبوی احسانات علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ ان دینی احسانات میں منحصر نہیں جن کا بدلہ نہیں دیا جاتا تو جس طرح علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) آیت کے مصداق نہ ٹھہرے اسی طرح ابوبکر بھی یکساں طور پر آیت کے مصداق نہیں۔

میں کہتا ہوں اس اعتراض کا جواب اول

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللہ خیرا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
" " کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی فان للہ خمسہ الخ " " " ۱/۴۳۹
" " کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی " ۲/۱۰۸۷

www.alahazratnetwork.org

ان صح ماذکرتم لتعطلت الاٰیۃ رأسا ولم یوجد لھا مصداق ابداً اذ لیس فی الصحابۃ من لم یلدہ ابواہ أو لم ینعم علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دینہ و دنیاہ۔

تو یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہو جو آپ نے ذکر کیا تو آیت سرے سے معطل ہو جائے گی اور کبھی اس کا کوئی مصداق نہ پایا جائے گا اس لئے کہ صحابہ میں کوئی ایسا نہیں جو اپنے ماں باپ سے پیدا نہ ہو یا اس پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دین و دنیا کا کوئی احسان نہ فرمایا ہو۔

واما ثانیا وھو الحل فلأن نعم الدنیا لیست کلھا مما تجزی اذ المجازاۃ ھو المکافأت وحاصل نعمۃ الوالدین أن اللہ سبحٰنہ وتعالٰی جعلھما سببا لایجادہ وخروجہ من ظلمۃ العدم الی نور التکون، وبھما جعلہ بشرا حسینا بعد أن کان ماء مھینا وھٰذا مما لایمکن أن یجازی اذ لیس فی وسع احد ان یحیی ابویہ او یکوّنھما بعد ان لم یکونا ولذٰلک قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایجزی ولد والدہ الا ان یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ اخرجہ مسلم و ابوداؤد

اور جواب دوم اور وہی حل ہے یہ کہ دنیا کے سب احسان ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جاتا ہو اس لئے کہ احسان کا بدلہ یہ ہے کہ احسان کے مساوی اس کی جزا دے، اور والدین کے احسان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے انھیں بچہ کی ایجاد اور عدم کی ظلمت سے نورِ ہستی میں آنے کا سبب بنایا ہے اور ان کے سبب سے اس کے بعد کہ وہ بے وقعت پانی تھا خوبصورت انسان بنایا، اور یہ احسان کا بدلہ نہیں ہو سکتا، یوں کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہ اپنے والدین کو زندہ کردے، یا عدم کے بعد انھیں موجود کردے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی بچہ اپنے ماں باپ کا بدلہ نہیں چکا سکتا مگر یہ کہ اُسے غلام پائے تو اسے خرید کر آزاد کردے۔" یہ حدیث مسلم و ابوداؤد

لہ صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل عتق الوالد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۵

سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی بر الوالدین آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

www.alahazratnetwork.org

والترمذی[1] ونسائی وابن ماجۃ فاشار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی بعض المجازاۃ علٰی حسب مایدخل تحت الامکان فان الرق موت حکما اذ بہ تتعطل الاھلیۃ ویلتحق الانسان العاقل البالغ بالبھائم فالعتق کانہ احیاء لہ و اخراج من ظلمۃ البھیمیۃ الٰی نور الانسانیۃ فعن ھٰذا عداداء لبعض حقوقھما وکذٰلک النعم النبویۃ علٰی صاحبھا الصلٰوۃ والتحیۃ علٰی حسب ماقررنا علیک لیست مما تجزی وتجری فیہ ذاک بھذا لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ذٰلک المقام الرفیع والمنصب البدیع انما یتصرف علٰی خلافۃ الملک المقتدر تبارک و تعالٰی ونعم الملک لاتجزی فان الاحسان لایجازی الا بالاحسان کما نطق بہ القرآن العظیم ومایجازی بہ العبد لابد وان یکون ایضا من عطایاہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان مکافأت عطائہ

وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے اپنی سندوں سے روایت کی تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تھوڑے بدلہ کی طرف (جو موافق مقدور بشر ہو) اشارہ فرمایا اس لئے کہ غلامی موت کے حکم میں ہے اس وجہ سے کہ اس کے سبب آدمی کی اہلیت معطل ہوجاتی ہے اور عاقل بالغ انسان جانوروں سے مل جاتا ہے لہذا اسے آزاد کرنا گویا کہ اسکو زندہ کرنا اور بہیمیت کی تاریکی سے انسانیت کی روشنی میں لے آنا ہے اسی لئے ماں باپ کو آزاد کرنا ان کے بعض حقوق کی ادائیگی میں شمار ہوا، اسی طرح نبوی احسانات علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ جیسا کہ ہم نے تمہارے لئے ثابت کیا ایسے نہیں جن کا بدلہ دیا جائے اور ان میں یہ مقولہ جاری ہو کہ یہ اس احسان کا بدلہ ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو اس مقام رفیع اور اس منصب بے نظیر میں بادشاہ قادر تبارک وتعالٰی کی خلافت پر فائز ہو کر متصرف ہیں اور بادشاہ کی نعمتوں کا بدلہ نہیں ہوتا، اس لئے کہ بدلہ بغیر احسان کے نہیں ہوتا، جیسا کہ اس پر قرآن عظیم ناطق ہے، اور بندہ احسان کا جو بدلہ دے گا لامحالہ وہ بھی سرکار علیہ الصلٰوۃ و السلام کی عطا سے ہوگا تو سرکار کی عطا کی مکافات

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی حق الوالدین امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳
سنن ابن ماجۃ ابواب الادب باب بر الوالدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۸
مشکوٰۃ المصابیح کتاب العتق باب اعتاق العبد المشترک الفصل الاول قدیمی کتبخانہ کراچی ص ۲۹۴

www.alahazratnetwork.org

بعطائه وھو غیر معقول، وعن ھذا نعتقد ان اداء شکر اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بمعنی فراغ الذمۃ منہ محال عقلاً اذ الشکر نعمۃ اخری فلیشکرھا حتی یخرج عن عھدتہ ویتسلسل الی مالا یتناھی، فثبت ان الدلیل لاغبار علیہ من ھذا الوجہ۔

سرکاری عطا سے ہوگی، اور یہ معقول نہیں۔ یہیں سے ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کا شکر بہ معنٰی برارت ذمہ از شکر عقلاً محال ہے اس لئے کہ شکر نعمت دیگر ہے تو بندہ اس دوسری نعمت کا شکر کرے کہ عہدہ برآ ہو اور یہ سلسلہ شکر کا نہایت کو نہ پہنچے تو ثابت ہوا کہ دلیل اس وجہ سے بے غبار ہے۔

الثانی ان المقدمۃ القائلۃ ان الامۃ مجمعۃ علی ان افضل الخلق بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اما ابوبکر او علی رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مقدمہ جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد افضل یا ابوبکر ہیں یا علی رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ اس پر اجماع امت ہے۔

مدخول فیہا اذ ھناک فرقتان اخریان تدعی احدٰھما تفضیل سیدنا الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ علٰی جمیع الامۃ، ومستندھا ما یروٰی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انہ قال ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر[1] وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: لو کان بعدی نبی لکان عمر بن خطاب[2]۔

اس پر اعتراض کو مجال ہے اس لئے کہ یہاں دو فرقے اور ہیں، ان میں کا ایک دعوٰی کرتا ہے کہ سیدنا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ ساری اُمت سے افضل ہیں، اور اسکی دلیل وہ حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ: "حضرت عمر سے بہتر کسی آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔" اور آپ سے مروی ہے کہ: "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر نبی ہوتے۔"

وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ تعالٰی باھی باھل عرفۃ عامۃ وباھی لعمر خاصۃ[3]۔

اور حضور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے روایت ہے کہ "اللہ تعالٰی نے عرفات میں جمع ہونے والوں پر عام طور سے فخر فرمایا اور عمر سے خاص طور

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۷

[2] جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۹

[3] کنز العمال حدیث ۳۲۷۲۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۷۵

" " ۳۵۸۵۸ " " " ۱۲/ ۵۹۶

www.alahazratnetwork.org

وان کان الاستدلال بہا و بامثالہا لا یقوم علی ساق اما روایۃً او درایۃً او معا کاستمساک المفضلۃ بحدیث علی خیر البشر وحدیث الطیر وحدیث الاستخلاف فی غزوۃ تبوک وما ضاہاہا فمنہا کذب مختلق ومنہا منکر واہ ومنہا ما لا یفید ہم شیئا وکذلک مضت سنۃ اللہ فی کل مبتدع یحتج ولا حجۃ ویجنح حیث لا محجۃ۔

سے مباہات فرمائی۔" اگرچہ اس روایت سے اور اس کے مشابہ روایتوں سے دلیل پائے ثبات پر قائم نہیں ہوتی یا بلحاظ روایت یا بلحاظ درایت یا دونوں کے لحاظ سے، جیسے تفضیلیہ کا حدیث علیؓ خیر البشر علی سب انسانوں سے افضل ہیں اور حدیث طیر اور غزوۂ تبوک کے زمانہ میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو اپنا خلیفہ مقرر فرمانے کی روایت سے تمسک کا حال ہے کہ ان میں کچھ تو نری تراشیدہ جھوٹ ہیں اور کچھ منکر واہی (راویان ثقہ کے مقابل راویان غیر ثقہ کی روایات ضعیف ہیں) اور کچھ انھیں بالکل فائدہ مند نہیں اور یونہی اللہ تعالٰی کی سنت ہر بدمذہب کے حق میں ہوئی کہ وہ استدلال کرے حالانکہ دلیل نہیں اور وہاں کا قصد کرے جہاں راستہ نہیں۔

والفرقۃ الاخری تدعی تفضیل سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما وکان ملحظہم وان لم یعط فقضہم قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیہ ان عم الرجل صنو ابیہ، وہو حدیث حسن اخرجہ الترمذی[1] وغیرہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ولا شک

اور دوسرا فرقہ سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما کو سب سے افضل کہتا ہے، گویا انکے مدنظر اگرچہ انکی مراد نہیں دیتا اس بارے میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے بابت قول ہے کہ "آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہے"۔ اور یہ حدیث حسن ہے جسے ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم العباس امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۱۷

www.alahazratnetwork.org

انہ رضی اللہ تعالٰی عنہ شیخ المسلمین وسیدھم ومقدمھم وقائدھم وعز نفوسھم وتاج رؤسھم حتی الخلفاء الاربعۃ من ھذا الوجہ کما ان حضرۃ البتول الزھراء واخاھا السید الکریم ابراھیم علٰی ابیھما وعلیھما الصلوٰۃ والتسلیم افضل الامۃ مطلقًا من جھۃ النسب والجزائیۃ وکرامۃ الجوھر والطینۃ۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ شیخ المسلمین ہیں اور ان کے سردار ہیں اور ان کے صدر و قائد اور اُن کی آبرو اور ان کے سروں کا تاج ہیں۔ اس وجہ سے چاروں خلفاء پر بھی انھیں فضیلت ہے۔ جیسے حضرت فاطمہ زہرا اور ان کے بھائی سیّد ابراہیم ان کے والد اور ان پر صلوٰۃ و سلام ہو، رُوئے نسب و جزئیت و کرامت جوہر و طینت تمام امت سے افضل ہیں۔

وبالجملہ فلا یتعین احد من الشقوق الاربعۃ الا بابطال الثلٰثۃ الباقیۃ جمیعا فکیف قلتم ان الاٰیۃ لما لم تلتئم علٰی علی تعین ابوبکر مصداقا لھا علٰی ان المسائل السمعیۃ لاتنال الا من قبل السمع۔

بالجملہ ان چار شقوں سے کوئی شق باقی تین وجوہ کو باطل کئے بغیر متعین نہیں ہوگی تو آپ نے کیونکر فرمایا کہ آیتِ کریمہ جب علی پر صادق نہ آئی تو ابوبکر اس کا مصداق متعین ہوئے علاوہ اس کے مسائل سمعیہ دلیل سمعی ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

فالناظر المتفحص لامذھب لہ قبل ان ینظر فی دلیل فیظھر لہ سبیل فان کان تمام الدلیل موقوفا علی (التمذھب) بمذھب لزم الدور وھذا نظیر ما اجبنا بہ عن استدلال الائمۃ الشافعیۃ علی افتراض الترتیب فی الوضوء بدخول الفاء

تو صاحبِ نظر و جستجو کا کوئی مذہب اس سے پہلے نہیں ہوتا کہ وہ دلیل میں غور کرے تو کوئی راہ اس کو روشن ہو جائے تو اگر دلیل کا تام ہونا کسی مذہب سازی پر موقوف ہو تو دور لازم آئے گا اور یہ اس جواب کی نظیر ہے جو ہم نے ائمہ شافعیہ کی اس دلیل کے جواب میں کہا جو انھوں نے وضو میں فرضیتِ ترتیب پر آیتِ کریمہ میں وجوہ

www.alahazratnetwork.org

علی الوجوہ وعدم القائل بالفصل کما ھو مذکور فی الخلافیات۔

اقول والجواب عنہ ان مستندنا الاول الذی علیہ المعول فی ھذا الباب اجماع الصحابۃ و التابعین لہم باحسان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کما نقلہ الامام الشافعی ثم البیہقی ثم اٰخرون ودلت علیہ احادیث عند البخاری وغیرہ کما فصلتہ فی الکتاب واقمت الدلیل الجلیل علٰی أن الاجماع تام کامل لم یثبت شذوذ منہ ولا ندور، وان الخلاف الذی ذکرہ ابوعمر بن عبدالبر فلیس مما یعرج علیہ او یلتفت الیہ لا روایۃ ولا درایۃ وان سلمنا فالسواد الاعظم مبتوع واتباع الشاذ ممنوع، وھذا القدر یکفینا للتمذھب فانتفی الدور نعم حدیث الفرقتین قوی صحیح لکن لا یخل بالمقصود فان عمر وعباسا رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکونا مسلمین حین نزول الاٰیۃ کما یظھر بالرجوع الی التاریخ، فلم یقصدا بالاٰیۃ قطعا وبہ بطل الشقان الباقیان واٰل الدلیل

پر دخولِ فاء اور قائل بالفصل کے معدوم ہونے سے قائم کی جیسا کہ خلافیات میں مذکور ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس باب میں ہماری اولین سند جس پر ہمارا اعتماد ہے جملہ صحابہ اور اچھے طریقے پر ان کے تمام پیروان کار تابعین کا اجماع ہے جیسا کہ امام شافعی پھر بیہقی پھر دیگر ائمہ نے اسے نقل کیا اور اس پر بخاری وغیرہ کی احادیث دلالت کرتی ہیں جیسا کہ میں نے اپنی کتاب میں مفصل بیان کیا ہے اور اس امر پر میں نے دلیل جمیل قائم کی کہ اجماع تام کامل ہے اور اس سے کسی کا خلاف ثابت نہیں اور یہ کہ جو خلاف علامہ ابوعمر بن عبدالبر نے ذکر کیا نہ روایت کے لحاظ سے نہ درایت کے لحاظ سے وہ اس قابل ہے کہ نظر اس پر گزرے یا اس کی طرف مڑ کے دیکھا جائے۔ اور اگر ہم مان لیں تو سوادِ اعظم ہی کی اتباع ہوگی اور شاذ و نادر کی اتباع ممنوع ہوگی اور اتنی بات ہمیں مذہب قرار دینے کو کافی ہے تو دور نہ رہا، ہاں ان دو فرقوں کی (جو حضرت عمر و عباس کی فضیلت پاتے ہیں) حدیث قوی و صحیح ہے، لیکن مقصود میں خلل انداز نہیں اس لئے کہ عمر و عباس آیت کے نزول کے وقت مسلمان نہ تھے، جیسا کہ مطالعۂ تاریخ سے ظاہر ہے، تو یہ دونوں قطعی آیت کے مقصود ہی نہ ہوئے، اور اسی وجہ سے باقی دو شقیں باطل ہوگئیں، اور آخر کا دلیل

www.alahazratnetwork.org

الی الاحصان والارصان والحمد للہ ولی الاحسان غایۃ الأمران الفاضل المستدل لم یطلع علی ھٰذین القولین اولم یعتد بھما لتناھیھما فی السقوط والشذوذ علی أنا بحمد اللہ بعد ما ثبت الاجماع علی ان الصدیق ھو المراد فی غنی عن ھذہ التجشمات کما لایخفی اذا ثبت ھذا فنقول وصف اللہ سبحٰنہ وتعالی الصدیق بأنہ اتقی و وصف الاتقی بأنہ اکرم انتجت المقدمتان أن الصدیق اکرم عند اللہ تعالٰی والأفضل والاکرم والارفع درجۃ والاعلٰی مکانۃ کلھا الفاظ معتورۃ علٰی معنی واحد فثبت الفضل المطلق الکلی للصدیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق ھذا تقریر الدلیل بحیث یشفی العلیل ویروی الغلیل والحمد للمولی الجلیل واعلم أن ھذا الاحتجاج اطبقت علیہ کلمات العلماء سلفا وخلفا وارتضوہ وتلقوہ بالقبول تلیدا او طارفا ولاشك انہ لجدیر بذلك لکن المفضلۃ لھم کلام فیہ بثلثۃ وجوہ نذکرھا نردھا بحیث لایبقی ولا یذر بتوفیق اللہ العلی الاکبر۔

فنقول الشبھۃ الاولٰی ان من المفسرین من فسر الاتقی بالتقی

مضبوط و مستحکم رہی، اس معاملہ کی نہایت کار یہ کہ فاضل مستدل کو تو ان دونوں مذہبوں کا علم نہ ہوا یا اس وجہ سے کہ سقوط و ندرت میں حد کو پہنچے ہونے کی وجہ سے انھیں شمار ہی نہیں فرمایا، مزید برآں بحمد اللہ اس پر اجماع کہ صدیق ہی مراد آیت ہیں کے ثابت ہونے کے بعد ہم ان تکلفات سے بے نیاز ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے جب یہ بات ثابت ہو چکی تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالٰی نے صدیق کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقی ہیں اور اتقی کا وصف بتایا کہ وہ اکرم ہے ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ صدیق اللہ تعالٰی کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں اور افضل و اکرم اور ارفع درجۃ اور اعلٰی منزلۃ یہ سب الفاظ ایک ہی معنٰی پر صادق آتے ہیں، لہذا فضل مطلق کلی صدیق کیلئے ثابت ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے اور تم جان لو کہ اس استدلال پر جملہ علماء سلف و خلف کا اتفاق ہے اور سب نے اسے پسند کیا اور قبول کے ہاتھوں لیا ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ اس کے قابل ہے، لیکن تفضیلیہ کو اس میں تین وجوہ سے کلام ہے ہم ان وجہوں کو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق کے سہارے ذکر کرتے ہیں اور ان کا ایسا رد کرتے جو کوئی شبہہ باقی نہ چھوڑے اور کوئی شک نہ رہے۔

ہم کہتے ہیں کہ پہلا شبہہ یہ ہے کہ بعض مفسرین نے اتقی کی تفسیر تقی (صفت

www.alahazratnetwork.org

کما فی المعالم والبیضاوی وغیرھما من التفاسیر فسقط الاحتجاج عن اصلہ اقول ولا علینا ان نمھد اولا مقدمات تعینك ان شاء اللہ تعالٰی فی الجواب عن ھٰذا الارتیاب ثم نرفع الحجاب عن وجہ الصواب بتوفیق العلیم الوھاب فاستمع لما یلقی علیك۔

مشبہ جس میں فضیلت دوسرے پر ملحوظ نہیں کہ صرف تقوٰی سے اتصاف ہے) سے کی جیساکہ معالم وبیضاوی وغیرہما تفاسیر میں ہے تو استدلال جس کی بنیاد اتقی کے اتم تفضیل ہونے پر تھی) جڑ سے اکھڑ پڑا۔ میں کہتا ہوں ہمارا کوئی حرج نہیں اس میں کہ ہم پہلے کچھ ایسے مقدمات کی تمہید اٹھائیں جو جواب میں ان شاء اللہ تعالٰی تمہاری مدد کریں پھر ہم خدائے دانا وبخشندہ کی توفیق کے سہارے چہرۂ صواب سے حجاب اٹھائیں تو سنو جو تم سے کہا جائے۔

المقدمۃ الاولٰی ما تظافرت الادلۃ من العقل والنقل وناھیك بھما امامین علٰی ان الالفاظ لاتصرف عن ظواھرھا مالم تمس حاجۃ شدیدۃ لاتندفع الابہ والا لم یکن ھذا تاویلا بل تغییرا وتبدیلا ولو فتح باب التصرفات من دون ضرورۃ تلجئ لارتفع الامان عن النصوص کما لایخفٰی وھذا بغایۃ ظھورہ اغنانا عن تجشم اقامۃ الدلیل علیہ حتی ان بعض العلماء ادرجوہ فی متون العقائد وانہ لحقیق بہ فان قصاری ھمم المبتدعین عن اٰخرھم انما ھو صرف النصوص عن الظواھر وارتکاب تاویلات

پہلا مقدمہ عقل ونقل کی بکثرت دلیلیں (اور یہ دونوں امام تمہیں کافی ہیں) اس پر متفق ہیں کہ الفاظ کو اپنے ظاہری معنٰی سے پھیرنا منع ہے جب تک کہ سخت حاجت نہ ہو جو لفظ کو ظاہری معنٰی سے پھیرے بغیر دفع نہ ہو ورنہ یہ بے ضرورت پھیرنا تاویل نہ ہوگا بلکہ تغییر وتبدیل ٹھہرے گا اور اگر بے ضرورت پھیرنے کا دروازہ کھل جائے تو نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے جیساکہ پوشیدہ نہیں اور یہ مسئلہ چونکہ نہایت ظاہر ہے اس لئے اس نے ہمیں دلیل قائم کرنے کی زحمت سے بے نیاز کردیا۔ بعض علماء نے اسے عقائد کے متون میں رکھا اور یہ مسئلہ اس کا سزاوار ہے اس لئے کہ سب بدمذہبوں کی ساری کوشش یہی ہے کہ عباراتِ شرعیہ کو ان کے ظاہری معنٰی سے پھیردیں اور فاسد

www.alahazratnetwork.org

فاسدۃ واحتمالات کاسدۃ و اعذار باردۃ فوجب علینا حسم مادتھا بایجاب حمل النصوص علیٰ ما یعطیہ ظاھرھا الا بضرورۃ ابدًا وھذا ظاھر جدًا۔

تاویلوں اور کھوٹے احتمالوں اور نہ چلنے والے بہانوں کے مرتکب ہوں تو ہم پر واجب ہے کہ نصوص شرعیہ کو مقامِ ضرورت کے سوا ہمیشہ ان کے ظاہری معنیٰ پر رکھنا واجب بتا کر ان تاویلات کا مادہ کاٹ دیں، اور یہ بات خوب ظاہر ہے۔

المقدمۃ الثانیۃ لیس کل ما یذکر فی اکثر التفاسیر المتداولۃ واجب القبول وان لم یساعدہ معقول ویؤیدہ منقول، والوجہ فی ذٰلک ان التفسیر المرفوع وھو الذی لا محیص عن قبولہ ابدًا نذر یسیر جدا لا یبلغ المجموع منہ جزء اُو جزئین۔

دوسرا مقدمہ بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اسکی مؤید ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جزء بلکہ ایک جزء کو بھی نہیں پہنچتا۔

قال الامام الجوینی علم التفسیر عسیر یسیر اما عسرہ فظاھر من وجوہ اظھرھا انہ کلام متکلم لم یصل الناس الیٰ مرادہ بالسماع منہ ولا امکان للوصول الیہ بخلاف الامثال والاشعار ونحوھا فان الانسان یمکن علمہ منہ اذا تکلم بأن یسمع منہ اوممن سمع منہ، واما القرآن فتفسیرہ علی وجہ القطع لا یعلم الا بان یسمع من الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وذٰلک متعذر الا فی

امام جوینی کا قول ہے علمِ تفسیر مشکل اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کئی وجوہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن تر وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے متکلم (عزّ جلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سُن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال و اشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہوسکتی ہے جب وہ بولے بایں طور کہ وہ اس سے خود سُنے یا اس سے سُنے جس نے اس سے سُنا ہو۔ رہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنے بغیر معلوم نہ ہوگی اور وہ (جو سرکار

www.alahazratnetwork.org

آیات متعددۃ قلائل، فالعلم بالمراد یستنبط بأمارات ودلائل، والحکمۃ فیہ ان اللہ تعالٰی اراد ان یتفکر عبادہ فی کتابہ، فلم یامر نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالتنصیص علی المراد فی جمیع آیاتہ[1] اھ۔

علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا گیا) چند گنتی کی آیتوں کے ماسوا میں متعذر ہے تو مراد الٰہی کا علم امارات و دلائل سے مستخرج ہوتا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے چاہا کہ اس کے بندے اس کی کتاب میں غور وفکر کریں لہذا اپنے نبی (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے کا حکم نہ دیا اھ۔

وقال الامام الزرکشی فی البرھان للناظر فی القرآن لطلب التفسیر مآخذ کثیرۃ امھاتھا اربعۃ الاول النقل عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا ھو الطراز الاول لکن یجب الحذر من الضعیف فیہ والموضوع فانہ کثیر[2] الخ۔ قال الامام السیوطی الذی صح من ذلک قلیل جدا بل اصل الموضوع منہ فی غایۃ القلۃ، وکذلک الماثور عن الصحابۃ الکرام والتابعین لھم باحسان قلائل لھذہ الطوامیر الکبر والاقاویل الذاھبۃ شذر مذر فیھا الاخبار ولا اثر وانما حدثت بعدھم لما کثرت الاراء وتجاذبت الاھواء قام کل لغوی ونحوی وبیانی وکل من لہ

اور امام زرکشی نے برہان میں فرمایا جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کیلئے نظر کرتا ہے اس کے لئے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں، اول وہ تفسیر جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہو اور یہی پہلا نمایاں طریقہ ہے لیکن اس میں ضعیف وموضوع سے احتراز واجب ہے اس لئے کہ وہ (ضعیف وموضوع) زیادہ ہے الخ۔ اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعین نیکوکار سے منقول ہے وہ ان بڑے طوماروں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لئے کوئی حدیث یا صحابی وتابعی کا قول نہیں، یہ اقوال تو صحابہ وتابعین کے بعد ظاہر ہوئے۔ جب خیالات بسیار ہوئے اور مذاہب میں

---

[1] الاتقان بحوالہ الجوینی فصل الحاجۃ الی التفسیر دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۳۰

[2] البرہان فی علوم القرآن فصل فی امھات مآخذ التفسیر للناظر فی القرآن دار الفکر بیروت ۲/ ۱۵۶

www.alahazratnetwork.org

ممارسة بشئ من انواع علوم القرآن يفسر الكلام العزيز بما سمح به فكره وادى اليه نظره ثم جاء الناس مهرعين و بجمع الاقوال مولعين فنقلوا ما وجدوا وقليلا ما نقدوا فعن هذا جاءت كثرة الاقاويل اختلاط الصواب بالأباطيل۔

وذكر ابن تيمية كما نقله الامام السيوطي قائلا انه نفيس جدا لذلك وجهين احدهما قوم اعتقدوا معانى، ثم ارادوا حمل الفاظ القرآن عليها۔ والثانى قوم فسروا القرآن بمجرد ما يسوغ ان يريده من كان من الناطقين بلغة العرب من غير نظر الى المتكلم بالقرآن والمنزل عليه والمخاطب به، فالاولون راعوا المعنى الذى رأوه من غير نظر الى ما يستحقه الفاظ القرآن من الدلالة والبيان۔ والآخرون راعوا مجرد اللفظ و ما يجوز ان يريد به العربى من غير نظم الى ما يصلح للمتكلم وسياق الكلام۔

کشاکش ہوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالم بلاغت اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے کسی قسم کے علم کی ممارست تھی اس کلام سے کلام عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے شائق ہوئے تو جو انھوں نے پایا اُسے نقل کردیا اور تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق کی ناحق سے آمیزش آئی۔

اور ابن تیمیہ نے جیسا کہ امام سیوطی نے اس کا کلام یہ کہہ کر نقل کیا کہ وہ بہت نفیس ہے اس کی دو وجہیں ذکر کیں، پہلی وجہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے کچھ معانی کو عقیدہ ٹھہرالیا، پھر انھوں نے قرآن کے الفاظ کو ان پر رکھنا چاہا۔ اور دوسری وجہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کی تفسیر محض ان الفاظ سے کی جو کسی عربی زبان بولنے والے کی مراد ہوسکتے ہیں اُنھوں نے قرآن کے متکلم (باری تعالیٰ) اور جس پر اُترا اور جو اس کا مخاطب ہے کی طرف نظر نہ کی تو پہلی جماعت نے تو اس معنی کی رعایت کی جو ان کا عقیدہ تھا، انھوں نے قرآن کے الفاظ کی دلالت اور بیان جس کے وہ الفاظ سزاوار ہیں کو نظرانداز کردیا۔ اور دوسروں نے صرف لفظ اور جو عربی کی مراد ہوسکتا ہے اس کا لحاظ کیا قطع نظر اس سے کہ متکلم کے شایان کیا ہے اور سیاق کلام کیا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

ثم ھٰؤلاء کثیرًا مایغلطون فی احتمال اللفظ لذلک المعنی فی اللغۃ کما یغلط فی ذٰلک الذین قبلھم کما ان الاولین کثیرا ما یغلطون فی صحۃ المعنی الذی فسروا بہ القراٰن کما یغلط فی ذٰلک الاٰخرون وان کان نظر الاولین الی المعنی اسبق ونظر الاٰخرین الی اللفظ اسبق، والاٰولون صنفان تارۃ یسلبون لفظ القراٰن مادل علیہ واریدبہ وتارۃ یحملونہ علی مالم یدل علیہ ولم یرد بہ، وفی کلا الامرین قد یکون ما قصدوا نفیہ او اثباتہ من المعنی باطلا فیکون خطأھم فی الدلیل والمدلول وقد یکون حقا فیکون خطأھم فیہ فی الدلیل لا فی المدلول (الی ان قال) وفی الجملۃ من عدل عن مذاھب الصحابۃ والتابعین وتفسیرھم الی مایخالف ذٰلک کان مخطئا فی ذٰلک بل مبتدعًا لانھم کانوا اعلم بتفسیرہ ومعانیہ کما انھم اعلم بالحق الذی بعث اللہ بہ رسولہ[1] اھ ملخصًا۔

پھر یہ لوگ بسا اوقات لغت کے اعتبار سے لفظ کے اس معنی کو (جو انھوں نے مراد لئے) محتمل ہونے میں خطا کرتے ہیں جیسا کہ ان کے پہلے والے بھی یہی غلطی کرتے ہیں جس طرح یہ اگلے اسی معنی کی صحت میں غلطی کرتے ہیں جس سے انھوں نے قرآن کی تفسیر کی جیسا کہ دوسرے لوگ بھی خطا کرتے ہیں اگرچہ پہلے والوں کی نظر معنی کی طرف پہلے پہنچتی ہے اور دوسروں کی نظر لفظ کی طرف سبقت کرتی ہے، اور پہلی جماعت دو صنف ہے کبھی تو لفظِ قرآن سے اس کا مدلول و مراد چھین لیتے ہیں اور کبھی لفظ کو اس پر رکھتے ہیں جو اس کا معنی و مطلب نہیں اور دونوں باتوں میں کبھی وہ معنی جس کی نفی اثبات ان کا مقصود ہوتی ہے باطل ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ و معنی دونوں میں ہوتی ہے اور کبھی حق ہوتا ہے تو ان کی خطا لفظ میں ہوتی ہے نہ کہ معنی میں۔ (ابن تیمیہ نے یہاں تک کہا) مختصر یہ کہ جو صحابہ و تابعین اور ان کی تفسیر سے پھر کر ان کا خلاف اختیار کرے گا وہ اس میں برسرِ خطا ہوگا بلکہ بدمذہب ہوگا اس لئے کہ صحابہ و تابعین کو قرآن کی تفسیر اس کے مطالب کا علم سب سے زیادہ تھا، جس طرح انھیں اس حق کی جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول کو بھیجا خبر سب سے زیادہ تھی اھ ملخصًا۔

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۱ و ۴۴۲

www.alahazratnetwork.org

ولذا قال الامام ابو طالب طبری فی اوائل تفسیرہ فی القول فی آداب المفسر، ویجب ان یکون اعتمادہ علی النقل عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن اصحابہ ومن عاصرھم ویتجنب المحدثات[1] الخ۔ وقال ابن تیمیۃ ایضا کان النزاع بین الصحابۃ فی تفسیر القرآن قلیلاً جداً وھو (و)ان کان بین التابعین اکثر منہ بین الصحابۃ فھو قلیل بالنسبۃ الی مابعدھم[2] الخ۔ وقال السیوطی بعد ماذکر تفاسیر القدماء "ثم الف فی التفسیر خلایق فاختصروا الاسانید ونقلوا الاقوال بتراً فدخل من ھنا الدخیل والتبس الصحیح بالعلیل، ثم صار کل من یستحسن لہ قول یوردہ، ومن یخطر بیالہ شئ یعتمدہ، ثم ینقل ذلک عنہ من یجئ بعدہ ظناً أن لہ اصلاً غیر ملتفت الی تحریر ما ورد عن السلف الصالح ومن یرجع الیھم فی التفسیر حتی رأیت

اور اسی لئے امام ابو طالب طبری نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں آداب مفسر کے بیان میں فرمایا کہ ضروری ہے کہ مفسر کا اعتماد اس پر ہو جو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے منقول ہے اور نئی باتوں سے بچے۔ نیز ابن تیمیہ کا قول ہے صحابہ کے درمیان قرآن کی تفسیر میں بہت کم اختلاف تھا اور تابعین میں اگرچہ اختلاف صحابہ سے زیادہ ہوا مگر ان کے بعد والوں کی بہ نسبت تھوڑا تھا، اور سیوطی علیہ الرحمہ نے قدماء کی تفسیروں کا ذکر فرما کے فرمایا: "پھر تفسیر میں بہت لوگوں نے کتابیں تصنیف کیں تو انھوں نے سندوں کو مختصر کر دیا اور ناتمام اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے دخیل گھسا اور صحیح و غیر صحیح مخلوط ہو گئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا۔ اور جس کے فکر میں جو خطرہ گزرا وہ اس پر اعتماد کرنے لگا۔ پھر اس کے بعد جو آتا رہا وہ اس کے یہ خیالات نقل کرتا رہا اس گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے، سلف صالحین اور ان لوگوں سے جو تفسیر میں مرجع ہیں اور جو وارد ہوا اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی یہاں تک کہ میں نے

عہ سقطت ھذہ الواؤ من قلم الناسخ وزدناھا فی القوسین بعد ما رأینا الاتقان فوجدناھا فیہ۔ الازہری غفرلہ

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۳۵

[2] " " " " بحوالہ ابن تیمیہ " " " " ۲/۴۳۷

www.alahazratnetwork.org

من حکی فی تفسیر قولہ تعالٰی "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" نحو عشرۃ اقوال، وتفسیرھا بالیہود والنصاری ھو الوارد عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجمیع الصحابۃ والتابعین و اتباعھم حتی قال ابن ابی حاتم لا اعلم فی ذٰلک اختلافا بین المفسرین[1] (الٰی ان قال) فان قلت فأی التفاسیر ترشد الیہ وتأمر الناظر ان یعول علیہ۔

ایسے شخص کو دیکھا جس نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کی تفسیر میں تقریباً دس قول نقل کئے حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین سے یہی منقول ہے کہ اس سے یہود ونصاری مراد ہیں یہاں تک کہ ابن ابی حاتم نے فرمایا کہ مجھے مفسرین کے درمیان اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں (یہاں تک انھوں نے کہا) اب اگر تم کہو تو کون سی تفسیر کی طرف آپ رہنمائی فرتے ہیں اور ناظر کو کس پر اعتماد کا حکم دیتے ہیں۔

قلت تفسیر الامام ابی جعفر بن جریر الطبری الذی اجمع العلماء المعتبرون علی انہ لم یؤلف فی التفسیر مثلہ[2] الخ وفی المقاصد والبرھان والاتقان وغیرھا عن الامام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ثلٰثۃ لیس لھا اصل المغازی والملاحم والتفسیر[3] اھ۔

میں کہوں گا تفسیر امام ابوجعفر بن جریر طبری کی تفسیر معتمد علماء نے جس کے لئے بالاتفاق فرمایا کہ تفسیر میں اس جیسی کوئی تالیف نہیں ہوئی الخ اور مقاصد، برہان اور اتقان وغیرہ میں امام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا، تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں، کتب سیر وغزوات وتفسیر اھ۔

قلت وھذا ان لم یکن جاریا علٰی اطلاقہ لما[a] یشھد بہ الواقع الا انہ

میں کہتا ہوں اگرچہ یہ بات اپنے اطلاق پر جاری نہیں جیسا کہ واقعہ اس کا گواہ ہے مگر یہ بات

عہ لعلہ کما۔ الازہری غفرلہ

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون فی طبقات المفسرین دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۴ و ۴۷۵

[2] " " " " " " " " " " ۲/ ۴۷۶

[3] " " النوع الثامن والسبعون " " " ۲/ ۴۴۰

www.alahazratnetwork.org

لم یقلہ مالم یرالخلط غالبا علیہا کما لایخفٰی وھٰذا فی زمانہ فکیف بما بعدہ وفی مجمع بحار الانوار عن رسالۃ ابن تیمیۃ "وفی التفسیر من ھذہ الموضوعات کثیرۃ کما یرویہ الثعلبی والواحدی والزمخشری فی فضل السور والثعلبی فی نفسہ کان ذاخیر ودین لکن کان حاطب لیل ینقل ماوجد فی کتب التفسیر من صحیح وضعیف وموضوع والواحدی صاحبہ کان ابصر منہ بالعربیۃ لکن ھو ابعد عن اتباع السلف، والبغوی تفسیرہ مختصر من الثعلبی لکن صان تفسیرہ عن الموضوع والبدع اھ[1] وفیہ عن جامع البیان لمعین بن صیفی قد یذکر محی السنۃ البغوی فی تفسیرہ من المعانی والحکایات ما اتفقت کلمۃ المتاخرین علی ضعفہ بل علی وضعہ اھ[2] وفیہ عن الامام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ انہ قال فی تفسیر الکلبی

یقینی ہے کہ امام احمد نے یہ بات نہ کہی جب تک ان کتابوں میں صحیح وسقیم کے خلط کا غلبہ نہ دیکھ لیا جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ تو ان کے زمانہ میں تھا تو ان کے بعد کیسی حالت ہوتی ہوگی۔ اور مجمع بحار الانوار میں رسالہ ابن تیمیہ سے منقول ہے اور تفسیر میں ان موضوعات سے بہت ہے جیسے وہ حدیثیں جو ثعلبی اور واحدی اور زمخشری سورتوں کی فضیلت میں روایت کرتے ہیں اور ثعلبی اپنی صفات میں صاحب خیر و دیانت تھے، لیکن رات کے لکڑہارے کی طرح تھے کہ تفسیر کی کتابوں میں صحیح، ضعیف، موضوع جو کچھ پاتے نقل کردیتے تھے، اور ان کے ساتھی واحدی کو عربیت میں ان سے زیادہ بصیرت تھی لیکن وہ سلف کی پیروی سے بہت دُور تھا، اور بغوی کی تفسیر ثعلبی کی تلخیص ہے، لیکن اُنھوں نے اپنی تفسیر کو موضوعات اور بدعتوں سے بچایا ہے اور اسی میں جامع البیان مصنفہ معین بن صیفی سے ہے "کبھی محی السنۃ بغوی اپنی تفسیر میں وہ مطالب و حکایات ذکر کرتے ہیں جسے متاخرین نے یک زبان ضعیف بلکہ موضوع کہا ہے۔ اور اسی میں امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے کہ انھوں نے فرمایا: تفسیر کلبی میں شروع سے

---

[1] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین بعض الوضاع وکتبہم مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۳۱

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " " " "

www.alahazratnetwork.org

من اوله الی اٰخرہ کذب لا یحل النظر فیہا[1] اھ۔

آخر تک جھوٹ ہے اس کا مطالعہ حلال نہیں اھ۔

وقد عد الخلیلی فی الارشاد اجزاء قلائل من التفسیر صحت اسانیدھا وغالبھا بل کلھا لا توجد الاٰن اللھم الا نقول عنھا فی اسفار المتاخرین" قال وھذہ التفاسیر الطوال التی اسندوھا الی ابن عباس غیر مرضیۃ ورواتھا مجاھیل کتفسیر جویبر عن الضحاک عن ابن عباس[2] الخ وقال فاما ابن جریج فانہ لم یقصد الصحۃ وانما روی ما ذکر فی کل اٰیۃ من الصحیح والسقیم، وتفسیر مقاتل بن سلیمان فمقاتل فی نفسہ ضعفوہ وقد ادرک الکبار من التابعین والشافعی اشار الی ان تفسیرہ صالح[3] اھ قال المولی السیوطی قدس اللہ سرہ واوھی طرقہ (یعنی تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما) طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فان انضم الی ذٰلک روایۃ محمد بن مروان السدی

اور بیشک خلیلی نے ارشاد میں تھوڑے تفسیر کے جزء ایسے شمار کئے جن کی سندیں صحیح ہیں اور ان کا اکثر بلکہ وہ سب اب نہیں ملتا۔ الٰہی! تیری مدد ہو، مگر چند نقول ان کی متاخرین کی کتابوں میں ہیں، ابن تیمیہ نے کہا اور یہ لمبی تفسیریں جن کی نسبت لوگوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کی ہے ناپسندیدہ ہیں اور اس کے راوی مجہول ہیں جیسے تفسیر جویبر بروایت ضحاک عن ابن عباس الخ۔ اور کہا رہے ابن جریج تو انھوں نے صحیح روایتوں کا قصد نہ کیا انھوں نے ہر آیت کی تفسیر میں جو کچھ صحیح وسقیم مذکور ہوا روایت کر دیا۔ اور مقاتل بن سلیمان کو علماء نے فی نفسہ ضعیف بتایا حالانکہ انھوں نے اکابر تابعین سے اور امام شافعی سے ملاقات کی یہ اشارہ ہے کہ ان کی تفسیر لائق قبول ہے اھ امام سیوطی قدس سرہٗ نے فرمایا اور تفسیر ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی سب سے کمزور سند کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے پھر اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان سدی صغیر کی روایت مل جائے

---

[1] مجمع بحار الانوار نوع فی تعیین بعض الوضاع وکتبھم مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۳۰

[2] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ الخلیلی النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۰

[3] " " " " " " " " " " " " ۲/ ۴۷۱

www.alahazratnetwork.org

الصغیر فھی سلسلۃ الکذب وکثیرا ما یخرج منھا الثعلبی والواحدی. ولکن قال ابن عدی فی الکامل للکلبی احادیث صالحۃ وخاصۃ عن ابی صالح وھو معروف بالتفسیر ولیس لاحد تفسیر اطول منہ ولا اشبع، وبعدہ مقاتل بن سلیمان الا أن الکلبی یفضل علیہ لما فی مقاتل من المذاھب الردیئۃ وطریق الضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطعۃ فان الضحاک لم یلقہ فان انضم الی ذلک روایۃ بشر بن عمارۃ عن ابی روق عنہ فضعیفۃ لضعف بشر، وقد اخرج من ھذہ النسخۃ کثیرا ابن جریر وابن ابی حاتم، وان کان من روایۃ جویبر عن الضحاک فأشد ضعفا لان جویبرا شدید الضعف متروک[1] الخ قال: ورأیت عن فضائل الامام الشافعی لابی عبد اللہ محمد بن احمد بن شاکر القطان أنہ اخرج بسندہ من طریق بن عبد الحکم قال سمعت الشافعی یقول لم یثبت عن ابن عباس فی التفسیر الاشبیہ

تو یہ جھوٹ کا سلسلہ ہے، اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ ثعلبی اور واحدی اس سلسلہ سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن ابن عدی نے کامل میں فرمایا کلبی کی احادیث قابل قبول ہیں اور خصوصًا ابوصالح کی روایت سے اور وہ تفسیر کے سبب معروف ہیں اور کسی کی تفسیر ان سے زیادہ طویل اور بھرپور نہیں، اور ان کے بعد مقاتل بن سلیمان ہیں، مگر کلبی کو ان پر اس لئے فضیلت ہے کہ مقاتل کے یہاں ردّی خیالات ہیں، اور سند ضحاک بن مزاحم عن ابن عباس منقطع ہے اس لئے کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات نہ کی پھر اگر اس کے ساتھ روایت بشر بن عمارہ عن ابی روق مل جائے تو بوجہ ضعفِ بشر ضعیف ہے، اس نسخہ سے بہت حدیثیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تخریج کیں اور اگر جویبر کی کوئی روایت ضحاک سے ہو تو سخت ضعیف ہے اس لئے کہ جویبر شدید الضعف متروک ہے، انھوں نے کہا اور میں نے فضائل امام شافعی مصنفہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن شاکر قطان میں دیکھا کہ انھوں نے اپنی سند بطریق ابن عبد الحکم روایت کیا کہ ابن عبد الحکم نے فرمایا میں نے امام شافعی کو فرماتے سُنا کہ ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی تفسیر میں تقریبًا سو حدیثیں

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۷۱ و ۴۷۲

www.alahazratnetwork.org

بمائۃ حدیث۔[1]

قلت وھذہ معالم التنزیل للامام البغوی مع سلامۃ حالھا بالنسبۃ الی کثیر من التفاسیر المتداولۃ ودنوھا الی المشرع الحدیثی یحتوی علی قناطیر مقنطرۃ من الضعاف والشواذ والواھیات المنکرۃ وکثیرا ماتدور اسانیدھا علی ھؤلاء المذکورین بالضعف والجرح کالثعلبی والواحدی والکلبی والسدی ومقاتل وغیرھم ممن قصصنا علیک اولم نقصص فما ظنک بالذین لااعتناء لھم بعلم الحدیث ولااقتدار علی نقد الطیب من الخبیث کالقاضی البیضاوی وغیرہ ممن یحذو حذوہ، فلا تسئل عما عندھم من اباطیل لازمام لھا ولاخطام دع عنک ھذا ایالیتھم اقتصروا علی ذٰلک لکن بعضھم تعدوا ماھنالک وسلکوا مسالک تجر الی مھالک فادلجوا فی تفسیر القرآن ما تقف لہ الشعر وتنکرہ القلوب وتمجہ الاذان اذ قرن واقصص الانبیاء الکرام والملٰئکۃ العظام علیھم الصلوٰۃ والسلام

ثابت ہیں۔

میں کہوں گا اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی رائج تفسیروں کے مقابل غلطیوں سے محفوظ ہے اور طرفہ حدیث سے قریب ہے بہت ضعیف و شاذ اور واہی منکر روایتوں پر مشتمل ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف وجرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے ثعلبی، واحدی، کلبی، سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان انکے ساتھ کیسا ہے جنھیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور ستھرے کو میلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھو جن کے لئے نہ لگام ہے نہ بندش کی رسی، اس خیال کو اپنے سے دور رہنے دو، کاش یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف کھینچ کر لے جائیں تو انھوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کردیں جن سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل انھیں ناپسند کرتے اور کان انھیں پھینکتے ہیں اس لئے

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثمانون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۷۲

www.alahazratnetwork.org

بما ینقض عصمتهم وینقص او یزیل عن قلوب الجهال عظمتهم کما یظهر علیٰ ذٰلك من راجع قصة اٰدم وحواء وداؤد واوریا و سلیمان والجسد الملقی والالقاء فی الامنیة والغرانقة العُلیٰ وهاروت و ماروت و ما ببابل جری فبالله التعوذ و الیه المشتکی فاصابهم فی ذٰلك ما اصاب اهل السیر والملاحم فی نقل مشاجرات الصحابة، اذ جاء کثیر منها مناقضا للدین وموهنا للیقین و ازداد دخنا علی دخن وهنات علی هنات ان اطلع علی کلامهم بعض من لیس عنده آثارة من علم ولامتانة من حلم فضل و أضل اما اغترارًا بکلماتهم جهلا منه بما فیه من الوبال البعید والنکال الشدید واما ظلمًا وعلوًّا لاجتراءه بذلك علی ابانة ما فی قلبه المرض من تنقیص الانبیاء وتفسیق الاولیاء فمضی علیه الکبیر و نشاء علیه الصغیر

انبیاء کرام وملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے اس کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہوجاتی ہے یا زائل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات آدم و حوا و داؤد و اوریا اور سلیمان اور ان کی کرسی پر پڑے ہوئے جسم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کے دوران شیطان کے القاء اور غرانیق عُلیٰ کے واقعات اور ہاروت وماروت اور بابل کا ماجرا کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہے تو اللہ ہی کی پناہ اور اسی سے انکی شکایت ہے تو ان کو ان باتوں سے وہ مرض لگا جو مصنفینِ واقعاتِ سیرت و مغازی کو صحابہ کے اختلافات کو نقل کرنے سے لگا اس لئے کہ بہت باتیں دین کے مخالف اور ایمان کو کمزور کرنے والی ان لوگوں سے ظاہر ہوئیں اور فساد پر فساد اور خطاؤں پر خطائیں یُوں بڑھ گئیں کہ ان لوگوں کے کلام کی اطلاع کچھ ان لوگوں کو ہوگئی جن کے پاس نہ کچھ بچا کھچا علم تھا نہ عقل کی پختگی، تو وہ خود گمراہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا یا تو ان کے کلمات سے دھوکا کھا کر اس کے وبال شدید وسخت عذاب سے بے خبری میں یا ظلم وسرکشی کی وجہ سے اس لئے کہ ان باتوں سے انھیں اس کے اظہار کی جُرأت ہوئی جو انبیاء کی تنقیص اور اولیاء کی تفسیق ان کے دل میں تھی تو اس پر بڑے گزرے اور چھوٹے پروان چڑھے اور یہ

www.alahazratnetwork.org

فاختل دین کثیر من الناقصین وصاروا شراً من العوام العامین اذ لم یقدروا علی مطالعتہا فنجوا عن فتنتہا وقد بذل علماء نا النصح للشقلین فشددوا النکیر علی کلا الفریقین اعنی التفاسیر الواھیۃ والسیر الداھیۃ فاعلنوا انکارھا وبینوا اعوارھا کالقاضی فی الشفاء والقاری فی الشرح والخفاجی فی النسیم والقسطلانی فی المواھب والزرقانی فی الشرح والشیخ فی المدارج وغیرھم فی غیرھا رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، والحمد للہ رب العالمین، ولقد الان القول ابوحیان اذ قال کما نقل الامام السیوطی ان المفسرین ذکروا ما لایصح من اسباب نزول واحادیث فی الفضائل و حکایات لاتناسب وتواریخ اسرائیلیۃ ولاینبغی ذکرھذا فی علم التفسیر[1] انتہی، واعلم ان ھناک اقواما یعتریھم نزغۃ فلسفیۃ لما افنوا عمرھم فیھا وظنوھا شیئا شھیا فیولعون بابداء احتمالات

عامی لوگوں سے بدتر ہوگئے کہ عامیوں کو ان کتابوں کے مطالعہ کی قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنہ سے بچے رہے اور بے شک ہمارے علمائے نے دونوں فریقوں کو بھرپور نصیحت کی چنانچہ انھوں نے دونوں فریق کی سخت مذمت کی یعنی واہی تفاسیر اور سیرت کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انھوں نے ان کتابوں کا ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ان کا عیب کھولا جیسے علامہ قاضی عیاض نے شفا میں اور علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زرقانی نے اسکی شرح میں اور علامہ قاری نے شرح شفا میں اور شیخ (محقق عبدالحق محدث دہلوی) نے مدارج میں اور دوسروں نے دوسری تصانیف میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین والحمد للہ رب العلمین، اور یقیناً ابوحیان نے بات کو سہل ونرم کیا کہ انھوں نے کہا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل میں وہ حدیثیں ثابت نہیں اور نامناسب حکایات اور تواریخ اسرائیلی کو ذکر کیا ہے حالانکہ اس کا ذکر تفسیر میں مناسب نہیں، اور تم جان لو کہ اس جگہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنھیں فلسفی وسوسے آتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے اپنی عمر اس میں فنا کی اور اسے مرغوب شے گمان کیا تو ان کو دور از کار

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۶۳

www.alahazratnetwork.org

بعیدۃ ولو لم یکن فیہا حلاوۃ ولا علیہا طلاوۃ حتی ذکر بعضہم فی قولہ تعالٰی "وانشق القمر"[1] ما تعلقت بہ جہلۃ النصارٰی وأخرون ممن یتلجلجون فی الایمان فیلہجون بکلمۃ الاسلام وفی قلوبہم من بغض النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانکار معجزاتہ جبال عظام فانا للہ وانا الیہ راجعون ھذا الذی أعیی السیوطی حتی تبرأ عنہا کلہا واقتصر علی الارشاد الی تفسیر ابن جریر کما صرنقلہ کما تضجر الذہبی عن خلاعۃ اکثر السیر والتواریخ فعافہا عن اٰخرہا واطمأن الی دلائل البیہقی قائلا انہ النور کلہ وقد دبّت ھذہ الفتنۃ الصمّاء والبلیۃ العمیاء الی کثیر من متاخری المتکلمین الذین اشتد عنایتہم بالتفلسف الخبیث ولم یحصلوا بصیرۃ فی صناعۃ الحدیث حتی انہم یذکرون فی بعض المسائل فضلا عن الدلائل ما لیس من السنۃ فی شئ واما

احتمالوں کو ظاہر کرنے کی لت ہے اگرچہ ان میں شیرینی ہو نہ ان پر رونق ہو، یہاں تک کہ کسی نے قول باری تعالٰی وانشق القمر (اور چاند شق ہوگیا) کی تفسیر میں وہ بات ذکر کی جس سے جاہل نصرانی اور دوسرے وہ لوگ جو ایمان میں ثابت نہیں اس لئے زبان سے کلمۂ اسلام پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے دلوں میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عداوت اور ان کے معجزات کے انکار کے بڑے پہاڑ ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون (ہم اللہ ہی کے ہیں اور ہمیں اسی کی طرف پھرنا ہے) یہی سبب تھا کہ سیوطی اس درجہ عاجز ہوئے کہ تمام تفسیروں سے بیزاری فرمائی اور صرف تفسیر ابن جریر کی طرف رہنمائی پر بس کیا جیسا کہ اس کی حکایت گزری جس طرح ذہبی سیرت اور تاریخ کی اکثر کتابوں کی بے شرمی سے پریشان ہوئے تو انھوں نے اوّل سے آخر تک سب کو چھوڑا اور دلائلِ بیہقی پر مطمئن ہوئے اور فرمایا وہ سراسر نور ہے، اور یہ شدید فتنہ اور ہمہ گیر بلا بہت سے متاخر متکلمین کی طرف سرایت کرگئی (جن کی زیادہ توجہ خبیث فلسفہ پر تھی) اور انھوں نے فنِ حدیث میں بصیرت حاصل نہ کی یہاں تک کہ یہ لوگ کچھ مسائل میں چہ جائیکہ دلائل میں وہ باتیں ذکر کرتے ہیں جو باتیں سنت سے نہیں۔ رہ گیا

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/۱

www.alahazratnetwork.org

مابینہم من قیل وقال وکثرۃ السوال و الشبہ والجدال ع

فکن حذورًا ولا تسئل عن الخبر اوہ علی اللہ الشکوٰی۔

فلقد بلغ الامر الی ان الناظر فی تلک الکتب لا یکاد یعرف ان ھذا مما جاء بہ ارسطو وافلاطون او ما جاء بہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد ثقل صنیعھم ھذا علی العلماء المحتمین للدین ان الامام العامل بعلمہ سیدی الشیخ المحقق لما رأی ذٰلک منھم فی مسئلۃ المعراج لم یتمالک نفسہ ان اغلظ القول فیھم الی سماھم ان سماھم ضالین مضلین ولم یکن بدعًا فی ذٰلک بل سبقہ فی اقامۃ الطامۃ الکبرٰی علیھم ائمہ تشار الیھم بالبنان وتقوم بھم ارکان الایمان کما فصلہ الملا علی القاری فی شرح الفقہ الاکبر ان شئت فطالعہ فانک اذا رأیت ثم رأیت عجبا کبیرا ومن ھذا القبیل ما ذکرہ بعضھم فی مشاجرات الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم اذ نسب القول بتفسیق کثیر منھم حتی بعض العشرۃ المبشرۃ ایضًا

جو کچھ ان کے درمیان قیل وقال اور کثرتِ سوال و شبہات وجدال ہیں۔

ان سے بہت ڈرتے رہو اور ان کی حالت نہ پوچھو آہ اللہ ہی سے فریاد ہے۔

اس لئے کہ نوبت یہاں پہنچی کہ ان کتابوں کو دیکھنے والا یہ جانتا ہوا نہیں لگتا ہے کہ یہ بات ارسطو اور افلاطون لائے یا یہ وہ ہے جسے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم لائے اور ان کا یہ معاملہ دین کے لئے حمیت والے علماء پر شاق گزرا یہاں تک کہ امام عالم باعمل سیدی شیخ محقق (عبد الحق محدث دہلوی) نے مسئلہ معراج میں جب ان کی یہ روش دیکھی تو انھیں اپنے اوپر قابو نہ رہا انھوں نے ان لوگوں کے بابت سخت کلام فرمایا یہاں تک کہ انھیں گمراہ و گمراہ گر کا نام دیا اور اس میں وہ نئے نہیں بلکہ ان سے پہلے ان پر قیامت کبرٰی ان پیشواؤں نے قائم کی جن کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اور جن سے ایمان کے ستون قائم ہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اس کو مفصل بیان فرمایا ہے تم چاہو تو اس کا مطالعہ کرو اس لئے کہ جب تم اس مقام کو دیکھو گے تو بڑی عجیب بات دیکھو گے، اور اسی قبیل سے وہ ہے جو بعض لوگوں نے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اختلافات میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے بہت صحابہ کے یہاں تک کہ دس صحابہ مژدہ یافتگان

www.alahazratnetwork.org

الی کثیر من اھل السنۃ والجماعۃ وھم واللہ ما قالوا ولا اذنوا فالحق ان الدین لا یقوم الا بالحدیث والحدیث مضلۃ الا للفقیہ والفقہ لا یحصل باتباع الشبہ وتحکیم العقل السفیہ نجانا اللہ والمسلمین عن شر الجہل و شر العلم فان شر العلم ادھی وأمرّ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم وانما اطبنا الکلام فی ھذا المقام حوطًا علی السنن وکراھۃ للفتن ان تروج علی المؤمنین او ترعرع الی الدین فیفسد الیقین الا فعض علیہ بالنواجذ فالنصیح غیر مفتون و ایاك ان تخالفہ وان افتاك المفتون۔

جنت میں سے کچھ کے فسق کا قول بہت سُنّی علماء کی طرف منسوب کیا حالانکہ انھوں نے قطعاً خدا کی قسم یہ بات نہ کہی نہ کسی کے لئے روا رکھی تو حق یہ ہے کہ دین کا نظام تو حدیث سے ہے اور حدیث سے فقیہ کے سوا سب کو گمراہی کا اندیشہ ہے اور فقہ اثبات شبہات اور نادان عقل کو حاکم بنا کر حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالٰی ہمیں اور سب مسلمانوں کو جہل کی شر اور علم کی شر سے بچائے اس لئے کہ علم کی شر بہت سخت اور بہت تلخ ہے اور برائی سے پھرنا اور نیکی کی قدرت اللہ ہی سے ہے جو غلبے والا حکمت والا ہے اور ہم نے اس مقام میں کلام طویل سنّت کی حفاظت کے لئے اور اس بات کی کراہیت کے سبب کیا کہ فتنے مسلمانوں میں رواج پائیں یا دین کی طرف چلے آئیں تو ایمان بگڑ جائے، سُنتا ہے تو اس کو مضبوطی سے پکڑ لو کہ نصیحت پکڑنے والا گمراہ نہیں ہوتا، اور خبردار اس کی مخالفت نہ کرنا اگرچہ فتوٰی دینے والے فتوٰی دیں۔

ایقاظ مھم اعیذك باللہ ان یستفزك الوھم عن الذی القینا علیك فتفتری علینا غیرہ او یوسوسك قلۃ الفھم انا لا نکترث للتفسیر ولا نلتفت لہ

ضروری تنبیہ: میں تمھیں اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں اس بات سے کہ تمھیں وہم اس بات سے ڈگمگا دے جو ہم نے تم پر القاء کیا، تو تم ہم پر اس سے جُدا بات کا بُہتان باندھو یا فہم کی کمی یہ وسوسہ ڈالے کہ ہم تفسیر کی پرواہ نہیں کرتے اور

www.alahazratnetwork.org

بالاولا نسلم له خیرہ وانما المعنی أن غالب الزبر المتداولة لا تسلم من الدخیل وتجمع من الاقوال کل صحیح و علیل فمجرد حکایتها لا یوجب التسلیم ولا یصد الناقد عن نقد السقیم فما ھی عندنا أسوء حالا من اکثر کتب الاحادیث اذ نعاملها مرۃ بالترک ومرۃ بالاحتجاج لما نعلم انها ترد کل مورد فتحمل تارۃ عذبا فراتا وتاتی مرۃ بملح اجاج، و بالجملة فالامر یدور علی نظافة الحدیث سندًا و متنًا فاینما وجدنا الرطب اجتنینا وان کان فی منابت الحنظل وحیثما رأینا الحنظل اجتنبنا وان نبت فی مسیل العسل۔

ولقد علمت أن اکثر ھذا الداء العضال انما دخل التفاسیر من باب الاعضال وفی امثال تلک المحال اذا لم یعرف السند یؤل الامر الی نقد المقال فما کان منها یناضل النصوص ویرد المنصوص اوفیه ازراء بالرسل والانبیاء او غیر ذلک مما لا یحتمل علمنا انه قول مغسول

اس کا ہمیں کوئی خیال نہیں اور ہم اس کی اچھی بات بھی نہیں مانتے، مقصد صرف اتنا ہے کہ اکثر کتب متداولہ دخیل سے محفوظ نہیں اور وہ ہر صحیح وسقیم قول کو اکٹھا کرتی ہیں تو ان کتابوں میں کسی قول کی مجرد حکایت اس کو مان لینا واجب نہیں کرتی اور پرکھنے والوں کو کھوٹے کی پرکھ سے نہیں روکتی تو یہ ان کتابوں کا حال ہمارے نزدیک حدیث کی اکثر کتابوں سے زیادہ بُرا نہیں اس لئے کہ ہم ان کے ساتھ کبھی کسی قول کو چھوڑنے اور کبھی کسی کو حجت بنانے کا معاملہ کرتے ہیں یوں کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ ہر گھاٹ پر اترتی ہیں تو کبھی میٹھا پانی اٹھا لیتی ہیں اور کبھی سخت کھاری پانی جس سے منہ جل جائے لاتی ہیں، بالجملہ مدارِ کار حدیث کی نظافت (پاکیزگی) سند ومتن کے لحاظ سے ہے تو جہاں کہیں ہم میٹھا پھل پائیں گے اسے چُن لیں گے اگرچہ وہ کسی خراب جگہ اگا ہو اور جہاں کہیں کڑوا پھل دیکھیں گے تو اس کو چھوڑ دیں گے اگرچہ وہ شہد کی نہر میں اگا ہو۔

اور یقیناً تمہیں معلوم ہے کہ اس لاعلاج مرض کا بیشتر حصہ تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات میں جب سند معروف نہ ہو تو کار بات کو پرکھنا ہے تو جو بات نصوص سے ٹکراتی اور منصوص کو رد کرتی ہو یا اس میں رُسل وانبیاء کی تنقیص ہو یا اور کوئی بات جو قابلِ قبول نہ ہو ہم جان لیں گے کہ یہ قول دھو دینے کے قابل ہے اور اگر

www.alahazratnetwork.org

وان کان بریئا من الآفات نقیا من العاهات قبلناہ علی تفاوت عظیم بین قبول وقبول ولیس ھذا من باب ما نھینا عنہ من الاجتراء علی التفسیر بالآراء و معاذ اللہ ان نجترئ علیہ فان علم التفسیر اشد عسیر و یحتاج فیہ الی ما لیس بحاصل ولا میسیر کما قد فصل بعضہ العلامۃ السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وکذٰلک اذا اتانا منھا ما فیہ العدول عن ظاھر المدلول وصح ذٰلک عمن لا یسعنا خلافہ اوکانت ھناک خلۃ لاتنسد الا بہ تعین القبول والا فدلالۃ کلام اللہ تبارک وتعالٰی احق بالتعویل من قال وقیل ھذا الذی قصد فلا تنقص ولا تزد۔

قال الامام السیوطی[1] قال بعضھم فی جواز تفسیر القرآن بمقتضی اللغۃ روایتان عن احمد و قیل الکراھۃ تحمل علی صرف الاٰیۃ عن ظاھرھا الی معان خارجۃ محتملۃ یدل علیھا القلیل من کلام العرب ولا یوجد غالبًا الا فی الشعر ونحوہ و یکون المتبادر خلافھا اھ۔

اور اگر خرابیوں سے بری، علتوں سے پاک ہو ہم اسے قبول کرلیں گے باوجودیکہ اسے قبول کرنے میں اور دوسرے قول کو قبول کرنے میں عظیم تفاوت ہے اور یہ تفسیر بالرائے کے باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا، اور اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرأت کریں اس لئے کہ علم تفسیر سخت دشوار ہے اور اس میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور نہ اس کا حاصل ہونا آسان ہے جیسا کہ ان علوم ضروریہ میں سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمائی ہے اور یونہی جب ہمیں ان میں کوئی قول ایسا پہنچے جس میں ظاہر معنٰی سے عدول ہو اور وہ اس سے ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچتا یا کوئی حاجت ہو جو ظاہر سے عدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے قبول کرنا متعین ہے ورنہ کلام الٰہی کی دلالت قیل وقال سے اعتماد کی زیادہ حقدار ہے یہی ہمارا مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔

امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا، بعض علماء نے فرمایا کہ مقتضائے لغت کے مطابق قرآن کی تفسیر کے جواز میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں اور کچھ کا قول یہ ہے کہ کراہت اس پر محمول ہے کہ آیت کو اس کے ظاہری معنٰی سے پھیر کر ایسے معانی خارجہ محتملہ پر محمول کرے جن پر قلیل کلام عرب دلالت کرتا ہو اور وہ غالبًا اور اس کے مثل کلام کے سوا عام بول چال میں نہ پائے جائیں اور ذہن کا تبادر اس کے خلاف ہو اھ۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۴۴

www.alahazratnetwork.org

وقال عن برهان الزرکشی "کل لفظ احتمل معنیین فصاعدا فھو الذی لا یجوز لغیر العلماء الاجتھاد فیہ، وعلیھم اعتماد الشواھد والدلائل دون مجرد الرأی، فان کان احد المعنیین اظھر وجب الحمل علیہ الا ان یقوم دلیل علی ان المراد ھو الخفی اھ[1]۔

وقال "قال العلماء یجب علی المفسر أن یتحری فی التفسیر مطابقۃ المفسر وأن یتحرز فی ذلک من نقص عما یحتاج الیہ فی ایضاح المعنی أو زیادۃ لا تلیق بالغرض ومن کون المفسر فیہ زیغ عن المعنی وعدول عن طریقہ وعلیہ بمراعاۃ المعنی الحقیقی والمجازی، ومراعاۃ التالیف والغرض الذی سیق لہ الکلام[2] الخ۔

اور سیوطی نے برہان سے حکایت کیا، ہر وہ لفظ جو دو یا دو سے زائد معنی کا احتمال رکھے اس میں تو غیر علماء کو اجتہاد جائز نہیں اور علماء کو لازم ہے کہ وہ شواہد و دلائل پر بھروسہ کریں نہ کہ محض رائے پر، تو اگر دو معنی میں سے ایک ظاہر تر ہے تو اسی پر محمول کرنا واجب ہے مگر یہ کہ دلیل قائم ہو کہ مراد خفی ہی ہے اھ۔

اور فرمایا: علماء کا قول ہے کہ مفسر پر واجب ہے کہ وہ تفسیر میں یہ تجویز کرے کہ تفسیر لفظ مفسر کے مطابق ہو اور اس سے کم کرنے سے بچے جس کی حاجت توضیح مراد کے لئے ہو اور ایسے لفظ کو زیادہ کرنے سے احتراز کرے جو مقصد کے مناسب نہ ہو، اور اس بات کی احتیاط رکھے کہ تفسیر میں معنی سے انحراف اور اس کی راہ سے عدول نہ ہو، اور اس پر لازم ہے کہ معنی حقیقی و مجازی کی رعایت کرے اور ترکیب اور اس غرض کی جس کے لئے کلام ذکر کیا گیا رعایت رکھے۔

المقدمۃ الثالثۃ

کثیرا ما تری المفسرین یذکر بعضھم تحت الآیۃ وجھا من التاویل والبعض الآخرون وجھا آخر وربما جمعوا وجوھا کثیرۃ، وغالبہ لیس من باب الاختلاف

مقدمہ سوم

مفسرین کو تم بہت دیکھو گے کہ ان میں سے کوئی آیت کے تحت کوئی وجہ تاویل ذکر کرتا ہے اور بعض دوسرے دوسری وجہ ذکر کرتے ہیں اور کبھی بہت سی وجوہ جمع کر دیتے ہیں اور بیشتر وجوہ اختلاف و تردد کے

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۵۳

[2] " " " " " " " " ۲/ ۴۶۱

www.alahazratnetwork.org

او التردد المانع عن التمسك بأحدها لاسیما الاظهر الانور منها و انما هو تفنن فی المرام أو بیان لبعض ما ینتظمه الکلام و ذٰلك ان القرآن ذو وجوه وفنون و لکل حرف منه غصون و شجون و له عجائب لاتنقضی و معان تمد و لاتنتهی، فجاز الاحتجاج به علٰی کل وجوهه و هذا من اعظم نعم اللہ سبحٰنه وتعالٰی علینا و من ابلغ وجوه اعجاز القرآن و لو کان الأمر علٰی خلاف ذٰلك لعادت النعمة بلیة والاعجاز عجزًا والعیاذ باللہ تعالٰی وقد وصف اللہ سبحٰنه وتعالٰی القرآن بالمبین فلیس تنوع معانیه کتذبذب المحتملات فی کلام مبهم مختلط لایستبین المراد منه، و لقد قال اللہ تبارك وتعالٰی قل لوکان البحر مدادًا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثله مددًا[1]۔ و قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم علٰی ما اخرج ابو نعیم وغیره

باب سے نہیں جس میں سے کسی کو اخذ کرنا دوسری سے تمسک کا مانع ہو خصوصًا ان میں جو ظاہر تر اور روشن تر ہو بلکہ یہ وجوہ بیان مقصد میں تفنّنِ عبارت ہے یا کلام جن وجوہ کو شامل ہے اس میں سے کچھ کو بیان کردینا ہے اور یہ اس لئے کہ قرآن مختلف وجوہ رکھتا ہے اور اس کے ہر لفظ کے متعدد معانی ہیں اور اس کے عجائب ختم نہیں ہوتے اور معانی بڑھتے ہیں اور کسی حد پر نہیں تھمتے، لہٰذا اس کی تمام وجوہ کو حجت بنانا جائز ہے اور یہ ہمارے لئے اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک ہے اور قرآن کے اعجاز کے اسباب بلیغہ سے ایک سبب ہے، اور اگر معاملہ اس کے برخلاف ہوتا تو نعمت مصیبت ہوجاتی اور اعجاز عجز ہوجاتا والعیاذ باللہ تعالٰی، اور اللہ تعالٰی نے قرآن کا وصف مبین فرمایا ہے تو اس کے معانی کا قسم قسم ہونا کلام مبہم میں جس کی مراد ظاہر نہ ہو محتملات کے تردد کی طرح نہیں اور یقینًا اللہ تبارك وتعالٰی فرماتا ہے، اے محبوب! تم فرماؤ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے روشنائی ہوجائے تو سمندر ختم ہوجائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم اس جیسا اور اس کی مدد کو لے آئیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جیسا کہ ابونعیم وغیرہ نے حضرت

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۰۹

www.alahazratnetwork.org

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما القرآن ذلول ذو وجوہ فاحملوہ علٰی احسن وجوھہ[1]۔ وقال سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کما اخرج ابن ابی حاتم عنہ ان القرآن ذو شجون وفنون وظہور وبطون لاتنقضی عجائبہ ولا تبلغ غایتہ[2] الحدیث۔

ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا قرآن نرم و آسان ہے مختلف وجوہ والا ہے تو اسے اس کی سب سے اچھی وجہ پر محمول کرو۔ اور سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا جیسا کہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی قرآن مختلف معانی و مطالب اور ظاہری و باطنی پہلو رکھتا ہے، اس کے عجائب بے انتہا ہیں اسکی بلندی تک رسائی نہیں (الحدیث)۔

قال السیوطی قال ابن سبع فی شفاء الصدور ورد عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال لا یفقہ الرجل کل الفقہ حتی یجعل للقرآن وجوھا، وقد قال بعض العلماء لکل اٰیۃ ستون الف فہم[3] انتہی ملخصا۔ وللہ در الامام البوصیری حیث یقول ؎

لہا معان کموج البحر فی مدد
وفوق جوہرہ فی الحسن والقیم
فلا تعد ولا تحصٰی عجائبہا
ولا تسام علی الاکثار بالسام[4]

سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابن سبع نے شفاء الصدور میں فرمایا کہ ابو الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک کامل فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے مختلف وجوہ نہ جان لے، اور بعض علماء کا قول ہے کہ ہر آیت کے ساٹھ ہزار مفہوم ہیں، اور امام بوصیری کی خوبی اللہ ہی کے لئے ہے کہ وہ فرماتے ہیں قرآنی آیات کے وہ معانی کثیر ہیں جیسے سمندر کی موج افزائش میں۔ اور وہ حسن و قیمت میں سمندر کے گہر سے بڑھ کر ہیں تو ان آیتوں کے عجائب کی نہ گنتی ہو سکے نہ شمار میں آئیں، اور اس کثرت کے باوجود ان سے اکتانے کا معاملہ نہیں کیا جاتا۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ ابی نعیم وغیرہ عن ابن عباس النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۴۶، ۴۴۷

[2] " " " النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۶۰

[3] " " " " " " " " " " ۲/ ۴۶۰

[4] الکوکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات، ہند ص ۴۰

www.alahazratnetwork.org

فثبت بحمد الله ان بعض معانیه لاینافی بعضا ولا یوجب وجه لوجه رفضا من جراء هذا تری العلماء لم یزالو محتجین علی احد التاویلات ولم یمنعهم عن ذلك علمهم بان هناك وجوها اُخر لا تعلق لها بالمقام وعلام کان یصدهم وقد علموا ان القرآن حجة بوجوهه جمیعا ولیس هذا الا تفننا وتنویعا هذا هو الاصل العظیم الذی یجب المحافظة علیه انبأنا المولی السراج عن المفتی الجمال عن السند السندی عن الشیخ صالح عن محمد بن السنة وسلیمان الدرعی عن الشریف محمد بن عبد الله عن السراج بن الالجائی عن البدر الکرخی والشمس العلقمی کلهم عن الامام جلال الملة والدین السیوطی قال فی الاتقان ناقلا عن ابن تیمیة الخلاف بین السلف فی التفسیر قلیل وغالب ما یصح عنهم من الخلاف یرجع الی اختلاف تنوع لا اختلاف تضاد۔ و ذلك صنفان:

احدهما ان یعبر و احد منهم عن المراد بعبارة غیر عبارة صاحبه تدل علی معنی فی المسمی غیر المعنی الاخر مع اتحاد المسمی

اب بحمد اللہ ثابت ہوا کہ اس قرآن کا کوئی معنی دوسرے کے منافی نہیں اور کوئی وجہ دوسری وجہ کو چھوڑ دینا واجب نہیں کرتی اسی وجہ سے تم دیکھو گے کہ علماء ایک تاویل پر بنائے دلیل رکھتے ہیں اور اس بات سے باز نہیں رکھتا انھیں ان کا یہ علم کہ اس جگہ دوسری وجوہ بھی جن کو ان کے مقصد سے تعلق نہیں، اور کاہے کو باز رکھے حالانکہ انھیں خبر ہے کہ قرآن اپنی تمام وجوہ پر حجت ہے اور یہ اختلافِ وجوہ تو محض تفننِ کلام و تلونِ عبارت ہے۔ ہمیں خبر دی مولٰی سراج نے مفتی جمال سے انھوں نے سند سندی سے انھوں نے شیخ صالح سے انھوں نے محمد بن السنۃ اور سلیمان درعی سے انھوں نے شریف محمد بن عبد اللہ سے انھوں نے سراج بن الالجائی سے انھوں نے بدر کرخی و شمس علقمی سے، ان سب نے جلال الملۃ والدین سیوطی سے روایت کی کہ انھوں نے اتقان میں ابن تیمیہ سے نقل فرمایا کہ تفسیر میں سلف کے درمیان اختلاف کم ہے اور اکثر اختلاف جو سلف سے ثابت ہے اختلاف طرز تعبیر کی طرف لوٹتا ہے متضاد باتوں کا اختلاف نہیں اور یہ (تعبیروں کا اختلاف) دو صنف ہے:

ان میں سے ایک صنف یہ کہ ان لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت سے کرے جو اس کے ساتھی کی عبارت سے جداگانہ ہو اور معنی ایک ہو جیسے علماء نے

www.alahazratnetwork.org

کتفسیرھم "الصراط المستقیم" بعض بالقرآن أی اتباعه وبعض بالاسلام فالقولان متفقان لأن دین الاسلام ھو اتباع القرآن، ولکن کل منھا نبه علی وصف غیر الوصف الاخر کما ان لفظ الصراط یشعر بوصف ثالث، وکذلك قول من قال ھو السنة والجماعة وقول من قال ھو طریق العبودیة وقول من قال ھو طاعة الله ورسوله و أمثال ذلك فھؤلاء کلھم اشاروا الی ذات واحدة ولکن وصفھا کل منھم بصفة من صفاتھا۔

الصراط المستقیم کی تفسیر کی کسی نے قرآن کہا یعنی قرآن کی پیروی اور کسی نے اسلام تو یہ دونوں قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لئے کہ دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے کے وصف سے جدا ایک وصف پر متنبہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے وصف کی خبر دیتا ہے اسی طرح اس کی بات جس نے یہ کہا تھا کہ صراطِ مستقیم مسلک اہلسنت و جماعت ہے اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ طریقِ بندگی ہے اور اس کا قول جو بولا کہ وہ اللہ و رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی اطاعت ہے اور جیسے اس طرح کے دوسرے اقوال اس لئے کہ ان سب نے ایک ذات کی طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک صفت اس کی صفات سے بیان کر دی۔

الثانی ان یذکر کل منھم من الاسم العام بعض انواعه علی سبیل التمثیل وتنبیه المستمع علی النوع لاعلی سبیل الحد المطابق للمحدود فی عمومه و خصوصه مثاله ما نقل فی قوله تعالٰی "ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا الاٰیة فمعلوم أن الظالم لنفسه یتناول المضیع للواجبات والمنتھك للحرمات والمقتصد یتناول فاعل

دوسری صنف یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخاطب کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر کرنا ذات اس کے عموم و خصوص میں ذات کی حد تام و تعریف تمام کے طور پر نہ ہو اس کی مثال وہ جو اللہ تعالٰی کے قول ثم اورثنا الکتٰب الذین اصطفینا الاٰیة کی تفسیر میں منقول ہوا اس لئے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات کو ضائع کرے اور حرمتوں کو توڑے اور مقتصد

www.alahazratnetwork.org

الواجبات وتارك المحرمات، و السابق يدخل فيه من سبق فتقرب بالحسنات مع الواجبات فالمقتصدون اصحاب اليمين والسابقون السابقون اولئك المقربون، ثم ان كلا منهم يذكر هذا فی نوع من انواع الطاعات كقول القائل السابق الذی يصلی فی اول الوقت، و المقتصد الذی يصلی فی اثنائه. والظالم لنفسه الذی يؤخر العصر الی الاصفرار او يقول السابق المحسن بالصدقة مع الزكوٰة، والمقتصد الذی يؤدی الزكوٰة المفروضة فقط، والظالم مانع الزكوٰة اھ[1]۔

واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ حسنات سے اللہ کی قربت حاصل کرے تو مقتصد لوگ دہنے ہاتھ والے ہیں اور سابق سابق ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو انواع عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا، سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے اور مقتصد وہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک مؤخر کردے۔ اور کوئی کہے، سابق وہ ہے جو صدقہ نفل زکوٰۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقتصد وہ ہے جو صرف زکوٰۃ فرض دے، اور ظالم وہ ہے جو زکوٰۃ نہ دے اھ۔

وعن الزركشی "ربما يحكی عنهم عبارات مختلفة الالفاظ فيظن من لا فهم عنده ان ذٰلك اختلاف محقق فيحكيه اقوالا، و ليس كذٰلك بل يكون كل واحد منهم ذكر معنی من الاٰية لكونه اظهر عنده او اليق بحال السائل وقد يكون بعضهم يخبر عن الشئ بلازمه ونظيره والاخر بمقصوده

اور سیوطی نے زرکشی سے نقل کیا بسا اوقات علمائے مختلف عبارتیں منقول ہوتی ہیں تو جو فہم نہیں رکھتا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے حالانکہ بات یوں نہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنی ذکر کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تر یا حال سائل کے زیادہ شایاں ہوتا ہے اور کبھی کوئی عالم شے کا لازم یا اس کی نظیر بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصود

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۳۸

www.alahazratnetwork.org

وثمرته والکل یؤل الی معنی واحد غالباً[1] الخ۔

وثمرہ بتاتا ہے اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے الخ۔

وعن البغوی والکواشی وغیرھما التاویل صرف الأیة الی معنی موافق لما قبلھا وبعدھا تحتملہ الأیة غیر مخالف للکتاب والسنة من طریق الاستنباط غیر محظور علی العلماء بالتفسیر کقولہ تعالٰی "انفروا خفافاً وثقالاً" قیل شبابا وشیوخا، وقیل اغنیاء وفقراء، وقیل عزابا ومتأھلین، وقیل نشاطا وغیر نشاط، وقیل اصحاء ومرضی. وکل ذٰلک سائغ والأیة تحتملہ[2] الخ، وھذا فصل عمیق بعید لو فصلنا فیہ الکلام خرج بناء عما نحن بصددہ من المراد، وفیما اوردناہ کفایة لأولی الاحلام لاسیما من لہ اجالة نظر فی کلمات المفسرین وتمسکات العلماء بالقرآن المبین۔

اور سیوطی علیہ الرحمۃ نے بغوی و کواشی وغیرہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ تاویل براہ استنباط آیت کو ایسے معنی کی طرف پھیرنا ہے جو اس کی اگلی آمد پچھلی آیت کے موافق ہو، اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو، اور وہ معنی کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو منع نہیں جنھیں تفسیر کا علم ہے، جیسے اللہ تعالٰی کے قول "انفروا خفافا وثقالاً" (یعنی کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) میں کسی نے کہا: بوڑھے اور جوان۔ اور کسی نے کہا: غنی و فقیر۔ اور کسی کا قول ہے، شادی شدہ اور مجرد۔ اور کسی کا قول ہے، چست و سست۔ اور کسی نے کہا: صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب کوچ کریں) اور یہ تمام وجوہ بنتی ہیں اور آیت سب کی محتمل ہے اور یہ فصل وسیع و عریض ہے اگر ہم اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کر دے گا جس کے ہم درپے ہیں اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں سمجھ والوں اور ان کے لئے جن کی نظر کلماتِ مفسرین اور علماء کے قرآن سے تمسکات میں رواں ہے کفایت ہے۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والسبعون دار الکتاب العربی بیروت ۲/۴۴۴

[2] " " " " " " " " " ۲/۴۴۸

www.alahazratnetwork.org

المقدمة الرابعة هذا

التاویل الذی فتحنا ابواب الکلام علی ایہانہ اعنی تفسیر الاتقی بالتقی انما ھو مروی عن ابی عبیدۃ کما صرح بہ العلامۃ النسفی رحمۃ اللہ تعالٰی فی مدارک التنزیل[1] وحقائق التاویل وابوعبیدۃ ھذا رجل نحوی لغوی من الطبقۃ السابعۃ اسمہ معمر بن المثنی کان یری رأی الخوارج وکان سلیط اللسان وقاعاً فی العلماء وتلمیذہ ابوعبید القاسم بن سلام احسن منہ حالاً وابصر منہ بالحدیث ابنأنا مفتی مکۃ سیدی عبدالرحمٰن عن جمال بن عمر عن الشیخ محمد عابد بن احمد علی عن الفلانی عن ابن السنۃ عن المولی الشریف عن محمد ابن ارکماش الحنفی عن حافظ ابن حجر العسقلانی قال فی التقریب[2] معمر بن المثنی ابوعبیدۃ التیمی مولاھم البصری النحوی اللغوی صدوق اخباری قدرمی برأی الخوارج من السابعۃ مات سنۃ ثمان ومائتین وقیل بعد ذٰلک وقد قارب المائۃ انتھی۔

چوتھا مقدمہ یہ تاویل جس کے ضعف

بتانے کے لئے ہم نے کلام کے دروازے کھولے (یعنی اتقی کی تفسیر تقی سے کرنا) یہ صرف ابوعبیدہ سے منقول ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح علامہ نسفی نے مدارک التنزیل میں کی ہے اور یہ ابوعبیدہ ایک آدمی ہے نحو ولغت کا عالم، جو ساتویں طبقہ پر ایک فرد ہے، اس کا نام معمر بن المثنی ہے، خارجیوں کا عقیدہ رکھتا تھا، اور یہ بدزبان علماء کا بدگو تھا، اور اس کے شاگرد ابوعبید قاسم بن سلام کا حال اس سے اچھا تھا اور انھیں حدیث میں اس سے زیادہ بصیرت تھی۔ مجھے مفتی مکہ سیدی عبدالرحمٰن جمال بن عمر نے خبر دی انھوں نے شیخ محمد عابد بن احمد علی عن الفلانی سے روایت کی انھوں نے ابن السنۃ سے انھوں نے مولٰی شریف سے انھوں نے محمد بن ارکماش حنفی سے انھوں نے حافظ ابن حجر عسقلانی سے روایت کی کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب میں فرمایا معمر بن مثنی ابوعبیدہ تیمی بنو تیم کا آزاد کردہ، بصری نحوی لغوی سچا ہے تاریخ کا راوی ہے اور خوارج کے مذہب سے متہم کیا گیا، طبقہ ہفتم کے علماء سے ہے ۲۰۸ھ میں انتقال ہوا، اور بعض کا قول ہے کہ اس کے بعد وفات ہوئی اور عمر تقریباً سو سال ہوئی انتہٰی۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۶۳

[2] تقریب التہذیب ترجمہ ۶۸۳۶ معمر بن المثنی دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

وقد قال ابن خلکان کما نقل الفاضل عبد الحی فی مقدمۃ[عہ] الھدایۃ ابوعبید بغیر تاء مذکور فی باب الجنایات من کتاب الحج اسمہ القاسم بن سلام ذاباع طویل فی فنون الأدب والفقہ، قال القاضی احمد بن کامل کان ابوعبید فاضلاً فی دینہ متفننا فی اصناف العلوم من القراءات والفقہ والعربیۃ والأخبار حسن الروایۃ صحیح النقل روی عن ابی زید والاصمعی وابی عبیدۃ وابن الأعرابی والکسائی والفراء وغیرھم وروی الناس من کتبہ المصنفۃ بضعۃ وعشرین فی الحدیث والقراءات والامثال ومعانی الشعر وغریب الحدیث وغیر ذٰلک، ویقال انہ اول من صنف فی غریب الحدیث، وقال الھلال مَنّ اللہ تعالٰی علٰی ھذہ الامۃ باربعۃ فی زمانھم بالشافعی فی فقہ الحدیث وباحمد بن حنبل فی المحنۃ ولولاہ لکفر الناس وبیحیٰی بن معین فی ذب الکذب عن الاحادیث وبابی عبید القاسم بن

اور ابن خلکان نے کہا جیسا کہ فاضل عبدالحی نے مقدمہ ہدایہ میں کہا، ابوعبید بغیر تاء کتاب الحج کے باب الجنایات میں مذکور رہوا ان کا نام قاسم بن سلام ہے ادب کے فنون و فقہ میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ قاضی احمد بن کامل نے فرمایا: ابوعبید اپنے دین میں فاضل مختلف علوم قرارت وفقہ و عربیت و تاریخ کے ماہر تھے ان کی روایت حسن ہے اور نقل صحیح ہے انھوں نے ابوزید واصمعی و ابوعبیدہ و ابن الاعرابی و کسائی و فراء وغیرہم سے روایت کی اور لوگوں نے ان کی تصنیفات سے حدیث و قراءت و امثال و معنی شعر و احادیث غریبہ وغیرہا میں تیئیس[۲۳] سے انتیس[۲۹] تک کتابوں کو روایت کیا، اور کہتے ہیں قاسم بن سلام نے سب سے پہلے غریب الحدیث میں تالیف فرمائی۔ اور ہلال نے فرمایا اللہ تعالٰی نے اس امت پر اپنے اپنے زمانہ میں چار شخصوں سے منت رکھی، شافعی سے فقہ حدیث میں اور احمد بن حنبل سے ان کی آزمائش کے سبب (یعنی وہ آزمائش جس میں حضرت امام احمد بن حنبل زمانۂ مامون میں مخالفت عقیدۂ خلق قرآن کے سبب مبتلا ہوئے) اور اگر امام احمد نہ ہوتے تو لوگ

عہ فی الاصل بیاض وعبارۃ المقدمۃ منقولۃ من المترجم ۱۲ النعمانی

www.alahazratnetwork.org

سلام فی غریب الحدیث و کانت وفاتہ بمکۃ و قیل بالمدینۃ سنۃ اثنتین او ثلث وعشرین و مائتین و قال البخاری سنۃ اربع وعشرین۔ ویوجد فی بعض نسخ الھدایۃ فی الموضع المذکور ابوعبیدۃ بالتاء واسمہ معمر بن المثنی وقد ذکرنا ترجمتہ فی الاصل وقال العینی فی شرحہ ابوعبید اسمہ معمر بن المثنی التیمی، وفی بعض النسخ ابوعبیدۃ بالتاء واسمہ القاسم بن سلام البغدادی، والاول اصح انتھی، وھذا مخالف لما فی تاریخ ابن خلکان وغیرہ من التواریخ المعتمدۃ من ان اباعبید بغیر التاء کنیۃ القاسم وبالتاء کنیۃ معمر[1] واللہ اعلم

واما قدماء العلماء ککنیف ملئ علما حامل تاج المسلمین نعال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن مسعود وحبر الامۃ سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس وعروۃ بن زبیر وشقیقہ عبداللہ وافضل التابعین سعید

کافر ہوجاتے۔ اور یحیٰی بن معین سے یوں منت رکھی کہ انھوں نے احادیث سے دروغ کو الگ کردیا اور ابوعبید بن قاسم بن سلام سے غریب احادیث کو جمع کرنے میں، ان کی وفات مکہ میں ہوئی، اور ایک قول پر مدینہ میں ۲۲۳ھ یا ۲۲۲ھ میں ہوئی اور بخاری نے سنِ وفات ۲۲۴ھ میں فرمایا، اور ہدایہ کے بعض نسخوں میں یوں ہے موضع مذکور میں ابوعبیدۃ بالتاء اور ان کا نام معمر بن مثنی ہے اور ہم نے اس کے حالات اصل میں ذکر کئے اور عینی نے شرح ہدایہ میں فرمایا ابوعبید معمر بن مثنی بن تیمی ہے۔ اور بعض نسخوں میں ابوعبیدۃ بالتاء ہے اور ان کا نام قاسم بن سلام بغدادی ہے۔ اور پہلا قول اصح ہے۔ اور یہ بات اس کے مخالف ہے جو تاریخ خلکان وغیرہ تواریخ معتمدہ میں ہے کہ عبید بغیر تاء قاسم کی کنیت ہے اور تاء کے ساتھ معمر کی کنیت ہے۔

رہے علمائے متقدمین جیسے علم سے بھرے ہوئے ظرف حامل تاج مسلمانان نعلین پائے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سیدنا عبداللہ بن مسعود اور عالم اُمت سلطان المفسرین عبداللہ بن عباس اور عروہ بن زبیر اور ان کے سگے بھائی عبداللہ اور افضل التابعین سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم

---

[1] مذیلۃ الدرایۃ لمقدمۃ الھدایۃ لعبدالحی مع الھدایۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ص ۴

www.alahazratnetwork.org

بن المسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین فقد رویناك ما قالوا فی الاٰیۃ۔

المقدمۃ الخامسۃ لعلك یا من یفضل علیا علی الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین تفرح و تمرح ان ھٰؤلاء المفسرین انما عدلوا عن الاتقی الی التقی کیلا یلزم تفضیل الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ علی من عداہ و حاشاھم عن ذٰلك الا تری انھم کما فسروا الاتقی بالتقی کذلك اولوا الاشقی بالشقی فاین ھذا من قصدك الذمیم الذی ترید لاجلہ تغییر القراٰن العظیم وانما الباعث لھم علی ذاك ما ذکرہ ابوعبیدۃ بنفسہ۔

انبأنا سراج العلماء عن المفتی ابن عمر عن عابد سندی عن یوسف المزجاجی عن ابیہ محمد بن العلاء عن حسن العجیمی عن خیر الدین الرملی عن العلامۃ احمد بن امین الدین بن عبد العال عن ابیہ عن جدہ عن العز عبد الرحیم بن الفرات عن ضیاء الدین محمد بن محمد الصنعانی عن قوام الدین مسعود بن ابراھیم الکرمانی عن

تو ہم آیتِ کریمہ کی تفسیر میں ان کے اقوال تمہارے لئے روایت کرچکے۔

پانچواں مقدمہ اے تفضیلیہ شاید تو خوش ہو اور فخر کرے کہ یہ مفسرین اتقی سے تقی کی طرف اسی لئے پھرے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فضیلت ان کے ماسوا دوسرے صحابہ پر لازم نہ آئے اور وہ اس خیال سے بری ہیں۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ انھوں نے جس طرح اتقی کی تفسیر تقی سے کی یونہی اشقی کی تاویل شقی سے کی تو مفسرین کی اس روش کو تیرے اس بدارادے سے کیا علاقہ ہے جس کے لئے تو قرآن عظیم کو بدلنا چاہتا ہے، ان کے لئے اس تفسیر پر ابوعبیدہ کا قول مذکور باعث ہوا۔

ہمیں سراج العلماء نے خبر دی مفتی ابن عمر سے انھوں نے روایت کی عابد سندی سے انھوں نے یوسف مزجاجی سے روایت کی انھوں نے اپنے باپ محمد بن علاء سے انھوں نے حسن العجیمی سے روایت کی انھوں نے خیر الدین رملی سے انھوں نے علامہ احمد بن امین الدین بن عبد العال سے انھوں نے اپنے باپ سے پھر اپنے دادا سے انھوں نے عز عبد الرحیم بن فرات سے انھوں نے ضیاء الدین محمد بن محمد صنعانی سے انھوں نے قوام الدین مسعود بن ابراہیم کرمانی سے انھوں نے مولٰی

www.alahazratnetwork.org

المولیٰ حافظ الدین ابی البرکات محمود النسفی قال فی مدارك التنزیل[1] قال ابوعبیدۃ الاشقی بمعنی الشقی وھو الکافر، والاتقی بمعنی التقی وھو المؤمن لانہ لا یختص بالصلی اشقی الاشقیاء ولا بالنجاۃ اتقی الاتقیاء وان زعمت انہ تعالٰی نکر النار فاراد نارًا مخصوصۃ بالاشقی فما تصنع لقولہ وسیجنبھا الاتقی الذی لان التقی یجنب تلك النار المخصوصۃ لا الاتقی منھم خاصۃ انتھی۔"

حافظ الدین ابوالبرکات محمود نسفی سے روایت کیا کہ (علامہ نسفی نے) مدارک التنزیل میں فرمایا ابوعبیدہ نے کہا اشقی بمعنی شقی کے ہے اور وہ کافر ہے اور اتقی تقی کے معنی میں ہے اور اس سے مراد مومن ہے، اس لئے کہ آگ میں جانا سب اشقیا سے بڑھ کر شقی کی خصوصیت نہیں ہے اور نجات پانا سب پرہیزگاروں سے افضل کے لئے مخصوص نہیں ہے اور اگر تم کہو کہ اللہ تعالٰی نے نار کو نکرہ فرمایا (اور نکرہ جب محلِ اثبات میں ہو تو اس سے مراد فردِ مخصوص ہوتا ہے) تو اللہ تعالٰی کی مراد ایک مخصوص نار ہے تو تم (یعنی اس سے بہت دور رکھا جائے گا سب سے بڑا پرہیزگار) کے ساتھ کیا کرو گے اس لئے کہ ہر متقی اس نار مخصوص سے دُور رکھا جائے گا نہ کہ خاص کر سب سے بڑا متقی۔

وتلخیص المقام ان قولہ سبحٰنہ وتعالٰی "فانذرتکم نارا تلظی لا یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب وتولی[2] لا یمکن اجراءہ علی ظاھرہ لانہ یقتضی قصر دخول النار علی اشقی الاشقیاء من الکفار فیلزم ان

مقامِ تلخیص یہ ہے کہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کے قول فانذرتکم نارا تلظی لا یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب و تولی (تو میں تمھیں ڈراتا ہوں اس آگ سے جو بھڑک رہی ہے نہ جائے گا اس میں مگر بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) کو اس کے ظاہری معنی پر جاری رکھنا ممکن نہیں اس لئے

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر المدارک) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۶۳

[2] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۴ تا ۱۶

www.alahazratnetwork.org

لا یدخلہا احد غیرہ کالفجار والکافرین القاصرین عنہ فی الشقاء والاستکبار و ھذا باطل قطعاً فاختار الواحدی و الرازی والقاضی و المحلی و ابوالسعود و اٰخرون ما ملحظہ أن لیس المراد بالاشقی رجل مخصوص یکون أشقی الاشقیاء بل المعنی من کان بالغا[عہ] فی الشقاء

کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوزخ میں وہی جائے جو کافروں میں سب بدنصیبوں سے بڑا بدنصیب ہو تو لازم آئے گا کہ وہ فجار و کفار جو بدنصیبی اور گھمنڈ میں اس سے کم رتبے کے بدنصیب ہوں دوزخ میں نہ جائیں، اور یہ قطعاً باطل ہے، لہذا واحدی و رازی و قاضی و محلی و ابوالسعود اور دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا جن میں یہ لحاظ ہے کہ اشقی سے مراد کوئی خاص نہیں جو سب سے بڑا اشقی ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شقاوت میں حد کو پہنچا ہوا ہو اور

عہ قولہ "بالغا فی الشقاء الخ" انت خبیر بانا قررنا کلامھم بحیث یندفع عنہ یراد قوی کان یتخالج فی صدری تقریر الایراد ان المؤمن الفاجر لہ قسط من الشقاوۃ کما ان لہ قسطا عظیما من السعادۃ، ولیس ان الشقاء یختص بالکفرۃ، ألا تری أن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمی الخبیث الشقی عبدالرحمٰن بن ملجم الذی قتل السید الکریم المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ وخضب لحیۃ الکریمۃ بدم راسہ الاقدس اشقی الاخرین کما ورد بطریق عدیدۃ عن سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ و انما کان ھذاک

(قولہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہوا الخ) تم خبردار ہو کہ ہم نے ان علماء کے کلام کی تقریر اس طور پر کی جس سے وہ قوی اعتراض جو میرے سینے میں متردد تھا دفع ہو جائے۔ اس اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ مومن فاجر کے لئے بدبختی سے ایک حصہ ہے جیسا کہ اس کے لئے سعادت سے عظیم بہرہ ہے اور ایسا نہیں کہ بدبختی کافروں کیلئے خاص ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس خبیث شقی عبدالرحمٰن بن ملجم کو جس نے سید کریم مرتضٰی (علی) رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کیا اور ان کی ریش مبارک کو اُن کے سر اقدس کے خون سے رنگین کیا پچھلوں کا سب سے بڑا بدبخت فرمایا جیسا کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے متعدد سندوں سے روایت ہے اور یہ خبیث

(باقی بر صفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

متناهیا فیہ وھم الکفار عن

اس مفہوم کے مصداق سارے کافر ہیں اور وہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الخبیث رجلاً من الخوارج واذا کان الامر ھٰکذا فما لھٰؤلاء اولوا الاشقی بالشقی ثم خصوہ بالکافر حتی عاد الاعتراض بخروج الفجار مع ان بعضھم یدخل النار قطعا، فلو انھم اجروہ علی العموم لیسلموا من ذاک وتقریر الجواب انھم لما فطموا الافعل عن معناہ الحقیقی اعنی الزائد فی الاتصاف بالمبدء علی کل من عداہ کرھوا ان یذھبوا بہ مذھبا بعد من حقیقتہ کل البعد، فاراد وابہ البالغ فی الشقاء المتناھی فیہ ابقاء لمعنی الزیادۃ المدلول علیھا بصیغۃ التفضیل، والوجہ فی ذٰلک ان ھناک ثلثۃ امور، الاول الاتصاف بالمبدء وھو مفاد اسم الفاعل، والثانی الکثرۃ فیہ و ھو مدلول صیغۃ المبالغۃ، و الثالث الزیادۃ فیہ عن غیرہ و

تو خارجیوں میں کا ایک شخص تھا یعنی کافر نہ تھا بلکہ گمراہ تھا) اور جب بات ایسی ہے تو ان لوگوں کو کیا ہوا جنھوں نے اشقی کی تاویل شقی سے کی پھر اسے کافر کے لئے مخصوص کیا تو اعتراض لوٹا کہ فاجر مسلمان اس حکم سے نکل گئے حالانکہ بعض فاجر مسلمان یقیناً جہنم میں جائیں گے تو اگر انھوں نے حکم عام رکھا ہوتا تو اس اعتراض سے بچ جاتے، اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ جب انھوں نے افعل (اسم تفضیل) کو اس کے حقیقی معنی سے مجرد کیا یعنی جو مصدر سے متصف ہونے میں اپنے ہر ماسوا سے زائد ہو تو انھیں یہ پسند نہ ہوا کہ اسم تفضیل کو ایسے مذہب پر لے جائیں جو اس کے حقیقی معنی سے بالکل دور ہو لہذا انھوں نے اشقی سے مراد لیا کہ بدبختی میں حد کو پہنچا ہوتا کہ زیادتی کا مفہوم جس پر صیغۂ افعل تفضیل دلالت کرتا ہو باقی رکھیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ تین امور ہیں پہلا مصدر سے موصوف ہونا اور یہ اسم فاعل کا مفاد ہے اور دوسرا امر اس وصف میں کثرت اور یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفہوم ہے، اور تیسرا امر اس وصف میں دوسرے سے بڑھ جانا اور یہ وہ مفہوم ہے جس کے لئے اسم تفضیل

(باقی بر صفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

أخوهم لانسلاخهم عن السعادة بالمرة، اما المؤمن الفاجر فان كان له وجه الى الشقاء الزائل فوجهه الأخر الى السعادة الابدية وهي الايمان، وهؤلاء القائلون لما رأوا مادة الايراد لم تنحسم اذ دخول بعض الفجار ايضاً مقطوع فزعوا الى تاويل الصلى باللزوم، و زعم الواحدي انه معناه الحقيقي فقال كما نقل الرازي معنى "لا يصلاها" لا يلزمها في حقيقة اللغة. يقال صلى الكافر النار اذا لزمها مقاسياً شدتها و حرها وعندنا ان هذه الملازمة لا تثبت الا الكافر اما الفاسق فاما ان لا يدخلها او ان دخلها تخلص منها انتهى۔

سعادت سے بالکل محروم ہیں۔ رہا مومنِ فاجر تو اس کا ایک پہلو شقاوتِ فانیہ کی طرف ہے تو دوسرا ابدی سعادت کی طرف ہے اور وہ سعادتِ ابدی ایمان ہے۔ اور ان لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اعتراض کا مادہ بالکل ختم نہ ہوا اس لئے کہ بعض بدعمل مسلمانوں کا دوزخ میں جانا ہی قطعی امر ہے۔ لہذا یہ لوگ صلی کی تاویل لزوم سے کرنے کی طرف راغب ہوئے۔ واحدی نے کہا کہ لزوم اس کا حقیقی معنی ہے جیسا کہ امام رازی نے نقل کیا ہے کہ "لا یصلاھا" کا معنیٰ حقیقت لغت میں "لا یلزمھا" ہے۔ کہتے ہیں کہ صَلِیَ الکافرُ النار جب وہ اس حال میں آگ کو لازم پکڑے در انحالیکہ اس کی شدت وحرارت کو برداشت کرے اور ہماری رائے یہ ہے کہ یہ ملازمۃ فقط کافر کیلئے ثابت ہے رہا فاسق تو وہ یا تو اس میں داخل ہی نہ ہوگا یا داخل تو ہوگا مگر اس سے چھٹکارا پالے گا انتہیٰ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

هو الموضوع له اسم التفضيل فالثاني كالوسط بين الاول والثالث و العدول عن طرف الى طرف ابعد من الميل عن طرف الى الوسط فهذا الذي حملهم على ذلك فيما اظن والله تعالى اعلم منه عفا الله تعالى عنه آمين۔

کی وضع ہے تو دوسرا جیسے اول وسوم کے درمیان ہے اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف پھرنا ایک کنارے سے درمیان کی طرف مائل ہونے سے زیادہ دور ہے تو میرے گمان میں یہی ان کو اس پر باعث ہوا، واللہ تعالیٰ اعلم منہ عفا اللہ تعالیٰ عنہ آمین!

لہ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۵ و ۱۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۴

www.alahazratnetwork.org

اقول وما احسن هذا تاویلا او اصفاه لولا ان یکدره ما سأذکرہ قریبًا فارتقب وکن الرازی الی وجہ اٰخر من التاویل وھو ان یخص عموم ھٰذا الظاھر بالاٰیات الدالۃ علٰی وعید الفساق[1]

میں کہتا ہوں کہ یہ تاویل کس قدر اچھی ہے اور یہ رنگ کتنا صاف تھا اگر اس کو اس بات نے مکدر نہ کیا ہوتا جو میں عنقریب ذکر کروں گا، تو انتظار کرو، اور رازی ایک دوسری تاویل کی طرف مائل ہوئے، اور وہ یہ کہ اس کے ظاہری معنی کا عموم ان آیات کے ساتھ خاص ہو جو فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہو۔

اقول ھذا جمع بین التاویل والتخصیص وھو مستغنی عنہ اذ لو قیل بالتخصیص فکما دلت الاٰیات علٰی وعید الفساق کذٰلک دلت علٰی ایعاد سائر الکفار بدلالۃ اظھر واجلی. اللّٰھم الا ان یقال فیہ تکثیر التخصیص جدًا والقصر علٰی فرد واحد اشد بعدًا[عہ] ھٰذا ولقد سلک

میں کہتا ہوں یہ تاویل وتخصیص کو یکجا کرنا ہے اور اس کی حاجت نہیں اس لئے کہ اگر تخصیص کا قول کیا گیا تو جس طرح آیات فساق کی وعید پر دلالت کرتی ہیں یونہی تمام کافروں کی وعید پر روشن اور صاف تر دلالت فرماتی ہیں۔ الٰہی! تو مدد فرما، مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس میں بہت زیادہ تخصیص لازم آئے گی، اور ایک فرد پر منحصر کر دینا بہت زیادہ مستبعد ہے یہ لو، اور

عہ اعلم ان العبد الضعیف لما فرغ من تحریر ھذہ المقدمات الخمس وبلغ الی اٰخر ما کتبنا فی جواب الشبھۃ الاولٰی استعار تفسیر فتح العزیز المتعلق بجزء عم یتساءلون من

تمھیں معلوم ہو کہ بندۂ ناتواں جب ان پانچ مقدمات کی تحریر سے فارغ ہوا اور پہلے شبہہ کے جواب میں جو ہم نے لکھا اس کے آخر تک پہنچا تو ایک دوست سے تفسیر فتح العزیز جو جزء عم یتساءلون سے متعلق ہے عاریت لی تو

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/۱۵ و ۱۶ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۳/۲۰۴

www.alahazratnetwork.org

القاضی الامام ابوبکر کما

قاضی امام ابوبکر نے جیسا کہ امام فخر رازی نے مفاتیح الغیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعض الاصدقاء فطالعت فیه من هذا المقام ورأیت المولی الفاضل استاذ استاذی عبد العزیز ذکر لدفع هذا الایراد اعنی نقض الحصر فی الکفار بدخول بعض الفجار النار بوجهین اخرین جیدین الاول ان المراد بالنار نار مخصوصة بالکفار، والثانی ان دخول بعض المومنین لما کان تطهیرا، وتادیبا کان کلا دخول وانما الدخول کل الدخول دخول لیس بعده خروج فالحصر بهذا المعنی وهو حق صحیح بلا امتراء انتهی

میں نے اس میں اس مقام کا مطالعہ کیا اور میں نے دیکھا کہ مولیٰ فاضل استاذ استاذی عبد العزیز نے اس اعتراض کے دفع کے لئے یعنی اس حصر کا کفار میں بعض فجار کے آتش جہنم میں داخل ہونے سے منقوض ہونا دو اور بہتر وجہیں ذکر کیں، پہلی یہ کہ نار سے مراد وہ نار ہے جو کافروں کے لئے مخصوص ہے۔ دوسری یہ کہ بعض مسلمانوں کا آگ میں جانا جبکہ ان کی تطہیر و تہذیب کے لئے ٹھہرا۔ تو یہ آگ میں جانا نہ جانے کے مثل ہے اور آگ میں بالکل جانا وہ جانا ہے جس کے بعد آگ سے نکلنا نہ ہوگا تو آیت کا حصر کفار میں اس معنی پر ہے اور بے شک حق و صواب ہے۔

بالحاصل **اقول** ما انعمهما من وجهین وادفعهما لکل شیئ لکنك یا عریف انت خبیر بانهما یجریان ایضا بعد شئ من تغییر العبارة فیما اذا حملنا الاشقی علی معناه الحقیقی کما ستسمع منا ان شاء الله تعالیٰ فیا لیت المولی الفاضل لما تنبه علی هذین کما تنبهنا تجنب التاویل کما اجتبینا اذ البدایة بتاویل الاشقی بالشقی ثم التحصن بهذین الحصنین المانعین

الحاصل میں کہتا ہوں یہ دونوں وجہیں کس قدر اچھی ہیں اور ہر خرابی کی کیسی دافع ہیں، لیکن اے جاننے والے! تم خبردار کہ یہ دونوں وجہیں عبارت کی قدرے تغییر کے بعد اس صورت میں بھی جاری رہتی ہیں جب ہم اشقی کو اس کے معنی حقیقی پر رکھیں جیسا کہ تم ہم سے سنو گے ان شاء اللہ۔ تو کاش مولائے فاضل جب ہماری طرح ان دونوں وجہوں پر متنبہ ہوئے اسی طرح تاویل سے بچتے جیسے ہم بچے، اس لئے کہ پہلے اشقی کی تاویل شقی سے کرنا پھر ان دو محکم وجہوں جو اصل تاویل سے مانع ہیں سے تمسک

(باقی بر صفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

اشرعنه الفخر الرازی فی مفاتیح الغیب مسلکاً حسناً اذحاول ابقاء الاشقی علی معناه الحقیقی اعنی من لایدانیه احد فی الشقاء و ذکر لتصحیح الحصر وجهین یرتاح بهما اللبیب ویندحض کل شك مریب؛

میں نقل کیا ہے ایک اچھا مسلک اختیار کیا اس لئے کہ انھوں نے اشقی کو اس کے حقیقی معنی پر باقی رکھنے کی کوشش کی اور حصر کی صحت کیلئے دو وجہیں ایسی ذکر کیں جن سے دانشمند چین پائے اور دھوکے میں ڈالنے والا ہر شک زائل ہو جائے؛

الاول ان یکون المراد بقوله تعالٰی "ناراً تلظّٰی" ناراً مخصوصة من النیران لانها درکات بقوله تعالٰی "ان المنٰفقین فی الدرك الاسفل من النار" فالاٰیة تدل علٰی ان تلك النار المخصوصة لایصلٰها سوی هٰذا الاشقی، ولاتدل علٰی أن الفاسق وغیر من هذا صفته من الکفار لایدخل سائر النیران[1] انتهٰی۔

پہلی وجہ یہ کہ قول خدا تعالٰی ناراً تلظّٰی سے دوزخ کی آتشوں سے ایک مخصوص آتش مراد ہو اس لئے کہ آگ کے مختلف طبقے ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ "بے شک منافق آگ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں"۔ اب آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ مخصوص آگ میں یہی اشقی جائے گا اور اس کا یہ معنی نہیں کہ اس بڑے بدنصیب کے سوا دوسرے کافر اور فاسق آگ کے باقی طبقوں میں نہ جائیں انتہٰی۔

اقول فکان کقوله تعالٰی "ویتجنبها الاشقی الذی یصلی النار الکبرٰی"[2] ای اعظم النیران جمیعاً علی احد وجوه التاویلات

میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کے فرمان "ویتجنبها الاشقی الذی یصلی النار الکبرٰی" (دور رہے گا اس سے وہ بڑا بدنصیب جو بڑی آگ میں دھنسے گا) یعنی ایک تاویل پر سب سے بڑی آگ ذلیل ہوگئی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عن اصل التاویل مما یفضی الی العجب فکان کمن تمنی غرضاً ورمی غرضاً فاخطأ بعد کاد ان یصیب، وما توفیقی الا باللہ علیه توکلت و الیه انیب ۱۲ منه عفا اللہ تعالٰی عنه آمین۔

ایسی چیز ہے جو تعجب کا سبب ہے تو یہ ایسا ہوا جیسے کوئی ایک نشانہ چاہے اور دوسرے کو مارے تو نشانے پر تیر پہنچنے کے قریب ہو کر چوک جائے، اور میری توفیق اللہ ہی سے ہے اس پر میں بھروسا کرتا ہوں اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۴ و ۱۵ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۴

[2] القرآن الکریم ۸۷/ ۱۱ و ۱۲

www.alahazratnetwork.org

وردّہ الرازی بان قولہ تعالٰی "نارًا تلظّٰی" یحتمل ان یکون ذٰلک صفۃ لکل النیران وان یکون صفۃ لنار مخصوصۃ لکنہ تعالٰی وصف کل نار جہنم بھٰذا الوصف فی اٰیۃ اخرٰی فقال "انھا لظٰی نزاعۃ للشوٰی"[1]

اور رازی نے اس قول کو یوں رد کیا کہ اللہ تعالٰی کے قول نارًا تلظّٰی میں احتمال ہے کہ وہ سب آتشوں کی صفت ہو اور ممکن ہے کہ مخصوص آتش کی صفت ہو۔ لیکن اللہ تعالٰی نے جہنم کی سب آتشوں کا یہی وصف دوسری آیت میں فرمایا اس کا ارشاد گرامی ہے "انھا لظٰی نزاعۃ للشوٰی" (وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اتار لینے والی)

اقول یترائی من ھٰذہ العبارۃ للایراد وجھتان:

الاولٰی ان المورد کانہ ظن ان القاضی الامام یدعی تخصیص النار بصفۃ التلظی کما یتخصص الغلام فی قولنا جاءنی غلام عاقل بصفۃ العقل ومن ھٰذا الطریق یقول ان المراد نار مخصوصۃ اعظم النیران فالایراد ح ظاھر الورود اذ الاوصاف انما تخصص اذا کانت خصائص توجد فی فرد دون اٰخر والتلظی لا یختص بنار دون نار الا تری ان اللہ سبحٰنہ وتعالٰی وصف النار مطلقا بانھا لظٰی نزاعۃ للشوٰی[2] ولکن لم یکن القاضی الامام

میں کہتا ہوں اس عبارت سے اعتراض کی دو جہتیں نظر آتی ہیں:

پہلی تو یہ ہے کہ گویا معترض نے یہ گمان کیا کہ قاضی امام ابوبکر آتشِ جہنم کے لپٹ مارنے کی صفت سے مخصوص ہونے کے مدعی ہیں اس طور پر جیسے غلام ہمارے قول جاءنی زید عاقل میں صفتِ عقل سے مخصوص ہے ——— اور اس طریقے سے وہ فرماتے ہیں کہ مراد خاص آگ ہے جو سب سے بڑی آگ ہے، تو اعتراض کا ورود اس صورت میں ظاہر ہے اس لئے کہ اوصاف ذات کے ساتھ اسی وقت خاص ہوتے ہیں جبکہ وہ اس فرد کا خاصہ ہوں کہ دوسرے میں نہ پائے جائیں اور لپٹ مارنا ایسا نہیں کہ ایک آگ کی خاص صفت ہو دوسری کی نہ ہو، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی مطلقاً آتشِ جہنم کا وصف بیان فرماتا ہے "انھا لظٰی نزاعۃ للشوٰی" (یعنی وہ تو

---

[1] القرآن الکریم ۷۰/ ۱۵ و ۱۶

[2] القرآن الکریم ۵۴/ ۵۵

www.alahazratnetwork.org

لیرید ھذا و انما ملحظہ الی أن التنکیر للتعظیم فقولہ تعالٰی نارًا ای نارًا عظیما لیس کمثلہ نار کانہ اشیر بالتنکیر الی انہا بشہرۃ امرھا و شیوع فزعھا و اخذ اھوالہا بمجامع القلوب صارت بمثابۃ لاتسبق الأذھان الا الیہا فاغنت شہرتہا و انتشار ذکرھا عن تعریف اسمہا کما یفید ذٰلک تنکیر الملیک فی قولہ تعالٰی فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر[1] و تنکیر الظلم فی قولہ تعالٰی الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم[2] ای ظلم لاظلم کمثلہ و ھو الشرک۔

بھڑکتی آگ ہے کمال اتار لینے والی)

لیکن حضرت قاضی امام یہ معنی مراد لینے والے نہیں ان کا اشارہ تو اس طرف ہے کہ نکرہ تعظیم کیلئے ہے تو اللہ تعالٰی کے فرمان نارًا کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑی آگ ہے اس جیسی کوئی آگ نہیں، گویا وہ اپنی حالت کی شہرت اور اس کی ہیبت کے عام چرچے اور اس کی ہولناکیوں کی پورے دلوں پر پکڑ کے سبب اس مقام پر ہے کہ ذہن اسی کی طرف سبقت کرتے ہیں، تو اس کی شہرت اور اس کے عام ذکر نے اس سے بے نیاز کر دیا کہ اس کا نام لے کر اسے معین کیا جائے، جس طرح یہی فائدہ لفظ ملیک اللہ تعالٰی کے قول "فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر" (یعنی سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور) کا نکرہ ہونا دیتا ہے اور لفظ ظلم اللہ تعالٰی کے قول "الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم" میں یہی فائدہ دیتا ہے یعنی ایسا ظلم کہ کوئی ظلم اس جیسا نہیں اور وہ ظلم شرک ہے۔

أبنأنا مولانا السید حسین جمل اللیل امام الشافعیۃ بمکۃ المحمیۃ عن خاتمۃ المحدثین محمد عابد السندی عن صالح الفلانی عن

ہمیں خبر دی مولانا سید حسین جمال اللیل نے جو مکہ میں امام شافعیہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں خاتمۃ المحدثین محمد عابد سندی سے انھوں نے روایت کیا صالح فلانی سے انھوں نے روایت کی

---

[1] القرآن الکریم ۵۴/۵۵

[2] القرآن الکریم ۶/۸۲

www.alahazratnetwork.org

محمد بن بسنۃ عن احمد العجلی عن قطب الدین النھروالی عن ابی الفتوح عن یوسف الھروی عن محمد بن شاہ بخت عن ابی النعمان الختلانی عن الفربری عن محمد بن اسمٰعیل البخاری ثنا ابو عدی ثنا شعبۃ عن سلیمان عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ لما نزلت الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتدون[1]، قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایّنا لم یظلم فنزلت اللہ ان الشرک لظلم عظیم۔

محمد بن بسنہ سے انھوں نے احمد عجلی سے انھوں نے قطب الدین نہروالی سے انھوں نے ابو الفتوح سے انھوں نے یوسف ہروی سے انھوں نے محمد بن شاہ بخت سے انھوں نے ابو النعمان ختلانی سے انھوں نے فربری سے انھوں نے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے بخاری نے فرمایا ہم سے ابو عدی نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم سے شعبہ نے حدیث بیان کی انھوں نے سلیمان سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے علقمہ نے عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ جب یہ آیت کریمہ "الذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم اولئک لھم الامن وھم مھتدون" (یعنی وہ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان میں کسی ناحق کی آمیزش نہ کی انھیں کے لئے ایمان ہے اور وہی راہ پر ہیں) نازل ہوئی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اصحاب بولے ہم میں کون ایسا ہے جس نے ظلم نہ کیا، اللہ تعالٰی نے آیہ کریمہ "ان الشرک لظلم عظیم" (بیشک شرک بڑا ظلم ہے۔ت) نازل فرمائی۔

ابنا نا شیخ العلماء مولانا السید زین دحلان المکی الشافعی عن العلامۃ عثمان بن حسن الدمیاطی

ہمیں شیخ العلماء مولانا سید احمد زینی دحلان مکی شافعی نے خبر دی انھوں نے علامہ عثمان بن حسن دمیاطی شافعی ازہری سے انھوں نے امیر کبیر

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الانعام باب قولہ تعالٰی ولم یلبسوا ایمانھم بظلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۶۶
انوار التنزیل واسرار التاویل (تفسیر البیضاوی) ۶/ ۸۲ دار الفکر بیروت ۲/ ۴۲۵ و ۴۲۶

www.alahazratnetwork.org

الشافعی الازھری عن الامیر الکبیر العلامۃ محمد المالکی الازھری والشیخ عبد اللہ الشرقائی الشافعی وسیدی محمد الشنوانی الشافعی واٰخرین باسانیدھم الی الامام مسلم بن الحجاج النیسابوری بسندہ الی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال فیہ قالوا اینا لایظلم نفسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیس ھو کما تظنون انما ھو کما قال لقمان لابنہ "یابنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم"[1] وھٰکذا اخرجہ الامام احمد والترمذی وقد اختار الرازی بنفسہ عین ھٰذا التوجیہ فی قولہ تعالٰی "ارایت الذی ینھٰی عبدًا اذا صلّٰی"[2] قال "التنکیر فی عبدًا یدل علی کونہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاملًا فی العبودیۃ کانہ تعالٰی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبد لایفی العالم بشرح

علامہ محمد مالکی ازہری اور شیخ عبد اللہ شرقائی الشافعی اور سیدی محمد شنوانی شافعی اور دیگر علماء سے ان کی سندوں کے ساتھ جو امام مسلم بن حجاج نیشاپوری تک پہنچتی ہیں انھوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ تک اپنی سند سے روایت کیا کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا صحابہ نے عرض کی ہم میں کس نے ظلم نہ کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ ظلم نہیں جو گمان کرتے ہو یہ تو اس طرح ہے جیسے لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: اے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور مسلم کی حدیث کے مثل امام احمد و ترمذی نے بھی روایت کیا اور خود رازی نے توجیہ اللہ تعالٰی کے قول "ارایت الذی ینھٰی عبدًا اذا صلّٰی" (بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔ ت) میں اختیار کی انھوں نے فرمایا کہ عبدًا کا نکرہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ تمام جہان حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حقیقت کے بیان اور عبودیت میں ان کے اخلاص کی توصیف کا حق ادا نہیں

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب صدق الایمان واخلاصہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۷
جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ الانعام امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۳۲
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۲۴

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۶/ ۹ و ۱۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۲/ ۲

www.alahazratnetwork.org

بیانیہ وصفۃ اخلاصہ فی عبودیتہ[1] انتہی۔

والثانیۃ أن توصیفہ بالتلظی ینافی ھذا التخصیص لانہ وصف مطلق النار لا نار مخصوص۔ اقول ولیس بشئ اذ لا یمتنع توصیف فرد عظیم من جنس بوصف عام نشترك فیہ الأفراد جمیعا و انما الممتنع عکسہ اعنی توصیف جمیع الافراد بما یختص بہ فرد خاص، الا ترٰی الٰی قولہ تعالٰی "ما محمد الا رسول"[2] مع انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعظم الرسل واکرمھم بالاطلاق، والرسالۃ وصف عام یشترك فیہ المرسلون جمیعا، ولیس فی الآیۃ ما یدل علی القصر ینافی العموم، علی ان التلظی مقول بالتشکیك فیجوز ان یرادھنا تلظ خاص لیس کمثلہ تلظ کما قال اللہ سبحٰنہ وتعالٰی "یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم"[3] اطلق الضلال و

کرسکتا۔

دوسری یہ کہ آگ کو تلظّی (بھڑکنے) سے موصوف فرمانا اس تخصیص کے منافی ہے اس لئے کہ بھڑکنا مطلقاً ہر آگ کی صفت ہے نہ کہ کسی خاص آگ کی۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض کوئی چیز نہیں اس لئے کہ کسی جنس کے عظیم فرد کو ایسے عام وصف سے جس میں سارے افراد شریک موصوف کرنا ممتنع نہیں، ممتنع تو اسکا عکس ہے یعنی تمام افراد کو ایسی صفت سے موصوف کیا جائے جو کسی خاص فرد کی صفت ہو کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کے اس قول کی طرف "اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں" حالانکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب رسولوں سے مطلقاً افضل و اعلٰی ہیں اور رسالت ایک وصف عام ہے جس میں سب رسول شریک ہیں، اور آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو کہ عموم کے منافی ہو، مزید برآں تلظی (بھڑکنا) کلی مشکک ہے لہذا جائز ہے کہ اس جگہ خاص تلظی (بھڑکنا) مراد ہو جس کے مثل کوئی تلظی نہ ہو، جیسے اللہ سبحٰنہ وتعالٰی نے فرمایا: "اے ایمان والو! تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو"

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ ۹۶/ ۹ و ۱۰ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۲/ ۲۰

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۴

[3] " " ۵/ ۱۰۵

www.alahazratnetwork.org

اراد الضلال البعید وھو الکفر۔

ضلال بولا اور ضلال بعید مراد لیا اور وہ کفر ہے۔

اخرج الامام احمد والطبرانی وغیرھما عن ابی عامر الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ھٰذہ الاٰیۃ فقال لایضرکم من ضل من الکفار اذا اھتدیتم[1]

امام احمد و طبرانی وغیرہما نے ابوعامر اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کیا اس آیت کے بارے میں تو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا تمھارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ جو گمراہ ہوا (یعنی کافر لوگ) جبکہ تم راہ پر ہو۔

والعجب ان الرازی جنح بنفسہ الٰی نحو من ھذا فی قولہ تعالٰی "نارٌ حامیۃ"۔ قال والمعنی ان سائر النیران بالنسبۃ الیھا کانھا لیست حامیۃ وھذا القدر کاف فی التنبیہ علٰی قوۃ سخونتھا نعوذ باللہ منھا الخ فما للشعیر یوکل ویذم۔

اور تعجب تو یہ ہے کہ فخر رازی خود اس کے قریب توجیہ کی طرف مائل ہوئے اللہ تعالٰی کے قول نارٌ حامیۃ کی تفسیر میں انھوں نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ ہر آگ جہنم کی آگ کے مقابل گویا گرم ہی نہیں اور اتنی بات آتش جہنم کی سخت گرمی پر متنبہ فرمانے کو کافی ہے ہم اللہ کی اس سے پناہ مانگتے ہیں جو کھایا جائے اور برا بھی کہا جائے۔

اقول لك ان تقول ان لظی من المجرد وتلظی من المزید و زیادۃ اللفظ تدل علٰی زیادۃ المعنی کما قالوا فی الرحمٰن والرحیم وغیر ذٰلك مع فیہ من التشدید

میں کہتا ہوں اور تمھیں پہنچتا ہے کہ تم کہو کہ لظی مجرد کے قبیل سے ہے اور تلظی مزید کے قبیل سے ہے اور لفظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ رحمٰن و رحیم وغیرہ میں علماء نے فرمایا اس کے ساتھ تلظی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی عامر الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۹ و ۲۰۱
مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ دار الکتاب " ۷/ ۱۹
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۱۰۱/ ۱۱ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۲/ ۷۴

www.alahazratnetwork.org

لفظا المنبئ عن الشدۃ معنی کما فی قتل وقتّل وقاتل وقتّال مع أن باب الادعاء واسع وقصر الوصف علی اعظم من یوصف شائع قال تعالٰی فی المہاجرین "اولٰئک ھم الصادقون"[1] ویمکن أن تجعل من ھذا القبیل امثال قولہ تعالٰی "انہ ھو السمیع العلیم"[2] وقد حققنا المسألۃ فی خاتمۃ رسالتنا سلطنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بما لامزید علیہ ھذا وکان قلب ابی عبیدۃ رکن الی ھذا الوجہ الذی ذکر القاضی الامام شیئا قلیلا ثم بدا لہ ما بدا فانحجم کما حکینا لک کلامہ ستسمع مناجوابہ ان شاء اللہ تعالٰی۔

الثانی من وجہی القاضی أن المراد بقولہ تعالٰی نارًا تلظی النیران اجمع، ویکون المراد بقولہ تعالٰی لایصلٰہا الا الاشقی ای ھذا الاشقی بہ احق، وثبوت ھذہ الزیادۃ فی الاستحقاق

میں لفظی شدت ہے جو معنوی شدت کی خبر دیتی ہے جیسے لفظ قتّل اور قتّل اور قاتل وقتّال میں، اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ ادعاء کا باب واسع ہے اور صفت کو سب موصوفین سے بڑے موصوف پر مقصود رکھنا عرف شائع ہے۔ اللہ تعالٰی کا مہاجرین کے بارے میں ارشاد ہے اولٰئک ھم الصادقون (یہی لوگ سچے ہیں) اور ممکن کہ تم اللہ تعالٰی کے قول (بیشک وہی ہے سُنتا جانتا ہے) کو اس قبیل سے قرار دو اور ہم نے اس مسئلہ کی تحقیق اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتمہ میں ایسے کلام سے جس میں زیادتی نہیں ہوسکتی کی ہے اور اس توجیہ کی طرف جو قاضی امام نے بیان فرمائی ابوعبیدہ کا دل کچھ مائل ہوا تھا پھر اس کو سوجھی جو سوجھی تو وہ اس سے منحرف ہوگیا جیسا کہ ہم تم سے اس کا کلام ذکر کرچکے اور عنقریب تم ہم سے اس کا جواب سنو گے ان شاء اللہ تعالٰی۔

قاضی کی ارشاد فرمودہ دو وجہوں میں سے دوسری یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے قول نارًا تلظّی سے مراد تمام آتشیں ہیں اور اللہ تعالٰی کے قول لایصلٰہا الا الاشقی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بدبخت) سے مراد یہ ہے کہ یہ سب سے بڑا بدبخت ان تمام آزمائشوں کے

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/۸
[2] " " ۴۱/۳۶

www.alahazratnetwork.org

غیر حاصل الا لہذا الاشقی[1] انتہی۔ والی نحو من ھذا یمیل ما جزم بہ الزمخشری فی الکشاف مقتصرا علیہ ونقلہ الامام النسفی رامزا الیہ من ان الآیۃ واردۃ فی الموازنۃ بین حالتی عظیم من المشرکین وعظیم من المؤمنین فاریدان یبالغ فی صفتیھما المتناقضتین فقیل الاشقی وجعل مختصا بالصلی کان النار لم تخلق الا لہ، وقیل الاتقی وجعل مختصا بالنجاۃ کان الجنۃ لم تخلق الا لہ[2] انتہی۔

سب سے زیادہ سزاوار ہے اور استحقاق کی زیادتی اسی سب سے بڑے بدبخت کو حاصل ہے انتہی۔ اور اس سے قریب توجیہ کی طرف وہ توجیہ مائل ہے جس پر زمخشری نے جزم کیا کشاف میں اس پر اکتفا کرتے ہوئے اور زمخشری کی وہ توجیہ امام نسفی نے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے نقل فرمائی وہ توجیہ یہ ہے کہ یہ آیت مشرکین کے ایک عظیم اور مومنین کے ایک عظیم کے دو متناقض صفتوں میں مبالغہ فرمایا جائے تو اشقی فرمایا گیا اور اسے آتش جہنم میں جانے کیلئے مخصوص ٹھہرایا گیا گویا جہنم کی آگ اسی کے لئے پیدا ہوئی ہے اور اتقی فرمایا گیا اور نجات کے لئے مخصوص فرمایا گیا گویا جنت اسی کے لئے بنی ہے انتہی۔

اقول وھذا ھو الحصر الادعائی الذی وصفنا لک ولا شک انہ دائر سائر بین البلغاء یشھد بھذا من تتبع دواوین العرب وکلامھم فی المدح والھجاء ومعلوم ان الزمخشری لہ ید طولی وکعب علیا فی فنون الادب وصنائع الادباء فقول الرازی انہ ترک الظاھر من غیر دلیل[3] انتہی غیر مستحسن

میں کہتا ہوں یہی وہ حصر ادعائی جس کا بیان ہم نے تم سے کیا اور کوئی شک نہیں کہ یہ بلغاء میں دائر و سائر ہے اس کی گواہی عرب کے دیوانوں کو اور مدح و ہجو میں ان کے کلام کو خوب مطالعہ کرنے والا دے گا، اور یہ معلوم ہے کہ زمخشری کو فنون ادب اور ادیبوں کی صنعتوں میں بڑی دسترس ہے اور اونچا درجہ حاصل ہے تو فخر رازی کا زمخشری پر یہ اعتراض کہ اس کی یہ توجیہ ظاہر کو بے دلیل چھوڑنا ہے انتہی خوب نہیں

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۵ و ۱۶ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۴

[2] مدارک التنزیل " " ۹۲/ ۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۶۳

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " " المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۴

www.alahazratnetwork.org

واي شئ اكبر دلالة من الاحتياج الى تصحيح الكلام وليس تاويل الأشقى بالشقى اقرب الى الظاهر من هذا الحصر مع شيوعه و كثرة وقوعه نظماً و نثراً وتصحيح الكلام قرينة كافية فى امثال هذا المقام الاترى إنك اذا سمعت رجلا يقول زيد هو الكريم علمت اوّل وهلة من دون تأمل ولا مهلة ان مراده ان ليس كريم مثله لا أن لا كريم مثله وهذا ظاهر جدا، هذا ما يتعلق بحكم الاشقى ولا شك أن الكلام ههنا محتاج بظاهره الى تاويل او توجيه لكن ابا عبيدة زاد فى الشطرنج بغلة ثم تتابع فى قوم من المتاخرين ينقلون كلامه من دون تنقيح كما حكينا لك دَيرنهم من كلام الامام العلامة السيوطى رحمه الله تعالٰى حمله على ذٰلك أن ظن ان اٰية الاتقى ايضاً محتاجة الى التاويل حيث قال و ان زعمت انه تعالٰى نكر النار الى اٰخر الخ ما نقلنا عنه فلم يثبت أن اخذ الاتقى بمعنى التقى ليشمل كل مؤمن ووافقه على ذٰلك الزمخشرى وغيره لكنهم

اور کلام کی تصحیح کی حاجت سے بڑی کون سی دلیل ہے اور اشقی کی تاویل شقی سے اس حصر کی بہ نسبت ظاہر سے نزدیک تر نہیں باوجود اس کے یہ حصر عرف میں شائع ہے اور نظم و نثر میں بکثرت واقع ہے اور تصحیح کلام کی حاجت اس جیسے مقامات میں قرینہ کافیہ ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جب تم کسی کو یہ کہتے سنو کہ زید ہی کریم ہے تو پہلی فرصت میں تم جان جاؤ گے کہ زید جیسا کوئی کریم نہیں نہ یہ کہ زید کے سوا کوئی کریم نہیں، اور یہ خوب ظاہر ہے، یہ تو حکم اشقی سے متعلق تھا اور کوئی شک نہیں کہ اس مقام پر کلام اپنے ظاہر سے تاویل یا توجیہ کا محتاج ہے لیکن ابوعبیدہ نے شطرنج کے مُہروں میں بغلہ (خچر) بڑھا دیا پھر متاخرین میں سے کچھ لوگ پے در پے اس کا کلام بغیر تنقیح کے نقل کرتے رہے، جیسا کہ ہم نے تم سے امام علامہ سیوطی کے کلام سے ان کی عادت کی حکایت کی اس کے لئے اس کا سبب یہ ہوا کہ اس نے یہ گمان کیا کہ وہ آیت بھی جس میں اتقی وارد ہوا تاویل کی حاجتمند ہے اس لئے کہ اس نے کہا کہ اگر تم کہو کہ اللہ تعالٰی نے نار کو نکرہ فرمایا الخ تو کچھ دیر نہ ٹھہرا کہ اتقی کو بمعنی تقی کے لیا تاکہ آیت ہر مومن کو شامل ہو جائے اور اسی بات میں زمخشری وغیرہ نے اس سے اتفاق کیا مگر اس کی تاویل

www.alahazratnetwork.org

لم یوافقه علی التاویل کما سمعت و هذا کلام لایقوم علی ساق اذ لیس فی قوله تعالٰی وسیجنبها الاتقی ما یدل علی الحصر والقصر وانما یصف اللہ سبحٰنہ وتعالٰی عبداً لہ اتقی بأنه یجنب النار و یبعد عنها لانه لایجنب النار الاهو ورحم اللہ الرازی حیث تفطن لهذا فذکر فی الاشقی قولا انه بمعنی الشقی ولم یذکره فی الاتقی رأسا بل صرح بخلافه حیث قال "هذا لایدل علٰی حال غیر الاتقی الا علٰی سبیل المفهوم والتمسك بدلیل الخطاب[1] الخ۔

میں ان لوگوں نے اسکی موافقت کی جیسا کہ تُو نے سُنا اور یہ کلام پائے ثبات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالٰی کے قول وسیجنبہا الاتقی میں کوئی لفظ نہیں جو حصر پر دلالت کرتا ہو اللہ تعالٰی تو اپنے ایک بندے کا وصف بیان فرماتا ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہو یوں کہ وہ جہنم کی آتش سے بہت دور رکھا جائے گا یہ مطلب نہیں کہ جہنم کی آگ سے وہی بچایا جائے گا۔ اور اللہ تعالٰی علامہ رازی پر اپنی رحمت فرمائے کہ انھوں نے اس امر کو سمجھ لیا لہذا اشقی میں ایک قول ذکر کیا کہ وہ بمعنی شقی کے ہے اور اتقی میں اسے بالکل ذکر نہ کیا بلکہ اس کے خلاف کی تصریح کی اُنھوں نے فرمایا یہ آیت کریمہ جس میں اتقی کے لئے بشارت ہے غیر اتقی کے حال پر دلالت نہیں کرتی مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے اور دلیل خطاب سے تمسک کے طور پر الخ۔

اقول بل ولایتمشی علی مذهب القائلین بمفهوم الصفة ایضاً فان الکلام مسوق لمدح الاتقی کما یدل علیه سبب النزول و مقام المدح والذم مستثنٰی عندهم ایضاً کما هو مذکور فی کتب الاصول فیا للعجب من القاضی البیضاوی الشافعی

میں کہتا ہوں بلکہ یہ بات ان کے مذہب پر بھی نہیں چلتی جو مفہوم صفت کے قائل ہیں اس لئے کہ کلام مدحتِ اتقی کے لئے لایا گیا ہے جیسا کہ اس پر سببِ نزول دلالت کرتا ہے اور ان لوگوں کے نزدیک مقام مدح و ذم بھی مستثنٰی ہے جیسا کہ کتبِ اصولِ فقہ میں مذکور ہے تو قاضی بیضاوی شافعی پر تعجب ہے اُنھوں نے

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ۹۲/۱۷ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۲۰۴

www.alahazratnetwork.org

کیف تمسك ھٰھنا بالمفھوم، مع انہ لیس محلہ بالاتفاق و اُشد العجب من القاضی الامام ابی بکر الشافعی اذ زل قلمہ فمال الٰی افادۃ الحصر مع انہ یخالف ائمتہ فی القول بالمفھوم رأساً، و ھکذا یرینا اللہ اٰیاتہ فی الافاق و فی انفسنا کیلا یغتر مغتر بدقۃ انظارہ ولا یسخر ساخر من عاثر فی افکارہ اذ نوی کل صارم ینبو و کل جواد یکبو فعلام یزھو من یزھو و سقی اللہ عھد من قالوا وما ادریك من قالوا سادۃ کرام قادۃ الامۃ ابراھیم النخعی و مالك بن انس وغیرھما من الائمۃ اذ قالوا، ولنعم ما قالوا کل احد ماخوذ من کلامہ و مردود علیہ الا صاحب ھٰذا القبر[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، نسأل اللہ الوقایۃ فی البدایۃ و النھایۃ، والحمد للہ رب العالمین۔

کیونکہ مفہوم سے استدلال کیا حالانکہ بالاتفاق یہ اس کا محل نہیں، اور سخت تعجب تو قاضی امام ابوبکر شافعی پر ہے کہ ان کے قلم نے لغزش کی تو وہ اس طرف مائل ہوئے کہ آیت حصر کا فائدہ دیتی ہے حالانکہ وہ قول بالمفہوم میں اپنے ائمہ کے بالکل مخالف ہیں، اور یونہی اللہ ہمیں اپنی نشانیاں آفاق میں اور ہمارے نفوس میں دکھاتا ہے تاکہ کوئی اپنی باریک بینی پر مغرور نہ ہو اور کوئی ہنسنے والا اپنے افکار میں لغزش کرنے والے سے نہ ہنسے، اس لئے کہ ہر تلوار اُچٹتی ہے اور ہر گھوڑا گرتا ہے تو گھمنڈ کرنیوالا کاہے کو گھمنڈ کرے، اور اللہ تعالٰی ان کے زمانے کو سیراب کرے جنھوں نے فرمایا اور تمھیں کیا خبر وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے فرمایا سرداران بزرگ اُمت کے مقتدا ابراہیم نخعی و مالک بن انس وغیرہ ائمہ کہ اُنھوں نے فرمایا اور کیا خوب فرمایا کہ ہر شخص کی کوئی بات مقبول ہوتی ہے اور کوئی نامقبول، مگر اس قبر شریف کے ساکن یعنی حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ اُن کی ہر بات قبول ہے، ہم اللہ تعالٰی سے حفاظت مانگتے ہیں ابتداء و انتہاء میں، والحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث التاسع والاربعون داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۷۸
[2] الانصاف لولی اللہ دہلوی مکتبہ حقیقۃ دارالشفقت استنبول ترکی ص ۱۳

www.alahazratnetwork.org

والآن أن نستكمل الرد على ابی عبیدۃ فیما فر عنہ و فیما اطمأن علیہ فاقول و باللہ التوفیق زعم الرجل اولاً ان تاویل الاشقی بالشقی ینجیہ عما فیہ اذ آل الکلام الی ان لایصلی النار الا کافر و ھذا حق لاغبار علیہ۔

اور اب وقت آگیا ہے کہ ہم ابو عبیدہ کا رد اس میں جس سے اس نے فرار اختیار کیا اور جس پر وہ مطمئن ہوا تمام کریں تو میں کہتا ہوں اور اللہ سے ہی توفیق ہے اس شخص نے پہلے خیال یہ کیا کہ اشقی کی تاویل شقی سے اسے اس آفت سے نجات دے دے گی جس میں وہ مبتلا ہے اس لئے کہ کلام کا مآل یہ ہوا کہ دوزخ کی آگ میں کافر ہی جائے گا۔ اور یہ بات حق ہے جس پر کوئی غبار نہیں۔

قلنا نظرت الموصوف وتركت الصفة يقول الله سبحٰنه و تعالٰى لايصلٰها الا الاشقى الذى كذب و تولّٰى[1]، ومعلوم ان من الكفار من لم يكذب النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم مدة عمره لا بجنانه ولا بلسانه و انما اكفره ان سبق الكتاب و خذل التوفيق والعياذ بوجه المولى الكريم۔

ہم کہیں گے کہ تم نے موصوف کو دیکھا اور اور صفت کو چھوڑ دیا اللہ سبحٰنہ و تعالٰی فرماتا ہے لا یصلٰھا الا الاشقی الذی کذب و تولّٰی (اس میں نہ جائے گا مگر وہ سب سے بڑا بدبخت جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا) اور یہ معلوم ہے کہ کافروں میں وہ بھی ہیں جنھوں نے اپنی تمام عمر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ جھٹلایا نہ اپنے دل سے نہ اپنی زبان سے، اس کا کفر تو یوں ہوا کہ اللہ کا لکھا غالب آیا اور توفیقِ الٰہی نے اس کا ساتھ نہ دیا اور مولائے کریم کی ذات کی پناہ ہے۔

اقول وھذا ابو طالب عم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افنی عمرہ فی حفظہ وحمایتہ و بلغ الغایۃ القصوٰی

میں کہتا ہوں یہ ہیں ابو طالب رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا جنھوں نے اپنی عمر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں فنا کر دی اور وہ حضور صلے اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/ ۱۵ و ۱۶

www.alahazratnetwork.org

من محبته وولایته قد کان حبه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخذ بمجامع قلبه حتی کان یفضله علی الاطفال الصغار من بنی صلبه، ولما بعث اللہ تعالٰی نبیه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فدعا المشرکین الی التوحید وهجم علیه الاعداء من کل شاء وبعید، قام ینا ضل عنه صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاعظم بره ولازم نصره وقاسی ماقاسی من شدائد لاتحصٰی فی مهاجرة المشرکین من عشیرته الاقربین۔ وهوالذی لما تمالأت قریش علی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونفروا عنه من یرید الاسلام انشاء قصیدة تدل علی عظم حبه للمصطفٰی وشدة بغضه اعدائه اللئام کما روی ابن اسحٰق وغیره من الثقات ومنها هٰذه الابیات ؎

اعبد مناف انکم خیر قومکم
فلا تشرکوا فی امرکم کل واغل
فقد خفت ان لم یصلح اللہ امرکم
تکونوا کما کانت احادیث وائل
اعوذ برب الناس من کل طاعن
علینا بسوء او ملح بباطل

علیہ وسلم کی محبت اور نصرت کی انتہائی حد کو پہنچے، سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت نے ان کے پورے دل کو ایسا پکڑ لیا تھا کہ اپنے صلبی کم سن بچوں پر حضور علیہ السلام کو فضیلت دیتے تھے اور جب اللہ تعالٰی نے اپنے نبی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو سرکار نے مشرکین کو وحدانیت کی طرف بلایا اور دین کے دشمن ہر سمت دُور دراز سے حملہ آور ہوئے ابوطالب ان کی حمایت کو کافروں سے لڑنے کو کھڑے ہو گئے تو سرکار کے ساتھ بڑی نیکی کی اور ہمیشہ ان کی مدد کی اور اپنے قریبی رشتہ دار مشرکوں کی طرف سے کیسی بے شمار سختیاں جھیلیں۔ یہ وہی ابوطالب تھے کہ جب سارے قریش مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مخالف ہوئے اور اسلام کے خواہشمندوں کو سرکار علیہ السلام سے دور کیا تو انھوں نے ایک قصیدہ کہا جو مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بڑی محبت اور ان کے کمین دشمنان سے شدید عداوت کی دلیل ہے، جیسا ابن اسحٰق نے معتمد راویوں سے روایت کیا ہے۔ اسی قصیدہ کے یہ شعر ہیں:

اے عبد مناف کے بیٹو! تم اپنی قوم میں سب سے بہتر ہو، تو تم اپنے معاملہ میں ہر خسیس کو شریک نہ کرو۔ بیشک مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اللہ نے تمہارا حال ٹھیک نہ کیا تو تم وائل کے افسانوں کی طرح افسانہ ہو جاؤ گے۔ میں لوگوں کے رب کی پناہ چاہتا ہوں ہر برائی کا طعنہ دینے والے اور باطل پر اصرار کرنے والے سے

www.alahazratnetwork.org

ومن کاشح یسعٰی لنا بعبیۃ
و من ملحق فی الدین ما لم یحاول

اور کینہ پرور سے جو ہم پر گھمنڈ کی کوشش کرے، اور اس سے جو دین میں ایسی بات شامل کرے جو دین میں کبھی نہ پائی گئی ہو۔

وثور ومن أرسٰی ثبیرًا مکانہ
و راق لبرٍّ فی حراء و نازل

اور کوہِ ثور سے اور اس سے جس نے کوہِ ثبیر کو اپنی جگہ جمایا اور کوہِ حرا میں عبادت کے لئے چڑھنے اور اُترنے والے سے۔

وبالبیت حق البیت فی بطن مکۃ
و باللہ ان اللہ لیس بغافل

اور اللہ تعالیٰ کے سچے گھر کی قسم اور اللہ کی قسم بیشک اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔

کذبتم و بیت اللہ نبزی محمدًا
ولما نطاعن دونہ و نناضل

اللہ کے گھر کی قسم! اے کافرو! تم جھوٹے ہو اس گمان میں کہ ہم محمد (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیں گے۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ
و نذھل عن ابناء نا والحلائل

حالانکہ ابھی ہم نے حضور علیہ السلام کے گرد نیزوں اور تیروں سے جنگ نہ کی اور کیا ہم محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے سپرد کر دیں گے جب تک کہ اپنے بیٹوں اور بیویوں سے غافل نہ ہو جائیں۔

لعمری لقد کلفت وجدا بأحمد
وأحببتہ داب المحب المواصل

مجھے اپنی جان کی قسم! مجھے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شدید محبت ہے اور میں انھیں ایسا چاہتا ہوں جس طرح پیہم چاہنے والے کی عادت ہوتی ہے۔

فمن مثلہ فی الناس ای مؤمل
اذا قاسہ الحکام عند التفاضل

جب فیصلہ کرنے والے مقابلے کے وقت کسی کو ان پر قیاس کریں تو ان جیسا لوگوں میں کون ہے جس کے لئے یہ امید ہو کہ وہ ان کا ہم پلہ ہوگا۔

حلیم رشید عاقل غیر طائش
یوالی الاھا لیس عنہ بغافل

حلم والے، رشد والے، عقل والے، طیش والے نہیں وہ بیوقوف و بے قدر سے محبت رکھتے ہیں جو ان سے غافل نہیں۔

www.alahazratnetwork.org

فواللہ لولا ان اجئ بسبۃ
تجرّعلی اشیاخنا فی المحافل

تو خدا کی قسم اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میں ایسا کام کروں جو ہمارے بزرگوں پر محافل میں ملامت کا سبب بنے۔

لکنا اتبعناہ علٰی کل حالۃ
من الدھر جدا غیر قول التھازل

تو ہم نے زمانہ کی ہر حالت میں ان کی پیروی کی ہوتی تو یہ بات سنجیدگی سے بے مذاق کے کہتا ہوں۔

فاصبح فینا احمد فی أرومۃ
تقصر عنھا سورۃ المتطاول

تو احمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے اندر ایسے عالی نسب ہیں جس کو فخر کرنے والے کی محبت پانے سے عاجز ہے۔

حدیت بنفسی دونہ وحمیتہ
ودافعت عنہ بالذرا والکلاکل[1]

میں نے اپنی جان کو ان کے سپرد کردیا اور ان کی حمایت کی اور سرداروں اور گروہوں کے ذریعہ (یا سروں اور سینوں کے ذریعہ) دشمنوں سے حضور کا بچاؤ کیا۔

ولقد کان یتبرک بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویتوسل بہ الی اللہ تعالٰی فی الدعاء کما یدل علیہ ماروی العلماء من سنۃ قریش وحدیث الاستسقاء[2]، وقد حث الناس علی اتباعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واخبر عن امور لم تقع فصدق

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے برکت طلب کرتے اور دعا میں آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے چنانچہ اس پر قریش کی قحط سالی اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے بارش طلب کرنے کا واقعہ جسے علمائے روایت فرمایا ہے دلالت کرتا ہے اور بیشک ابوطالب نے لوگوں کو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع پر ابھارا اور ان باتوں کی خبر دی جو واقع نہ ہوئی تھیں تو ایسا ہی

---

[1] السیرۃ النبویۃ لسید احمد زینی دحلان باب وفاۃ عبدالمطلب المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۱/۸۳
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام شعر ابی طالب فی استعطاف قریش دار ابن کثیر بیروت الجزء الاول والثانی ص ۷۷۲ تا ۷۷۳

[2] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سوال الناس الامام الاستسقاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۷

www.alahazratnetwork.org

سبحٰنہ وتعالٰی ظنہ ووقع کمثل اخبارہ فوقع ولقد کان لہ موقع عظیم فی قلب النبی الکریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم حتی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لماجاءہ اعرابی فقال یارسول اللہ اتیناک ومالنا صبی یغط ولا بعیر یئط وانشد ابیاتا فقام صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یجر رداءہ حتی صعد المنبر ورفع یدیہ الی السماء فواللہ مارد یدیہ بکریتین حتی التقت السماء بأبراقہا وجاء وا یضجون الغرق، فضحک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ وتذکر قول ابی طالب فی مدحہ حیث یقول: ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ
ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل[1]

فقال للہ در أبی طالب لوکان حیا لقرت عیناہ من ینشدنا قولہ، فقال علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ یارسول اللہ

ہُوا جیسا اُنھوں نے خبر دی اور نبی کریم علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دل میں ان کے لئے مقام عظیم تھا یہاں تک کہ جب سرکار علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں ایک اعرابی نے آکر عرض کی کہ ہم سرکار کے پاس آئے ہیں اور حال یہ ہے کہ ضُعف سے ہمارے بچّوں کی آواز نہیں نکلتی اور ہمارے اونٹ لاغری سے کراہتے نہیں اور اس اعرابی نے سرکار کی مدح میں کچھ اشعار پڑھے تو سرکار علیہ الصلٰوۃ والسلام چادر اقدس کو گھسیٹتے ہُوئے اٹھے اور منبر پر صعود فرمایا اور آسمان کی جانب اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے تو خدا کی قسم ابھی سرکار علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ آسمان بجلیوں سے بھر گیا اور اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ پکارتے ہُوئے آئے کہ ہم ڈوبے، تو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ دندان اقدس چمکے اور آپ کو اپنی تعریف میں ابو طالب کا قول یاد آیا جب انھوں نے عرض کیا تھا کہ:

سرکار گورے ہیں جن کے چہرے سے بارش طلب کی جاتی ہے جو یتیموں کی ٹیک اور بیواؤں کا سہارا ہیں۔

پھر سرکار علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: اللہ کے لئے ابو طالب کی خوبی ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں کون ہمیں ان کے شعر سنائے گا۔ تو حضرت علی

---

[1] صحیح البخاری ابواب الاستسقاء باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۷
دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۴۱

www.alahazratnetwork.org

کانك تریدقوله وابیض یستسقی، و وذکر ابیاتاً فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجل کما اخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ[1] عن سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فانظروا الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "للہ دَرُّ ابی طالب" وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "لوکان حیّا لقرت عیناہ" وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "من ینشدنا قولہ" ولم ینقل عنہ مرۃ انہ رد علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکذبہ فیہ بل ھو القائل فی تلك القصیدۃ مخاطبا لقریش ؎

لقد علموا ان ابننا لامکذب
لدینا و لایعبأ بقول الاباطل[2]

ولذا کان اھون اھل

کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے عرض کیا گویا سرکار کی مراد ان کا وہ قصیدہ ہے جس میں انھوں نے عرض کی "وہ گورے رنگ والے جن کے چہرے کے ذریعہ بارش طلب کی جاتی ہے۔" اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے چند شعر پڑھے تو سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ہاں میں یہی چاہتا تھا۔ جیسا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا تو سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول "للہ دَرُّ ابی طالب" (اللہ کے لئے ابو طالب کی خوبی ہے) کو دیکھو اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمان کو دیکھو کہ "اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔" اور حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد پر نظر کرو کہ "ہمیں کون ابو طالب کے شعر سنائے گا۔" اور ایک بار بھی منقول نہ ہوا کہ ابو طالب نے سرکار کی کسی بات کو رد کیا ہو یا سرکار کو جھٹلایا ہو، بلکہ خود اسی قصیدہ میں قریش سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ "خدا کی قسم لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا فرزند ہمارے نزدیک ایسا نہیں کہ جھٹلایا جائے اور نہ اسے جھوٹی باتوں سے کام ہے۔"

اور اسی وجہ سے ابو طالب پر تمام دوزخیوں

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۴۱

[2] السیرۃ النبویۃ سید احمد زینی دحلان باب وفاۃ عبد المطلب المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۸۳

www.alahazratnetwork.org

النار عذاباً کما فی الصحاح و نفعته شفاعة الشفیع المرتجی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی اخرج الی ضحضاح[1] علی خلاف من سائر الکافرین الذین لاتنفعہم شفاعة الشافعین، و یالیتہ لو اسلم لکان من افضل اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن قضاء اللہ لایرد وحکمہ لا یعقب و للہ الحجة السامیة ولاحول ولا قوة الا باللہ العزیز الحکیم وقد فصلنا المسئلة فی بعض فتاوٰنا و اظہرنا بطلان قول من قال باسلامہ واذا کان ذٰلک کذٰلک ظہران الحصر فی الشقی المکذب ایضاً غیر مستقیم الٰی ھٰذا اشار القاضی الامام حیث قال "لایمکن اجراء ھٰذہ الاٰیة علٰی ظاھرھا" و یدل علٰی ذٰلک ثلثة اوجہ:

احدھا انہ یقتضی ان لایدخل النار "الا الاشقی الذی کذب وتولی"، فوجبہ فی الکافر

سے ہلکا عذاب ہے جیسا کہ صحیح حدیثوں میں وارد ہوا اور شفیع مرتجی (امیدگاہِ عاصیاں) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت نے انھیں نفع دیا تو ان پر تخفیف کے لئے انھیں جہنم کے بالائی سرے پر رکھ دیا گیا اور یہ معاملہ ان کے ساتھ سارے کافروں کے برخلاف ہے جنھیں شفیعوں کی شفاعت کام نہ دے گی اور کاش وہ ایمان لاتے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افضل صحابہ سے ہوتے۔ لیکن اللہ کا لکھا نہیں ٹلتا اور اس کا حکم نہیں بدلتا اور اللہ ہی کے لئے حجت بلند اور معصیت سے پھرنے کی قوت اور طاعت کی طاقت اللہ عزیز حکیم کے دیئے بغیر نہیں، اور ہم نے اس مسئلہ کو اپنے بعض فتاوٰی میں تفصیل سے بیان کیا اور ابوطالب کے اسلام کے قائل کی رائے کا بطلان ظاہر کیا ہے اور جب یہ بات یوں ہے تو ظاہر ہوا کہ حصر شقی مکذب (جھٹلانے والے) میں بھی درست نہیں اسی طرف امام ابوبکر نے اشارہ کیا چنانچہ انھوں نے فرمایا کہ اس آیت کو اس کے ظاہری معنٰی پر جاری کرنا ممکن نہیں اور اس پر تین وجوہ دلالت کرتی ہیں:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حصر اس کا مقتضی ہے کہ جہنم میں وہی کافر جائے گا جو سب سے بڑا بدبخت ہو جس نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۴۸

www.alahazratnetwork.org

الذی لم یکذب و لم یتول ان لا یدخل النار[1] الخ۔

کی تکذیب کی ہو اور ان کی سچائی کے دلائل میں نظر سے اعراض کرتا ہو، تو لازم آیا کہ وہ کافر جس سے تکذیب و اعراض سرزد نہ ہوا (جیسے ابوطالب) جہنم میں نہ جائے۔

قلت و بما قررنا المقال بان لك انخسافا ما قال الرازی متعقبا للامام القاضی ان کل کافر لابد و ان یکون مکذبا للنبی فی دعواہ و یکون متولیا عن النظر فی دلالۃ صدق ذٰلك النبی[2] الخ وظہر ایضا ان ھٰذا التاویل الذی ارتضاہ کثیر من المتاخرین ولا یسد خلۃ ولا یشفی غلۃ و علیك بتلطیف القریحۃ۔

میں کہتا ہوں جس طور پر ہم نے اپنے مقالہ کی تقریر کی اس سے امام رازی کے اس قول کا ضعف ظاہر ہوگیا جو انھوں نے امام قاضی پر بطور اعتراض کیا ہے کہ ہر کافر کا نبی کو اس کے دعوے میں جھٹلانا ضروری ہے اور اس نبی کے دلائل صدق میں نظر سے رُوگردانی اسے لازم ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ تاویل جسے بہت سے متاخرین نے پسند کیا کوئی حاجت پوری نہیں کرتی نہ تشنگی کو اُکساتی بجھاتی ہے اور تم لطافت طبع کو لازم پکڑو۔

وزعم **ثانیا** ان اٰیۃ الاتقی ایضا تفتقر الی التاویل لقرینتہا فارتکب ما کان فی مندوحۃ عنہ کما حققنا۔

اور **ثانیاً** اُسے گمان کیا کہ وہ آیت جو اتقی کے بارے میں ہے وہ بھی اپنے ساتھ والی آیت کی طرح محتاج تاویل ہے، تو اس کا ارتکاب کیا جس سے وہ بے نیاز تھے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی۔

وزعم **ثالثا** ان تاویلہ الاتقی بالتقی مما یفیدہ و یغنی زعما منہ ان غیر التقی المذکور

اور **ثالثاً** گمان کیا کہ اس کا اتقی کو تقی کی طرف مؤول کرنا اسے فائدہ دے گا اور غنا بخشے گا اس گمان کی بنا پر کہ اس کے نزدیک

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۵ و ۱۶ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۳

[2] " " " " " " " " " " ۳۱/ ۲۰۴

www.alahazratnetwork.org

فی الآیۃ لایجتنب النار۔

آیت میں مذکور تقی کے سوا کوئی آتشِ دوزخ سے نہ بچایا جائے گا۔

اقول ولا یرد علیہ ما سیظن أن ایت رحمۃ اللہ تعالٰی علی العصاۃ وقد اذنت نصوص قواطع ان کثیرا من الفجار والمثقلین بالاوزار والہالکین علی الاصرار لایسمعون حسیس النار بمحض رحمۃ العزیز الغفار وفیض شفاعۃ الشفیع المختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ التقوٰی درجات وفنون اولہا اتقاء الکفر وھذا یستوی فیہ المومنون وقد افصح ابوعبیدۃ عن مرادہ اذ قال الاتقی بمعنی التقی وھو المؤمن[1] انتہی۔

میں کہتا ہوں اور اس پر وہ سوال وارد نہیں ہوتا جس کا عنقریب وہ گمان کریگا کہ پھر اللہ تعالٰی کی رحمت گنہگاروں پر کہاں گئی حالانکہ قطعی دلیلیں بتا چکیں کہ بہت سے بدعمل اور گناہوں سے بوجھل اور مرتے دم تک گناہوں کے عادی محض رحمت عزیز غفار اور شفیع مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شفاعت کے سبب آتشِ دوزخ کی بھنک تک نہ سنیں گے اس لئے کہ تقوٰی کے درجات و اقسام میں ان کا پہلا درجہ کفر سے بچنا ہے جس میں مومن برابر ہیں اور ابوعبیدہ نے اپنی مراد ظاہر کردی کہ اس نے کہا اتقی بمعنی تقی کے ہے اور تقی مومن ہے اھ

اقول وبہ اندفع ما یترأی من النقض بالصبیان والمجانین فان المراد بالتقی المؤمن والصبی ان عقل فاسلامہ معقول مقبول والمجنون ان طرء فیستصحب الایمان السالف والا فینسحب علیہما حکم الفطرۃ الاسلامیۃ۔

میں کہتا ہوں اس تقریر سے وہ اعتراض دفع ہوگیا جو بچوں اور پاگلوں سے نقض کے ذریعہ اٹھتا معلوم ہوتا تھا اس لئے کہ تقی سے مراد مومن ہے اور بچہ اگر سمجھ والا ہے تو اس کا اسلام معقول اور مقبول ہے اور مجنون پر جنون اگر طاری ہے تو شرعًا اس کا ایمان سابق اس کے ساتھ مانا جائے گا ورنہ ان دونوں پر حکم فطرت اسلامیہ جاری (یعنی انھیں بحکم مسلمان جانیں گے)۔

لکنی اقول اولًا فما ذا تصنع باللام الداخلۃ علی الاتقی

لیکن میں کہتا ہوں کہ اولًا جب اتقی بمعنی تقی کے ٹھہرا تو اس صورت میں اس لام

---

[1] مدارک التنزیل (التفسیر النسفی) بحوالہ ابی عبیدہ تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۶۳

www.alahazratnetwork.org

اذقد تقرر فی الاصول انہا ان لم تکن للعہد فللاستغراق[1]، ومعلوم ان من المؤمنین من یعذب ولایجنب، ولا ینفع ارادۃ اللزوم بالصلی اذ الکنایۃ للنار دون الصلی، ولقد اغرب من تفطن لبعض من ھذا کالقاضی البیضاوی فحمل الکلام علی من یتقی الکفر والمعاصی **اقول** نعم الاٰن یصح الاستغراق ولکن من للحصر المزعوم الذی یرتکب لاجلہ تاویل الاتقی، اذ من الفجار من یجنب ولا یعذب کما ذکرنا وعلی ھذا یرد النقض ایضا بالصبی والمجنون۔

کے ساتھ کیا معاملہ کروگے جو اتقی پر داخل ہے اس لئے کہ اصول میں مقرر ہوچکا ہے کہ لام اگر عہد کے لئے نہ ہوگا تو استغراق کے لئے ہوگا۔ اور یہ معلوم ہے کہ مومنوں میں وہ ہیں جنھیں عذاب ہوگا اور وہ آتشِ دوزخ سے نہ بچائے جائیں گے اور یہ مفید نہیں کہ یَصلٰی سے بجائے آگ میں جانے کے آگ کا لازم ہونا مراد لیا جائے اس لئے کہ یجنبہا (اس دوزخ سے دُور کیا جائیگا) میں ضمیر جہنم کی آگ کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ صلی مصدر کی طرف (جس کا معنی آگ میں جانا ہے) اور جس کا ذہن ان باتوں میں سے بعض کی طرف پہنچا اس نے عجیب وغریب کام کیا جیسے قاضی بیضاوی، تو انھوں نے کلام کو اس پر محمول کیا جو کفر اور گناہوں سے بچے لیکن اس حصر مزعوم کا مددگار کون جس کی وجہ سے اتقی کی تاویل کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس لئے کہ فاجروں میں وہ بھی ہے جو دوزخ کی آگ سے دُور رہے گا اور اسے عذاب نہ ہوگا۔

واقول ثانیًا اغمضنا ھذا کلہ وترکناکم وشانکم فاذھبوا بالکلام الی ما تشتھیہ انفسکم الا انکم اغفلتم الصفۃ ھٰھنا ایضا غفولکم عنہا

اور ثانیًا میں کہتا ہوں کہ ہم نے ان تمام باتوں سے آنکھ میچی اور آپ کو آپ کے حال پر چھوڑا تو کلام کو جدھر چاہئے لے جائیے مگر آپ لوگ یہاں بھی صفت سے غافل رہے جس طرح اشقی (جس نے جھٹلایا اور منہ موڑا)

---

[1] التوضیح والتلویح نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۳۶

www.alahazratnetwork.org

فی "الاشقی الذی کذب و تولی"[1] فان اللہ سبحٰنہ و تعالٰی لم یرسل الاتقی ارسالا بل خصہ "بالذی یؤتی مالہ یتزکی"[2] ومعلوم ان التقی الفقیر لامال لہ وانہ مجنب عن النار لاشك، فان کان الکلام علی الحصر کما زعمتم فالحصر لم یستقم بعد والا فما ذا یلجئکم الی التاویل والعدول عن ظاہر التنزیل عن ھذا نقول ان الوجہ ترك التکلف وصون اللفظین لاسیما الاُتقی عن التغیر والتصرف لانعدام الحاجۃ فی احدی الآیتین و اندفاعھا بطریق اسلم فی الاخرٰی کما یفیدہ الوجھان اللذان ذکرھما القاضی الامام مع ما شاھدنا ان التاویل یراد ولا مفاد ویقاد ولا ینقاد بید انی ما یدرینی لعل الجدال یوری نارًا موقدۃ تطلع علی الافئدۃ فیقوم قائل ان وجہی القاضی ایضا یعکر علیھما بشئ فلا مناص من تشدید الارکان

کے معاملہ میں آپ نے صفت سے غفلت کی اس لئے کہ اللہ تعالٰی نے اتقی کو مطلق نہ رکھا بلکہ اسے اس کے ساتھ خاص کیا جو اپنا مال ستھرا ہونے کو راہِ خدا میں دے اور یہ معلوم ہے کہ تقی فقیر کے پاس مال نہیں ہے حالانکہ وہ آتشِ دوزخ سے بیشک دُور رہے گا۔ تو اگر کلام بسبیل حصر ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا زعم ہے تو حصر تو اب بھی درست نہیں ہوا اور اگر حصر پر بناء نہیں تو آپ کو تاویل اور ظاہر تنزیل سے عدول کی طرف کون سی چیز مضطر کرتی ہے اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ تکلف چھوڑا جائے اور دونوں لفظوں خصوصًا اتقی کو تصرف و تغیر سے محفوظ رکھیں اس لئے کہ ایک آیت میں تاویل کی حاجت نہیں اور دوسری میں مسلک اسلم سے حاجت مندفع ہوجاتی ہے جیسا کہ ان دو وجہوں نے افادہ کیا جو قاضی امام نے ذکر فرمائیں باوجودیکہ ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ تاویل مراد ہوتی ہے حالانکہ کوئی مفاد نہیں ہوتا اور وہ کھینچی جاتی ہے جبکہ وہ نہیں کھنچتی۔ لیکن میں کیا جانوں شاید بحث روشن آگ کو بھڑکائے جو دلوں پر چمکے تو کوئی قائل کھڑا ہوجائے اور کہے کہ قاضی کی مذکورہ دو وجہوں پر بھی کچھ غبار ہے لہذا ارکان کو مضبوط

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/۱۶ [2] القرآن الکریم ۹۲/۱۸

www.alahazratnetwork.org

وتجدید الارصاد علی حسب الامکان۔

فاقول وربّی ولی الاحسان یستبعد علی الوجہ الاوّل وصف الاتقی بانہ یجنب تلک النار الکبری فان مدح اکرم القوم بانہ لیس أرذل القوم مما لا یستملح۔

اقول والمخلص الاستخدام وھو شائع فی فصیح الکلام بل عدوہ والتوریۃ اشرف انواع البدیع، بل منھم من قدمہ فی الشرف علی الجمیع کما ذکر الامام العلامۃ السیوطی[1] ومنہ فی القرآن العظیم قولہ تعالٰی "ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین[2]"

کرنا اور اشیاء کی تجدید بقدرِ امکان ضروری ہے۔

تو میں کہتا ہوں اور میرا رب ولیِ نعمت ہے، پہلی وجہ پر اتقی کا یہ وصف بیان کرنا کہ وہ بڑی آگ سے دُور رکھا جائے گا مستبعد ہے اس لئے کہ قوم کے بزرگ ترین کے لئے یہ کہنا کہ وہ رذیل ترین نہیں ہے اس میں کوئی ملاحت نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اور اس سے نجات دہندہ وہ استخدام ہے اور وہ کلامِ فصیح میں شائع ہے، بلکہ علماء نے استخدام وتوریہ کو بدیع کی سب سے عمدہ قسم شمار کیا ہے، بلکہ بعض علماء نے استخدام کو شرف میں تمام اقسامِ بدیع پر مقدم رکھا ہے جیسا کہ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا ہے، اور اس قبیل سے قرآن عظیم میں اللہ تعالٰی کا قول ہے: "اور بیشک ہم نے آدمی کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا پھر اسے پانی کی بوند کیا ایک مضبوط ٹھہراؤ میں۔"

ف: توریہ ابہام کو کہتے ہیں، اور اس کی تعریف یہ ہے کہ ایک لفظ کو لیں جس کے دو معنی ہوں ایک قریب دوسرا بعید۔ اور معنی قریب سے بعید معنی کا توریہ کریں، اور بعید معنی مراد ہو تو معنی قریب کو مورّی بہ اور معنی بعید کو مورّی علیہ کہتے ہیں۔

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵۳

[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۲ و ۱۳

www.alahazratnetwork.org

المراد بالانسان أبونا آدم علیہ السلام وبضمیر ولدہ، ومنہ قولہ تعالٰی "اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ"[1]

آیت میں انسان سے مراد ہم انسانوں کے باپ آدم علیہ السلام ہیں اور ضمیر سے مراد ان کی اولاد ہے اور اسی قبیل سے اللہ تعالٰی کا قول ہے کہ "اللہ تعالٰی کا حکم آیا تو اسکی جلدی نہ مچاؤ"

المراد بامر اللہ بعثۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی احد الوجوہ فی تاویلہ اخرج ابن مردویۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فی قولہ تعالٰی اتی امر اللہ قال محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والمراد بالضمیر قیام الساعۃ قالہ العلامۃ السیوطی[2]، نفعنا اللہ تعالٰی بعلومہ، آمین۔

اس آیت میں ایک وجہ پر امر اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہے۔ ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ اللہ تعالٰی کے قول "اتی امر اللہ" میں امر اللہ سے مراد محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ اور ضمیر سے مراد قیامت کا قائم ہونا ہے، یہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں ان کے علوم سے نفع بخشے آمین۔

اقول فان قلت اذا اردتم بالنار اعظم النیران المخصوص باشقی الاشقیاء، فما معنی انذار سائر الناس عنہ قلت المعنی ان شاء اللہ تعالٰی ان الاشقی انما بلغ ما بلغ من کمال الشقاء وسوء الجزاء وجھد البلاء بما ثابر علیہ من اللداد و

میں کہتا ہوں اب اگر تم کہو جبکہ آپ نے آیت میں مذکور نار سے دوزخ کی سب سے بڑی آگ مراد لی جو تمام اشقیاء سے بدتر شقی کے لئے مخصوص ہے تو سب لوگوں کو اس سے ڈرانے کا کیا مقصد ہے، تو میں کہوں گا کہ مقصد ان شاء اللہ تعالٰی یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا شقی کمال شقاوت اور بری جزا اور سخت بلا کے جس درجہ پر پہنچا اس کا سبب وہی کفر و عناد ہے اور ہر ناہنجت اور

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱

[2] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثامن والخمسون دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۵۴

www.alahazratnetwork.org

العناد والاصرار والاستکبار فاحذروا انتم یا ایہا الناس ان لم تنیبوا الی الحق ودمتم کدوامہ ان تعادلوہ فی الشقاء فتلقوا اثاما کمثل اثامہ فکانت الاٰیۃ علی حد قولہ تعالٰی "فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ مثل صاعقۃ عاد وثمود[1]" فانہم انما اصابہم ما اصابہم لمثل ھذا الاعراض فماذا یؤمنکم ان مضیتم علی دابہم ان تعذبوا بعذابہم اوحصل الانذار بأنہ تعالٰی أخبر أن ھناك عدوًا اشقی من یوجد ولہ جزاء اسوء مایکون والناس غیر دارین انہ من ھو، ولم یذکر اللہ تعالٰی من صفاتہ الا التکذیب و التولی، فحق ان تنقطع قلب کل مکذب و ینفلق کبد کل متول خوفا و فرقا ان یکون ھو ھو فمن ھذا الوجہ جاء الانذار لسائر الناس فاتقنہ فانہ من احسن السوانح بتوفیق الملك العلیم الفاتح جل جلالہٗ

گھمنڈ ہے جس پر وہ قائم رہا تو اے لوگو! تم ڈرو کہ اگر تم حق کو نہ مانو اور ناحق پر جمے رہو جیسا کہ وہ بڑا بدبخت جما رہا کہیں تم بدبختی میں اس کے برابر نہ ہو جاؤ تو اس کے عذاب جیسا عذاب پاؤ تو یہ آیت اللہ تعالٰی کے قول "پھر اگر وہ منہ پھیریں تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد اور ثمود پر آئی تھی" کے طور پر ہے اس لئے کہ عاد و ثمود پر جو مصیبت اتری وہ اسی طور کے اعراض (رُوگردانی) کے سبب اُتری تو تمہیں کون سی چیز بے خوف کرتی ہے، اگر تم ان اگلوں کی عادت پر جمے رہو ان جیسا عذاب پانے سے یا سب کے لئے تنبیہ ہوگئی کہ اللہ تعالٰی نے بتایا کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کا ایک دشمن نہایت بدبخت ہوگا اور اس کے لئے نہایت بدترین سزا ہے اور لوگ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے، اور اللہ تعالٰی نے اس کی صفات میں سے جھٹلانے اور منہ موڑنے کے سوا کچھ ذکر نہیں کیا تو بجا ہے کہ ہر جھٹلانے والے کا دل کٹ جائے اور ہر منہ موڑنے والے کا کلیجہ پھٹ جائے اس ڈر سے کہ کہیں وہی نہ سب سے بڑا بدبخت ہو جس کی یہ سزا سنائی گئی تو اس وجہ سے یہ تخویف سب لوگوں کے لئے آئی، اس نکتہ کو یاد رکھو کہ یہ بادشاہ علیم فاتح (علم والے عقدہ کھولنے والے جل جلالہٗ) کی توفیق سے ایک

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۱۳

www.alahazratnetwork.org

وھذا الکلام یجری بعضہ فی الوجہ الثانی ایضاً لکن ھنا دقیقۃ غامضۃ وھی أن امثال ھذا الحصر الادعائی انما تناسب المقام اذا کان سوق الکلام لذم ھٰذا الاشقی الملام، فکانہ قیل انہ بلغ من الشقاء مبلغاً تضمحل دونہ سائر الشقاوات فکانہ لا یلج النار الاھو، اما اذا سیق مساق الانذار لجمیع الکفار أو قصد ذٰلک ایضاً مع قصد الذم فلعلہ لا یستحسن حینئذ حصر العقاب فی رجل واحد، تأمل فانہ موضعہ والعبد الضعیف لھذا یجد نفسہ ارکن الی الوجہ الاول دون الثانی وفیہ الغنیۃ و حصول المنیۃ، والحمد للہ معطی الامانی، ثم لما بلغت ھذا المقام رجعت العزیزی بعد ما استعرتہ من بعض الاعزۃ فرأیت المولیٰ عبد العزیز تجاوز اللہ تعالیٰ عنا وعنہ تنبہ لھٰذا الاستبعاد الذی ذکرتہ فی الوجہ الاول وجھی القاضی و حق لہ ان یتنبہ لانہ العلم فی الذکاء والفطانۃ، ثم اجاب عنہ بجوابین:

الاول یقارب ما

اچھا خیال ہے اور یہ تقریر کچھ وجہ ثانی میں بھی جاری ہے، لیکن یہاں ایک نہایت خفی نکتہ ہے اور وُہ یہ کہ ایسے حصر ادعائی موقع کے مناسب اسی وقت ہوں گے جبکہ سیاقِ کلام اس بڑے بدبخت و قابل ملامت کی مذمت کے لئے ہو، تو گویا یُوں فرمایا گیا کہ یہ شخص شقاوت کے اس درجہ تک پہنچا جس کے آگے سب شقاوتیں ہیچ ہیں تو گویا دوزخ میں اس کے سوا کوئی نہ جائے گا، مگر جبکہ یہ کلام تمام کافروں کی تخویف کے لئے ہو یا مذمت کے ساتھ یہ قصد بھی ہو تو شاید عذاب کو ایک شخص میں منحصر بتانا مستحسن نہیں، غور کرو کہ یہ مقامِ غور ہے اور یہ بندۂ ناتواں اسی لئے خود کو دوسری وجہ کے بجائے پہلی وجہ کی طرف زیادہ مائل پاتا ہے اور اسی میں بے نیازی اور مطلب کا حصول ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے حمد ہے جو مرادیں عطا فرماتا ہے، پھر میں جب اس مقام تک پہنچا میں نے تفسیر عزیزی اپنے بعض اعزہ سے عاریۃً لے کر دیکھی تو میں نے حضرت مولانا عبد العزیز کو (اللہ تعالیٰ ہمیں اور انھیں معاف فرمائے) دیکھا کہ وہ اس اعتراض کی طرف متنبہ ہوئے جو وجہ اول پر اعلیٰحضرت نے فرمایا اور انھیں متنبہ ہونا ہی چاہیے اس لئے کہ وہ ذکاوت و فطانت کا پہاڑ ہیں، پھر اس کے دو جواب دیئے:

پہلا تو وہی جو علمائے نے اختیار فرمایا یعنی

www.alahazratnetwork.org

دنا التوفیق الیہ من القول بالاستخدام

والثانی ان التجنیب من تلك النار المخصوصة بالکفار ایضا لہا عرض عریض وغایة القصوی مختصة بالاتقی وسائر المومنین وان کانوا مجنبین لکن لاکمثلہ[1] انتہی معرّبًا۔

اقول الوجہ الوجہ الاول وعلیہ عندی المعول واما ماذکر من الوجہ الثانی فلیس بشئ عندی وان کان ھو المرضی لدیہ حتی اورد الاول بصیغة التمریض وذلك لان کون التجنیب مقولا بالتشکیك مسلم فی مطلق النار التی یمکن ان یدخلہا بعض المومنین ومعنی العرض العریض فیہ کما یسبق الیہ ذھنی القاصر ان الذنوب مقتضاھا الاصلی الذی لوخلیت ھی وطبایعہا ما اقتضت الا ایاہ انما ھو اصابة الجزاء الذی اوعد بہ علیہا وھذا ظاھر جدًا، فکل من

استخدام کا طریقہ۔

دُوسرا یہ کہ اس نار سے دور رکھا جانا جو کافروں کے ساتھ خاص ہے اس میں بڑی وسعت ہے اور اس کی آخری حد اتقی کے لئے خاص ہے اور باقی مسلمان اگرچہ وہ بھی اس آگ سے دُور رہیں گے لیکن اس کی طرح نہیں اھ۔

میں کہتا ہوں وجہ تو پہلی ہے اور میرے نزدیک وہی معتمد ہے، اور جو دوسری وجہ ذکر کی وہ میرے نزدیک کوئی چیز نہیں اگرچہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کو دوسری پسند ہے کہ پہلی کو ایسے صیغہ سے ذکر کیا جس سے اس کے ضعف کی طرف اشارہ ہوتا ہے اس لئے کہ نار سے دُور رہنا اس کا کلی مشکک ہونا مطلق نار میں مسلم ہے جس میں بعض مومن داخل ہوسکتے ہیں اور تجنیب (نارِ دوزخ سے دور رہنا) میں بڑی وسعت کا معنٰی جیسا کہ میرا ذہن قاصر اس کی طرف سبقت کرتا ہے کہ گناہوں کا وہ مقتضائے اصلی کہ اگر گناہ اپنی طبیعت کے ساتھ چھوڑ دیئے جائیں تو اسی کا تقاضا کریں تو یہ ہے کہ بندہ کو وہ سزا ملے جس کی اسے گناہوں پر وعید سنائی گئی، اور یہ بہت ظاہر ہے، تو ہر وہ شخص جس نے

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

اذنب ذنبا ولو مرۃ استحق بذنبہ ھذا ان یؤاخذہ الملک جل جلالہ، ولا تقبض حسناتہ المتکاثرۃ علی العزیز المقتدر اذ نفع الحسنات انما یعود الیہ، فکیف یمن علی اللہ تعالٰی بما عملہ لنفع نفسہ فکیف یجعلہ ذریعۃ الی ابطال منشور الجزاء عن رأسہ وقد قیل لہ بأفصح بیان ان کما تدین تدان[1]، غایۃ الامر ان یقسم لبثہ فی الدارین علی مقدار لبثہ فی العملین کمًا وکیفًا فیجوز ان تمسہ النار بما یعدل ھذا المقدار، وقد اعتقدنا نحن معشر اھل السنۃ والجماعۃ رزقنا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی حظ الرحمۃ والشفاعۃ أنہ تبارک وتعالٰی لہ ان یؤاخذ عبدہ کل جریرۃ ولو صغیرۃ کما ان لہ ان یتجاوز عن کل کبیرۃ، فضل وذٰلک عدلٌ وما اللہ بظلامٍ للعبید۔

ثم ان المولٰی جل وعلا بغایۃ عدلہ وضع الجزاء مشاکلاً للعمل ولذا یدیم تنعیم المومن وتعذیب الکافر

ایک بار بھی گناہ کیا اللہ تعالٰی کی پکڑ کا مستحق ہے اور بندہ کی بکثرت نیکیاں خدائے غالب وقدیر کو مانع نہیں ہوسکتیں اس لئے کہ نیکیوں کا نفع تو بندہ ہی کو پہنچتا ہے تو کیسے اللہ تعالٰی کو اپنے بھلے کے لئے کئے ہوئے کام کا احسان جتائے گا اور کیونکر اسے سزا کے دستور کو سرے سے باطل کرنے کا ذریعہ بنائے گا، حالانکہ بندہ کو خوب واضح بیان سے کہہ دیا گیا ہے کہ جیسا تو کریگا ویسا تجھے بدلہ دیا جائے گا، غایت امر یہ ہے کہ دُنیا وآخرت میں بندہ کی مدتِ اقامت کو نیک وبد ہر دو عمل میں ٹھہرنے کی مقدار پر باعتبارِ قدر وکیفیت تقسیم کریں تو ممکن ہے کہ اسے آگ اتنی مدت تک چھوئے جو اس کے مقدار عمل کے برابر ہو اور ہم اہلسنت وجماعت (اللہ ہمیں رحمت وشفاعت سے نصیب عطا فرمائے) کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی کو حق ہے کہ وہ بندے سے ہر جُرم پر مواخذہ کرے اگرچہ صغیرہ ہو جس طرح کہ اس کو سزاوار ہے کہ ہر گناہ سے درگزر فرمائے اگرچہ کبیرہ ہو اور یہ اس کا فضل ہے اور وہ اس کا عدل ہے اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اسی لئے جنت میں مومنین کی آسائش اور جہنم میں کافر کا عذاب ہمیشہ ہوگا اس لئے کہ اللہ تعالٰی کو ان کی نیت اور مخفی ارادے کا

---

[1] کنز العمال حدیث ۴۳۰۳۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

www.alahazratnetwork.org

اذ قد علم من نیتهما ومکنونات طویتهما أنهما عازمان علی ادامة ماهما من الکفر والایمان حتی لو داموا فی الدنیا لداموا علیه ألا تری الی قوله تعالی "ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه"[1] ولذلك لما انسلخ ابوطالب عن الکفار بشراشره واثبت قدمیه علی تلك الملة الخبیثة نجا الدیان سبحٰنه وتعالی سائر بدنه من النار وسلط العذاب علی قدمیه کما فی حدیث الشیخین[2] وغیرهما فقضیة المشاکلة أن من تساوت حسناته وسیأته یساوی لبثه فی العذاب لبثه فی دار الثواب ومن اذنب ذنبا واحدا اذیق اثامه ومن الم بسیئة ثم انقلع عنها فجزاءه المشاکل ان یدنی الی النار ثم یبعد عنها لیذوق من الفزع والغم قدر ماذاق من اللذة فی اللمم هذا حکم العدل وحکم العدل هو الاصل لکن المولی الجواد الکریم

علم ہے کہ یہ دونوں اپنی اپنی حالت کفر وایمان پر قائم ودائم رہنے کا عزم کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اگر دنیا میں ہمیشہ رہتے اپنے حال پر ہمیشہ رہتے کیا تم اللہ کے فرمان کو نہیں دیکھتے " اور اگر واپس بھیجے جائیں تو پھر وہی کریں جس سے منع کئے گئے تھے" اور جب ابوطالب کفار سے تمام وکمال جُدا ہُوئے اور اپنے قدم اس خبیث ملت پر جمائے رکھے جزا دینے والے رب سبحٰنہ وتعالٰی نے ان کے سارے بدن کو نار سے نجات دی اور عذاب کو ان کے قدموں پر مسلط فرمادیا جیسا کہ بخاری ومسلم وغیرہ کی حدیث میں ہے تو عمل وجزا میں مشاکلت کا مقتضٰی یہ ہے کہ جس کی نیکیاں اور بُرائیاں برابر ہوں اس کا عذاب میں رہنا ثواب کے گھر میں رہنے کے برابر ہوا، جو ایک گناہ کرے وہ اس کا عذاب چکھے اور جو برائی کے قریب جائے پھر اس سے جُدا رہے تو اس کی جزا مشابہ عمل یہ ہے کہ وہ نار کے قریب کیا جائے پھر اس سے دور رکھا جائے تاکہ غم اور گھبراہٹ کا مزہ ارادۂ گناہ میں لذت کے بمقدار چکھے، یہ حکم عدل ہے اور حکم عدل ہی اصل ہے، لیکن جُود وکرم والے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۸

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قصہ ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴۸
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب " " ۱/ ۱۱۵

www.alahazratnetwork.org

الذی "کتب علی نفسه الرحمۃ"[1] وجعل لها السبقۃ علی الغضب منۃ ونعمۃ تشفع الیه شفیعان رفیعان وجیهان حبیبان لایردان ولایخیبان رحمته الکاملۃ العامۃ الشاملۃ وهذا النبی الکریم المبعوث من الحرم بفیض الجود والکرم صلی اللہ تعالٰی علیه وآله وبارك وسلم فوعد بالطاف جمیلۃ ورحمات جلیلۃ فضلا من لدیه من دون وجوب علیه وحاشاه أن یجب علیه شئ وهو یجیر ولا یجار علیه"[2] و بشر "أن الحسنات یذهبن السیئات"[3] "وان اللمم معفو عنا ان شاء اللہ تعالٰی" "ان ربك واسع المغفرۃ"[4] و ان اللہ تجاوز لنا عما هممت به انفسنا مالم تعمل او نتکلم وأن من تعادلت کفتاه لم یدخل النار وان لایهلك علی اللہ الا مارد متمرد وهذا کله تفضل وتکرم من المولی الحی جلت

مولٰی نے اپنے اوپر رحمت کو لازم فرمایا اور اس کے لئے غضب پر سبقت رکھی اپنے کرم و احسان سے اس سے سفارش کی جو رفعت و وجاہت والے و پیارے شفیعوں نے جو نہ پھیرے جائیں نہ محروم ہوں ایک اللہ تعالٰی کی رحمتِ تمام و عام اور دوسرے یہ نبی کریم جو حرم سے فیض جود و کرم کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اللہ تعالٰی نے جمیل مہربانیوں اور جلیل رحمتوں کا وعدہ فرمایا محض اپنے فضل سے نہ اس سبب سے کہ اس پر کچھ واجب ہے اور وہ اس سے منزّہ ہے کہ اس پر کچھ واجب ہو حالانکہ وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے خلاف کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور اس نے خوشخبری دی کہ نیکیاں برائیوں کو دُور کر دیتی ہیں اور یہ کہ لم (ارادۂ گناہ) پر ہمیں معافی دے دی گئی بے شک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے اور بیشک اللہ تعالٰی ان باتوں سے درگزر فرماتا ہے جن کا ارادہ ہمارے نفوس کرتے ہیں جب تک ان کو انجام نہ دیں یا انھیں نہ بولیں اور جس کے دونوں پلّے برابر ہوں گے وہ نار میں نہ جائے گا۔ اور یہ کہ اللہ تعالٰی کے یہاں صرف نہایت سرکش نِرا نافرمان ہی ہلاک ہو گا

---

[1] القرآن الکریم ۶/۱۲
[2] القرآن الکریم ۲۳/۸۸
[3] " " ۱۱/۱۱۵
[4] " " ۵۱/۳۲

www.alahazratnetwork.org

الاہ وتوالت نعماؤہ و لہ الحمد کما یحب و یرضی فکل من اذنب اوالم ثم جنبہ المولی النار فانما جنبہ علی استحقاق منہ لجزاء ما عملہ کما قال تبارک وتعالیٰ "ان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمھم"[1] بل لامعنی للمغفرۃ الا تجاوز صاحب الحق عن استیفاء حقہ کلاً او بعضاً فھذا تجنیب بعد تقریب وانجاء بعد الجاء مع ما فیہ ایضا من تفاوت الرتب کما لایخفی اما الذی بلغ من التقوی غایتہ القصوی حتی تنزہ عن کل ما یکرہ وفنی عن الخلق و بقی بالحق وارتفع شانہ عن اتیان عصیان ونظر بالرضی الی ما یبغض الرحمٰن فھذا محال ان یکون من النار فی شئ او النار منہ فی شئ لاسیما اتقی الاتقیاء واصفی الاصفیاء

(یعنی کافر) اور یہ سب مولائے غنی کریم کا فضل و کرم ہے۔ اس کی نعمتیں جلیل ہیں اور اس کے احسان پیہم ہیں، اور اسی کے لئے حمد ہے جیسی وہ چاہے اور پسند فرمائے، تو ہر وہ شخص جس نے گناہ کیا یا گناہ کے پاس جاکر رُک گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نار سے دُور رکھا تو اسے اس کے استحقاق کی جہت سے اُس کے عمل کی جزا دینے کو دُور رکھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کو بخشنے والا ہے ان کے ظلم کے باوجود" بلکہ مغفرت کا معنی یہی ہے کہ صاحبِ حق اپنے حق کو لینے سے کلی یا جزوی طور پر درگزر کرے تو یہ نار سے قریب کرکے اس سے دُور رکھنا ہے اور نار کی طرف لیجاکر اس سے بچانا ہے اس کے باوجود اس میں رتبوں کا تفاوت ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں مگر جو تقویٰ کی سب سے آخری حد تک پہنچ گیا، یہاں تک کہ ہر ناپسندیدہ بات سے دور رہا اور خلق سے فانی اور حق پر باقی ہوگیا اور اس کی شان معصیت کے ارتکاب سے اور رحمٰن کے مبغوض کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھنے سے بلند ہوگئی تو محال ہے کہ ایسے شخص کو نار سے علاقہ ہو یا نار کو اس سے کوئی تعلق ہو خصوصاً وہ متقیوں کا متقی اور سارے اصفیا سے زیادہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/۶

www.alahazratnetwork.org

الذی لم یزل من الحق بعین الرضا فی جمیع احوالہ، و لم یسوء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ و سلم فعلۃ من افعالہ، فذاک العبد ذاک العبد کلت الالسن عن شرح کمالہ وتاھت العقول فی تیہ جلالہ جالت وعالت، فبقیت تکبو ثم رجعت فسئلت فقالت ھو ھو فغایۃ القول فیہ أنہ أولی العباد وأول المراد بقول الجواد " ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولٰئک عنہا مبعدون لایسمعون حسیسہا وھم فیما اشتھت انفسھم خالدون لایحزنھم الفزع الاکبر وتتلقٰھم الملٰئکۃ ھذا یومکم الذی کنتم توعدون[1] " ھذا معنی العرض العریض للتجنیب من مطلق النار علٰی حسب ما یطیقہ البیان، ولایتاتی مثلہ فی النار المخصوصۃ بالکفار اذ انما ھی جزاء الکفر والمؤمنون کلھم متساوون فی التباعد عنہ اذ الکفر والایمان لایزیدان ولاینقصان و

صاف باطن جس کے تمام احوال پر حق کی چشم رضا رہی اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو جس کا کوئی کام بُرا نہ لگا تو یہی وُہ خدا کا بندہ ہے یہی وہ خاص بندہ ہے زبانیں جس کے کمال کو بیان کرنے سے عاجز ہیں جس کی عظمت کے صحرا میں عقلیں گُم ہیں اس میں عقلیں دوڑیں اور گھومتی پھریں پھر گرتی پڑتی رہیں پھر لوٹیں تو ان سے پوچھا تو بولیں وہی وہ ہے تو اس خاص بندہ کے بارے میں آخری بات یہ ہے کہ وہ سارے بندوں سے اولٰی اور خدائے جواد کے قول " بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہوچکا وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک نہ سنیں گے اور وُہ اپنی من مانی خواہشوں میں ہمیشہ رہیں گے انھیں غم میں نہ ڈالے گی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ اور فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے کہ یہ ہے تمہارا وُہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا " کی پہلی مراد ہے مطلق نار سے دُور رکھنے میں جو بڑی وسعت ہے اس کا مقدور بیان کے مطابق یہ معنی ہے اور ایسی بات اس نار کے بارے میں نہیں بنتی جو کفار کے ساتھ مخصوص ہے وہ تو کفر کی سزا ہے اور تمام مسلمان اس نار سے دُور رہنے میں برابر ہیں اس لئے کہ کفر و ایمان یہ دونوں وصف گھٹتے بڑھتے نہیں ہیں اور یہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱ تا ۱۰۳

www.alahazratnetwork.org

المسئلة اجماعية والنزاع لفظي فوجب ان يتساووا في البُعد عن جزاء الكفر ايضًا، و امّا قوله تبارك و تعالٰی "هم للكفر يومئذٍ اقرب منهم للايمان"[1] فهذا بالنظر الى الظاهر اذ الاٰية في المنافقين لقوله تعالٰی "يقولون بافواههم ما ليس في قلوبهم والله اعلم بما يكتمون"[2] يعني أنهم كانوا يتظاهرون بالايمان فيظن الجاهل بما في السرائر انهم مؤمنون، لما كانوا يتباعدون بالسنتهم عن الكفر ثم لما انخزلوا عن عسكر المؤمنين وقالوا "لو نعلم قتالا لاتبعناكم"[3] تخرق الحجاب وغلب على الظنون انهم ليسوا بمؤمنين مع تجويز ان يكون هذا القول منهم تكاسلًا واخلادًا الى ارض الدعة، فهذا معنى القرب والبعد او المراد بالكفر والايمان اهلوهما

مسئلہ (کفر و ایمان کا کم زیادہ نہ ہونا) اجماعی ہے اور اختلاف لفظی ہے تو ضروری ہے کہ مسلمان کفر کی سزا سے دور رہنے میں بھی برابر ہوں۔ رہا اللہ تعالٰی کا قول "اس دن وہ ظاہری ایمان کی بہ نسبت کہیں کفر سے زیادہ قریب ہیں" تو باعتبار ظاہر کے ہے اس لئے کہ آیت منافقین کے بارے میں ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالٰی نے ان کے بارے میں فرمایا: "اپنے منہ سے کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں اور اللہ کو معلوم ہے جو چھپا رہے ہیں"۔ مطلب یہ ہے کہ منافقین ظاہری طور پر ایمان والے بنتے تھے تو ان کے دلوں میں چھپی بات سے بے خبر یہ گمان کرتا تھا کہ وہ مسلمان ہیں چونکہ منافقین کفر سے دُوری ظاہر کرتے تھے پھر جب وہ مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہو گئے اور بولے کہ "اگر ہم لڑائی ہوتی جانتے تو ضرور تمہارا ساتھ دیتے"۔ ان کا پردہ فاش ہو گیا اور گمانوں پر غالب ہو گیا کہ یہ لوگ مسلمان نہیں اس احتمال کے ساتھ کہ منافقوں کی یہ بات سُستی اور آسائش کی زمین پکڑنے کی وجہ سے ہو تو قُرب اور بُعد کا یہ معنٰی ہے یا کفر و ایمان سے مراد صاحبانِ کفر و ایمان ہیں اس لئے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷ [2] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۷

[3] " " ۳/ ۱۶۷

www.alahazratnetwork.org

اذ تقلیلھم سواد المومنین بالانعزال عنھم تقویۃ للمشرکین کذا قال المفسرون ھذا ما عندی، واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم۔

کرمنافقوں کا مسلمانوں کے گروہ کو کم کرنا مسلمانوں کے لشکر سے جدا ہوکر مشرکوں کو تقویت دینا ہے ایسا ہی مفسرین نے فرمایا ہے، یہ ہے وہ جو میری رائے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

وبالجملۃ فھبت نسائم التحقیق علی ان الوجہ ابقاء اللفظین علی ظاھرھما وانما تحتاج الی امرین لا یعد شئ منھما تکلفاً ولا تغیراً۔

خلاصہ یہ کہ اب تحقیق کی ہوائیں چلیں اس پر کہ وجہ تو یہی ہے کہ دونوں لفظوں کو ان کے ظاہر پر رکھا جائے اور تمہیں حاجت صرف دو امر کی ہوگی اور ان میں سے کوئی نہ تکلف کے شمار میں ہے نہ تغیر کی گنتی میں۔

الاول ان تنکیر ناراً للتعظیم وھو کما تری شائع فی الکلام الفصیح قرانا وقدیما وحدیثا واخذ التلظی بمعنی اشد ما یکون حملا للمطلق علی فردہ الکامل وھو ایضا منتشر مستطیر۔

پہلی بات یہ کہ یہاں "ناراً" نکرہ تعظیم کے لئے ہے اور یہ اسلوب جیسا کہ تم جانتے ہو قرآن وحدیث اور قدیم وجدید کلام فصیح میں شائع ہے اور تلظی (آگ کی بھڑک) مطلق کو فرد کامل پر محمول کرتے ہوئے سخت ترین بھڑکنے کے معنی میں لیا جائے اور یہ بھی خوب شائع ہے۔

والثانی الاستخدام وھو کما سمعت اعلٰی او من اعلی انواع البدیع او ارجاع الضمیر الی نفس الموصوف مجردا عن الصفۃ وھذا لیس من التاویل فی شئ علی ان غرضنا یتعلق بآیۃ الاتقی ولا مساغ فیہ للتاویل بتا وقطعا ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق والحمد للہ رب العالمین۔

اور دوسری بات استخدام، اور وہ جیسا کہ تم نے سنا اقسام بدیع میں سب سے اعلٰی ہے یا منجملہ اعلٰی اقسام کے ہے یا ضمیر کو نفس موصوف کی طرف بلا لحاظ صفت لوٹائیں اور یہ تاویل سے کوئی لگاؤ نہیں رکھتا۔ علاوہ بریں ہماری غرض تو آیت اتقی سے ہے، اور اس میں قطعاً تاویل کی گنجائش نہیں، اسی طرح تحقیق چاہئے اور اللہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے اور ساری خوبیاں اللہ کے لئے جو مالک ہے سب جہانوں کا۔

اذا وعیت ھذا ودریت ما فیہ

جب یہ بات ثابت ہوگئی اور تم نے اس کے

www.alahazratnetwork.org

وألقیت السمع وانت نبیه ھان علیك الجواب عن ھٰذہ الشبھۃ الاولیٰ بوجوہ :

الاوّل ظاھر اللفظ واجب الحفظ الا بضرورۃ واین الضرورۃ۔

الثانی ما مالوا الیہ لم یزدد الا قدحًا فوجب ان نضرب عنہ صفحًا، و ابوعبیدۃ فیما عانی لا أصاب ولا أغنیٰ فکیف نترك ظاھر قول اللہ سبحٰنہ و تعالیٰ بقول رجل لم یکن معصومًا ولا صحابیًا و لا تابعیًا ولا سنیًا و لا مصیبًا فی ما طلب ولا مجدیا فی ما الیہ ھرب۔

ایھا الناس انی سائلکم عن شئ فھل انتم مخبرون أرأیتم لو ان الآیۃ وردت بلفظ التقی وفسرہ بالاتقی ابوعبیدۃ الغوی فتعلقناہ بقولہ وندبناکم الیٰ قبولہ ماذا کنتم فاعلین لکن الانصاف شئ عزیز و لایؤتی الا ذاحظ عظیم۔

الثالث سلمنا کونہ فی الآیۃ وجھًا وجیھًا لکن ھو الوجہ فیھا بل وجھنا ھو الأوضح والأجلی

مضمون کو سمجھ لیا اور تم نے کان دھرا اور تم ذہین ہو تو تمھیں اس پہلے شُبہہ کا جواب چند وجوہ سے آسان ہے :

پہلی وجہ یہ ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی کی حفاظت واجب ہے یعنی لفظ کو ظاہر سے پھیرنا جائز نہیں مگر بہ ضرورت ، اور ضرورت کہاں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ جس تاویل کی طرف لوگ مائل ہُوئے اس سے تو قباحت ہی زیادہ ہُوئی تو ضرور ہوا کہ ہم اس سے منہ پھیریں، اور ابوعبیدہ نے جو پاپڑ بیلے اس کاوش میں وہ نہ صواب کو پہنچا اور نہ کوئی مفید بات کہی تو ہم اللہ تعالٰی کے قول کے ظاہری معنی کو ایسے شخص کے کہنے سے کیسے چھوڑ دیں جو نہ معصوم تھا، نہ صحابی تھا، نہ تابعی، نہ سُنّی ، نہ اپنے مطلب میں صواب کو پانے والا، نہ اپنے مَفَر میں نفع بخش۔

اے لوگو! میں تم سے ایک بات پُوچھوں تو کیا جواب دو گے ، مجھے بتاؤ اگر آیت لفظ تقی کے ساتھ وارد ہوتی اور ابوعبیدہ لغوی اسے اتقی سے تفسیر کرتا تو ہم اس کے قول سے چمٹ جاتے اور تمھیں اسے قبول کرنے کی دعوت دیتے اب تم کیا کرتے ، لیکن انصاف کمیاب شئ ہے اور بڑے نصیب والے ہی کو ملتا ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے آیت میں اس کا وجہ وجیہ ہونا مان لیا، مگر آیت میں کیا یہی وجہ ہے، بلکہ ہماری وجہ واضح تر اور زیادہ

www.alahazratnetwork.org

ولا تنافی بین نجاۃ التقی ونجاۃ الاتقی والقرآن محتج بہ علی کل تاویل واحد الوجہین یوجب التفضیل والوجہ الاٰخر لا ینافیہ فوجب القبول والقول بما فیہ

ولذٰلک تری علمائنا رحمہم اللہ تعالٰی لم یزالوا محتجین بالاٰیۃ الکریمۃ علٰی تفضیل العتیق الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ وھم ادری منا ومنکم بما قالہ أبوعبیدۃ وغیرہ ثم ھذا لم یقعدھم عن سلوک تلک المسالک ولم ینکر علیھم احد ذٰلک فثبت ان مقصودنا بحمد اللہ حاصل ومزعومکم بحول اللہ باطل والحمد للہ رب العٰلمین ایاہ نرجوا وبہ نستعین۔

روشن ہے اور تقی اور اتقی کی نجات میں کوئی منافات نہیں ہے اور قرآن ہر تاویل پر حجت ہے، اور دو وجہوں میں سے ایک تفضیل کی مقتضی ہے اور دوسری اس کی منافی نہیں تو قبول کرنا اور اس وجہ کے مضمون کا قائل ضروری ہے۔

اسی لئے ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالٰی کو دیکھتے ہو کہ وہ اس آیت سے سیدنا عتیق صدیق کی فضیلت پر دلیل لاتے ہیں حالانکہ وہ ابوعبیدہ وغیرہ کے کلام کو ہم سے اور تم سے زیادہ جانتے ہیں، پھر بھی علماء کو اس بات نے ان مسالک پر چلنے سے نہ روکا، نہ کسی نے اس مسلک کو ناپسند کیا۔ اب ثابت ہوگیا کہ ہمارا مقصد بحمد اللہ حاصل ہے اور تمہارا زعم اللہ کی قدرت سے باطل ہے اور سب خوبیاں اللہ کے لئے ہیں جو مالک ہے سب جہانوں کا، ہم اُسی سے امید رکھیں اور اسی سے مدد چاہیں۔

الشبہۃ الثانیۃ ما نقلہ

المولی الفاضل استاذ الاستاذ عبد العزیز بن ولی اللہ الدھلوی سامحنا اللہ وایاھما بلطفہ الخفی وفضلہ الوفی فی تفسیر فتح العزیز بعد ما ذکر استدلال اھل السنۃ والجماعۃ بالاٰیۃ الکریمۃ علی الطریق المشھور بین علماء الدھور قال وقالت اھل التفضیل ان الاتقی محمول علی التقی منسلخ عن معنی التفضیل اذ لولاہ لشمل باطلاقہ النبی صلی اللہ تعالٰی

دُوسرا شبہہ وہ ہے جو میرے استاذ الاستاذ ومولائے فاضل عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی (اللہ تعالٰی ہمیں اور انھیں اپنے لطف خفی اور فضل کامل سے معاف فرمائے) نے تفسیر فتح العزیز میں اس آیت کریمہ سے اہل سنت وجماعت کے استدلال کو علمائے زمانہ کے درمیان مشہور طریقہ پر ذکر کرنے کے بعد نقل فرمایا، انھوں نے فرمایا کہ تفضیلیہ نے کہا کہ اتقی بمعنی تقی ہے، اور وہ (اسم تفضیل) معنی تفضیل سے مجرد ہے اس لئے کہ اگر یہ معنی نہ ہو تو اسم تفضیل کے اطلاق کے

www.alahazratnetwork.org

علیہ وسلم فیلزم ان یکون الصدیق اتقی منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو باطل قطعًا بالاجماع قال واجاب اھل السنۃ والجماعۃ ان حمل الاتقی علی التقی یخالف اللسان العربی والقراٰن انما نزل بھا فحملہ علی مالیس منھا غیر سدید، وما ذکروا من الضرورۃ مندفع بان الکلام فی سائر الناس دون الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام لما علم من الشریعۃ ان الانبیاء اعلی کرامۃ واشرف مکانۃ عند اللہ تبارک وتعالٰی فلایقاسون بسائر الناس ولایقاس سائر الناس بھم فعرف الشرع حین جریان الکلام فی مقام التفاضل وتفاوت الدرجۃ یخصص امثال ھذا اللفظ بالامۃ والتخصیص العرفی اقوٰی من التخصیص الذکری کقول القائل خبز القمح احسن خبز لن یفھم منہ تفضیلہ علٰی خبز اللوز لأن استعمالہ غیر متعارف وھو خارج عن المبحث اذ الکلام انما انتظم الحبوب دون الفواکہ[1]، ھذا کلامہ فی التفسیر الفارسی اوردناہ نقلاً بالمعنٰی۔

سبب صدیق کی فضیلت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شامل ہوگی تو لازم آئیگا کہ صدیق نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اتقی ہوں اور یہ قطعًا اجماعی طور پر باطل ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے فرمایا کہ اہل السنت والجماعت نے جواب دیا کہ اتقی کو تقی کے معنٰی میں لینا عربی زبان کے خلاف ہے اور قرآن تو اسی میں اُترا، تو ایسے طریقہ پر محمول کرنا جو زبان عربی کے دستور میں نہ ہو صحیح نہیں ہے اور جو ضرورت تفضیلیہ نے ذکر کی وہ مندفع ہے، اس لئے کہ کلام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چھوڑ کر باقی لوگوں میں ہے کیونکہ شریعت سے یہ معلوم ہے کہ انبیاء کی عظمت سب سے زیادہ ہے، اور انکا مرتبہ سب سے بلند ہے تو انھیں باقی لوگوں پر قیاس نہ کیا جائے گا، نہ باقی لوگ ان پر قیاس کئے جائینگے تو شریعت کا عُرف مقام فضیلت اور تفاوت مراتب کی جاری گفتگو میں ایسے الفاظ کو اُمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے اور تخصیص عُرفی تخصیص ذکری سے زیادہ قوی ہے جیسے کوئی کہے کہ گیہوں کی روٹی سب سے اچھی روٹی ہے، اس سے گیہوں کی روٹی کی فضیلت بادام کی روٹی پر نہ سمجھی جائیگی اس لئے کہ اس کا استعمال متعارف نہیں ہے اور وہ بحث سے خارج ہے اس لئے کہ کلام اناج کو شامل ہے نہ کہ میووں کو۔ یہ شاہ عبدالعزیز کا تفسیر فارسی میں کلام تھا جس کے مفہوم کو ہم نے نقل کیا۔

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی پنجم ص ۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

اقول وباللہ التوفیق اَمّا ما ذکرمن ان ھذا یخالف اللسان العربیۃ فممنوع ومدفوع، الاتری الٰی قولہ تعالٰی "ھوالذی یبدؤا الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ"[1] ولیس شئ اھون علی اللہ تعالٰی من شئ و المعنی فی نظرکم علی احد تاویلات فی عسٰی و لعل الواردین فی القران، والی قولہ تعالٰی "اصحٰب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا"[2] ولاخیر للغیر ولاحسن لأھل الضیر اولأیۃ جاریۃ علٰی سبیل التھکم بھم کما قال المفسرون لکن الأمر أن

میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے، رہی وُہ بات جو شاہ صاحب نے ذکر کی کہ یہ (اَلقٰی بمعنی تلقی ہونا) ممنوع و مدفوع ہے، کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کا قول "اور وہی ہے کہ اوّل بناتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائیگا اور یہ تمھاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہئے" حالانکہ اللہ تعالٰی کے لئے کوئی چیز دوسری چیز سے زیادہ آسان نہیں (یعنی اللہ تعالٰی کو ہر چیز پر یکساں قدرت حاصل ہے) اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ دوبارہ بنانا تمھاری نظر میں زیادہ آسان ہونا چاہئے اور یہ عسٰی ولعل جو قرآن میں وارد ہیں ان کی تاویلات میں سے ایک تاویل کی بنا پر ہے اور کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کا یہ قول "جنّت والوں کا اُس دن (سب سے[ع]) اچھا ٹھکانا اور حساب کی دوپہر کے بعد (سب سے) اچھی آرام کی جگہ" حالانکہ غیر کے لئے خیر نہیں اور خسارہ والوں کیلئے

ع آیت کا ترجمہ ہم نے "کنزالایمان" سے نقل کیا ہے اور بریکٹ میں دوجگہ لفظ "سب سے" بڑھادیا ہے تاکہ اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ خیر و احسن کا اسم تفضیل کے لحاظ سے اصل ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے تھا، مگر قرینہ حالیہ کے سبب صحیح ترجمہ وُہ ہے جو اعلٰحضرت علیہ الرحمہ نے کیا، اور اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خیر و احسن کا حقیقی معنی تفضیل والا نہیں۔ ازہری غفرلہ

---

[1] القرآن الکریم ۳۰/۲۷
[2] " " ۲۵/۲۴

www.alahazratnetwork.org

الا فعل حقیقته فی التفضیل و ولا یصار الی الانسلاخ عنه الا لضرورة دعت بقرینة قامت کما فی الآیتین اللتین تلونا وحیث لا ضرورة ولا قرینة کما نحن فیه لانقول به والمصیر الیه اشبه بالتحریف منه بالتفسیر کما قد حققنا وهذا القدر یکفی للرد علیهم، وامّا ما ذکر من حدیث التخصیص عرفا فجری منه علی تسلیم ما ادعی الخصم من أن اللفظ بصیغته یشمل الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام وان بغیت الحق المرصوص فلا شمول ولا خصوص لأن الاتقی ان عم عم افراده وهم المفضلون المرجحون دون المرجوحین المفضل علیهم۔

وسر المقام بتوفیق الملک العلام ان الافضل لابد له من مفضل و مفضل علیه والمفضل علیه یذکر صریحا اذا استعمل مضافا او بمن اما اذا استعمل باللام فلا یورد فی الکلام

کوئی اچھائی نہیں، یا آیت کفار سے استہزا کے طور پر جاری ہے، جیسا کہ مفسرین نے فرمایا ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ اسم تفضیل کا معنی حقیقی تفضیل ہے اور تفضیل سے مجرد ہونے کی طرف بغیر ضرورت داعیہ بہ سبب قرینہ قائمہ نہ پھرے گی جیسا کہ ان دو آیتوں میں جو ہم نے تلاوت کیں اور جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ قرینہ ہو وہاں ہم تفضیل سے مجرد ہونے کا قول نہ کرینگے اور اس طرف پھرنا تفسیر کی بہ نسبت تحریف سے زیادہ مشابہ ہے جیسا کہ ہم نے تحقیق کی اور اس قدر ان کے رد کے لئے کافی ہے، اور رہی وہ تخصیص عرفی کی بات جو شاہ صاحب نے ذکر فرمائی تو ... مدعی کا وہ دعوٰی کہ لفظ اپنے صیغہ کے سبب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی شامل ہے تسلیم کرنے کی تقدیر پر جاری ہوئی اور اگر تم حق محکم کو چاہو تو نہ شمول ہے نہ خصوص ہے اس لئے کہ اتقی اسم تفضیل اگر عام ہے تو اپنے افراد کو عام و شامل ہے۔ اور اس کے افراد وہ ہیں جنھیں فضیلت و ترجیح دی گئی نہ کہ وہ مرجوح جن پر دوسروں کو فضیلت دی گئی۔

اور اس مقام میں علم والے بادشاہ کی توفیق سے راز یہ ہے کہ افضل کے لئے ایک مفضل اور دوسرا مفضل علیہ لازم ہے اور جب اسم تفضیل اضافت کے ساتھ یا من کے ساتھ مستعمل ہو تو مفضل علیہ صراحۃً مذکور ہوتا ہے

www.alahazratnetwork.org

ولکن اللام تشیر الیہ علی سبیل العہد فی ضمن الاشارۃ الی المفضل لان ذاتا مالہ الفضل کما ھو مفاد لفظ افعل بلا لام لاتتعین الا وقد تعین المفضل علیہ فعھدھا یستلزم عھدہ واذا لم یکن ھناک عھد فی اللفظ فالمصیر الی العھد الحکمی وقد عھد فی الشرع المطھر تفضیل بعض الامۃ علی بعض لاتفضیلھم علی الانبیاء الکرام فلا یقصدہ المتکلم ولا یفھمہ السامع فلم یدخلوا حتی یخرجوا، تأمل، انہ دقیق، وقد کنت أظن ھکذا من تلقاء نظری الی ان رایت علماء النحو صرحوا بما ابدی فکری وللہ الحمد۔

لیکن جب اسم تفضیل الف لام کے ساتھ آتا ہے تو اس میں مفضل علیہ کلام میں ذکر نہیں کیا جاتا لیکن لامِ تعریف بر سبیل عہد مفضل علیہ کی طرف مفضل کی طرف اشارہ کے ضمن میں اشارہ کرتا ہے اس لئے کہ کوئی ذات جس کو دوسرے پر فضیلت ہو جیسا کہ صیغۂ افعل کا مفاد ہے بغیر لام تعریف کے اسی وقت متعین ہوگی جب مفضل علیہ متعین ہو تو اس کی تعیین مفضل علیہ کی تعیین کو مستلزم اور جب کہ تعیین صراحۃً موجود نہیں تو مآلِ کار حکماً تعیین مانتا ہے اور شرع مطہر میں بعض اُمتیوں کی تفضیل دوسرے امتیوں پر معروف ہے نہ کہ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت ہو تو نہ متکلم کی مراد ہوتی ہے نہ مخاطب ہی یہ معنیٰ سمجھتا ہے اب انبیائے کرام عموم میں داخل ہی نہیں کہ اس سے مستثنیٰ کئے جائیں اس کلام میں غور کرے، بیشک یہ دقیق ہے اور میں اپنی سمجھ سے یہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ میں نے نحو کے عالموں کی تصریح اپنے نتیجۂ فکر کے مطابق دیکھی وللہ الحمد۔

قال المولی السامی نور الملۃ والدین الجامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ وضعہ لتفضیل الشئ علیٰ غیرہ فلابد فیہ من ذکر الغیر الذی ھو المفضل علیہ وذکرہ مع من والاضافۃ ظاھر، واما مع

حضرت بلند مرتبت نور الملۃ والدین جامی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے فرمایا اسم تفضیل کی وضع شئے کی غیر پر فضیلت بتانے کے لئے ہے، لہٰذا اس میں غیر جو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ضروری ہے اور من اور اضافت کے ساتھ تو مفضل علیہ کا مذکور ہونا ظاہر ہے۔ رہا لام

www.alahazratnetwork.org

اللام فھو فی حکم المذکور ظاھراً لانہ یشار باللام الی معین بتعیین المفضل علیہ مذکور قبل لفظاً او حکماً کما اذا طلب شخص افضل من زید، قلت عمرو الأفضل أی الشخص الذی قلنا انہ افضل من زید فعلی ھذا لاتکون اللام فی افعل التفضیل الا للعھد انتھی۔

تعریف کے ساتھ تو مفضل علیہ ظاہراً مذکور کے حکم میں ہے اس لئے کہ لام تعریف سے ایک معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو لفظ میں مذکور یا حکم میں موجود مفضل علیہ کی تعیین سے متعین ہوتا ہے جیسے کہ اگر کوئی شخص زید سے افضل مطلوب ہو تو تم کہو کہ عمرو افضل ہے (لام تعریف کے ساتھ) تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جسے ہم نے زید سے افضل کہا عمرو ہے، تو اس بناء پر صیغۂ افعل التفضیل میں لام عہد (تعیین) ہی کے لئے ہوگا انتہی۔

قلت وتنقیح المرام بتحقیق المقام یستدعی بسطا نحن فی غنی عنہ (**لطیفتان**) بمثل ما صرح المولی الجامی صرح الرضی الاستر آبادی الذی لم تکن فی مصرہ عمارۃ عصرہ الا بنحوہ لکنا لم نا ثر عنہ لان علی قلبہ آفۃ لاحد لھا فھم من فھم ھذا ثم ان المولی الفاضل نقل فی التفسیر جواباً آخر عن بعض الجلۃ الاکابر ولعلہ یرید بہ اباہ وھو أن الاتقی ھٰھنا

قلت (میں نے کہا) مقصود کی تنقیح اس بحث کی تحقیق کے ذریعہ تفصیل کو چاہتی ہے جس سے ہم بے نیاز ہیں (**دو لطیفے**) جس طرح اسم تفضیل کے بارے میں فاضل جامی نے تصریح کی، ایسی ہی تصریح رضی استرآبادی نے بھی کی جس کے شہر میں اس کے زمانے میں اسی کی نہج و نحو پر عمارت قائم ہوئی، مگر ہم نے اس کا کلام نقل نہ کیا اس لئے کہ اس کے دل پر ایسی آفت ہے جس کی حد نہیں ہے اس کو سمجھا جو سمجھا، پھر فاضل مولانا نے بعض گرامی قدر اکابر سے ایک اور جواب نقل کیا اور شاید ان کی مراد ان کے والد ہیں اور وہ یہ کہ اتقی اس جگہ اپنے معنی پر ہے یعنی جو تقوٰی میں اپنے

---

[1] شرح الجامی الاسماء والوافقہا بحث اسم التفضیل مطبع مصطفائی لکھنؤ ص ۲۷۷

www.alahazratnetwork.org

علیٰ معناہ اعنی من فضل فی التقوی علیٰ کل من عداہ نبیا کان او غیرہ الا انہ یختص بالاحیاء الموجودین فالصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ یوصف بہ فی اٰخر عمرہ حین خلافتہ بعد ارتحال المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسیدنا عیسٰی علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام لما کان مرفوعا الی السماء لم یبق فی حکم الاحیاء، ولا یجب للاتقی ان یکون اتقی فی جمیع الاوقات وبالنسبۃ الی کل احد من الاحیاء والاموات والا لم یوجد لہ فی العٰلمین مصداق اذ لا یتصور التقوی فی زمن الصبا وکل منصب محمود شرعًا فالعبرۃ فیہ باٰخر العمر کالعدل والصلاح والغوثیۃ والقطبیۃ والولایۃ والنبوۃ ولہذا یدعی بہٰذہ الاوصاف من تشرف بہا فی اواخر عمرہ وان لم یکن لہ ذٰلک من بدو امرہ، فالاتقی من فضل بالتقوی من سائر الموجودین فی آخر عمرہ الذی ھو وقت اعتبار الاعمال وبہ یثبت المدعی بلا تکلف ولا تاویل[1] اھ بالتعریب وقد ارتضاہ المولی الفاضل جانحا الیہ وساکتا علیہ۔

ماسوا سے افضل ہو خواہ نبی ہو یا غیر نبی، مگر یہ کہ اس صورت میں یہ ان کے ساتھ خاص ہوگا جو زندہ موجود ہیں۔ پھر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اتقی کے مصداق اپنی عمر کے آخری حصہ میں اپنی خلافت کے دور میں مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد ہوئے اور سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان پر اٹھالئے گئے تو وہ زندوں کے حکم میں نہ رہے اور اتقی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ تمام اوقات میں اتقی ہو اور تمام احیاء و اموات سے افضل ہو، ورنہ عالم میں کوئی اس کا مصداق نہ ہوگا کیونکہ بچپن کے زمانہ میں تقوٰی متصور نہیں، اور ہر منصب جو شرعًا محمود ہو اس میں اعتبار آخر عمر کا ہے جیسے عدل و صلاح غوثیت و قطبیت ولایت و نبوت اسی لئے جو ان اوصاف سے مشرف ہوتا ہے اسے اس کے آخری ایام میں ان اوصاف کے ساتھ موسوم کرتے ہیں اگرچہ یہ اوصاف ان لوگوں کو ابتدا سے حاصل نہیں ہوتے تو اتقی وہ ہے جو تمام موجودین کے بیچ تقوٰی میں سب سے افضل ہو اپنی اواخر عمر میں جس وقت اعمال کا اعتبار ہوتا ہے اور اس تقریر سے صدیق کی افضلیت کا دعوٰی بے تکلف و تاویل ثابت ہوجاتا ہے، عربی عبارت کا ترجمہ ختم ہوا اور اس تقریر کو فاضل مولانا نے اسکی طرف میلان اور اس پر سکوت کرتے ہوئے پسند کیا۔

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت الآیۃ ۹۲/۱۷ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی، پارہ عم ص ۵۔۳۰۴

www.alahazratnetwork.org

اقول وان جعل اللہ الفطانۃ بمرای العین من قلب وکیع اتقن وأیقن ان ھذا لا یزید علی تلمیح ھب ان حدیث "العبرۃ بالخواتیم"[1] حق واجب التسلیم لکن الیس العقل السلیم شھیداً بانہ اذا ذکر أحد من الاحیاء الموجودین بنعت من النعوت لا یفھم منہ الا اتصافہ فی الحال لا انہ یصیر ھکذا بالمآل والتبادر دلیل الحقیقۃ والافتیاق الی قرینۃ تصرف الافھام وتظھر المرام امارۃ المجاز فماذا یحوجنا الیہ مع استقامۃ الحقیقۃ من دون تکلف و لا تاویل اما علی طریقتنا فالأمر أبین واجلی واما علی طریقۃ الشیخ العزیز عبد العزیز فلان امثال تلک التخصیصات تکون مرتکزۃ فی الاذھان من دون حاجۃ الی البیان، ولیس دلالۃ ھذا التلویح أدون من ارشاد التصریح ولھذا لا ینزل العام عن درجۃ القطعیۃ کما فی الکتب الاصولیۃ و اعجب من ھذا عدہ تکلفا وتاویلا مع شیوعہ فی

اقول (میں کہتا ہوں) اور اگر اللہ تعالٰی ذہانت کو قلب کے سامنے رکھے تو وہ محکم یقین کرلے گا کہ یہ ملمع سے زیادہ نہیں، مان لو کہ حدیث کا ارشاد ہے "خاتمہ کا اعتبار ہے" حق واجب التسلیم ہے لیکن کیا عقل سلیم شاہد نہیں کہ جب دنیا میں زندہ موجود لوگوں میں سے کوئی کسی وصف کے ساتھ مذکور ہو تو اس سے اس کا فی الحال متصف ہونا ہی مفہوم ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ایسا آئندہ ہوجائے گا، اور تبادر (معنی کی طرف سبقت فہم) معنی حقیقی کی دلیل ہے اور قرینہ کی حاجت جو ذہن کو دوسرے معنی کی طرف پھیرے اور مقصد ظاہر کرے مجازی معنی کی علامت ہے تو ہمیں مجاز کی ضرورت کس لئے پڑی باوجودیکہ حقیقت بغیر تکلف و بغیر تاویل درست ہے ہمارے طریقے پر، تو معاملہ خوب ظاہر و باہر ہے، اور شیخ عبد العزیز کے طریقہ پر حقیقی معنی کی درستگی اس لئے کہ ایسی تخصیصات عرفی اذہان میں مرتکز ہوتی ہیں جن کے بیان کی حاجت نہیں ہوتی اور عرف عام کے اس اشارہ کی دلالت صراحت کی دلالت سے کم رتبہ نہیں، اور اسی لئے عام درجہ قطعیت (تیقن) سے نہیں گرتا، جیسا کہ اصول فقہ کی کتب میں مصرح ہے، اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ شاہ عبد العزیز علیہ الرحمہ نے اس (تخصیص)

---

[1] صحیح البخاری کتاب القدر باب العمل بالخواتیم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۴۸
کنز العمال حدیث ۵۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

النصوص حدیثا وتنزیلا فلوکان من باب التکلف فما اکثر التکلف فی افصح الکلام وکلام من ھو افصح الانام علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السلام واغرب من ھذا زعم طریقتہ بریئۃ من التکلف مع انھا تحتاج الی ماھو ابرد وابعد فان الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یکن بالحقیقۃ اتقی الموجودین فی حین من الاحیان لحیات سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام علی ارجح الاقوال وزعم التحاقہ بالاموات لارتفاعہ الی السمٰوٰت کلمۃ ھو قائلھا ما علیھا دلیل ولا برھان، وان سلم فاین انت من سیدنا الخضر علیہ السلام مع ان المعتمد المختار نبوتہ وحیاتہ[1]، فان قلت انہ مختف عن الابصار معتزل عن الامصار فالتحق بالاموات کان عذرا افسد من الاول فافھم علی انا قد اثبتنا اطلاق الصفۃ علی من سیکون کذا تجوز ولا تجوز الا بقرینۃ ولا قرینۃ الا تخصیص الانبیاء

عرفی کو تکلف وتاویل میں شمار کیا باوجودیکہ یہ قرآن و حدیث کی نصوص میں شائع ہے تو اگر یہ تکلف کے باب سے ہو تو افصح الکلام (قرآن) اور سب سے زیادہ فصیح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں کس قدر تکلف ہوگا اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ شاہ صاحب نے اپنے پسندیدہ طریقہ کو تکلف سے بری کہا جب کہ وہ بہت دور کی اور بہت بارد تاویل کا محتاج ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کسی وقت بھی تمام موجودین سے حقیقۃً زیادہ متقی نہ تھے اس لئے کہ راجح مذہب پر سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں زندہ ہیں اور آسمانوں میں حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہونے کے سبب انھیں اموات سے ملحق بتانا ایسی بات ہے جو انھوں نے کہی اور اس پر کوئی دلیل و برہان نہیں ہے۔ پھر اگر یہ بات تسلیم کرلیں تو تم سیدنا خضر علیہ السلام سے کہاں غافل ہو باوجودیکہ معتمد و مختار یہ ہے کہ وہ نبی ہیں اور دنیا میں زندہ ہیں تو اگر تم کہو کہ وہ نگاہوں سے پوشیدہ اور شہروں سے جدا ہیں اس بنا پر اموات سے ملحق ہیں تو یہ عذر پہلے سے زیادہ فاسد ہوگا تو تم سمجھ لو، علاوہ ازیں ہم ثابت کرچکے کہ صفت کا اطلاق ایسے شخص پر جو آئندہ صفت کا مصداق ہوگا مجاز ہے اور مجاز بغیر قرینہ کے ماننا درست نہیں اور قرینہ شرعی انبیاء کی تخصیص ہے، تو کلام کو

[1] شرح المقاصد المقصد السادس الفصل الرابع المبحث السابع دار المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۲/۳۱۱

www.alahazratnetwork.org

شرعًا فباتكائه حمل الكلام على الحقيقة اولى ام المصير الى التجوز معتمدا على تلك القرينة نفسها وقد بقي بعد خبايا في زوايا لانذكرها مخافة للتطويل فحق الجواب والحق في الجواب ماذكر العبد الذليل وولي التوفيق ربي الجليل۔

ثم اقول وهناك نكتة اخرى أحق واحرى بقبول النهى لم ار من تنبه لها وهي ان افعل التفضيل لامحيد له من مفضل عليه فالمحلى منه باللام اما ان يكون مفادہ التفضيل على جميع من عهد التفاضل فيما بينهم في امثال هذا المقام كالمحبوب في قولنا خبز البر هو الاحسن والاكثر فيما نحن فيه، او على بعضهم دون بعض اولا ولا بل احتمالا على الاول حصل المقصود والثاني باطل بالبداهة الا ترى الى قوله تعالى سبح اسم ربك الاعلى[1] وقوله صلى الله تعالى عليه وسلم في دعائه دبر الصلوٰة اسمع و

حقیقت پر محمول کرنا اولٰی ہے یا مجاز کی طرف اسی قرینہ پر اعتماد کی وجہ سے پھیرنا انسب ہے اور کچھ پوشیدہ باتیں گوشوں میں رہ گئی ہیں جنھیں ہم طوالت کے ڈر سے ذکر نہیں کرتے تو جواب برحق اور جواب کا حق وہی ہے جو بندۂ ناتواں نے اپنے رب جلیل کی توفیق واعانت سے ذکر کیا۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) اس مقام میں ایک دُوسرا نکتہ ہے جو عقلوں کو قبول ہونے کا زیادہ سزاوار ہے، میں نے نہ دیکھا کہ کسی کو اس نکتہ کی طرف توجہ ہوئی ہو اور وہ نکتہ یہ ہے کہ افضل التفضیل کے لئے مفضل علیہ ضروری ہے تو اس صیغہ پر جب لام تعریف داخل ہوگا تو یا تو ایسے مقام میں ان تمام افراد پر فضیلت ہوگا جن کے درمیان ایسے مواقع پر حرف میں تفاضل سمجھا جاتا ہے جیسے ناج کی قسموں میں ہمارے جملہ گیہوں کی روٹی ہی اچھی ہے" میں اور وہی زیادہ تر مستعمل ہے اس مقام میں جس کی بابت ہم گفتگو کر رہے ہیں یا اس صیغہ سے بعض پر فضیلت سمجھی جائے گی اور بعض پر فضیلت مفہوم نہ ہوگی یا نہ پہلی صورت ہوگی نہ دوسری بلکہ دونوں کا احتمال ہوگا۔ پہلی تقدیر پر ہمارا مدعا حاصل ہے اور دوسری تقدیر پر بداہۃً باطل ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالٰی کے قول "اپنے رب اعلٰی کی پاکی بولو"

---

[1] القرآن الکریم ۸۷/۱

www.alahazratnetwork.org

استجب اللہ اکبر و الاکبر علی روایۃ الرفع، اخرجہ ابوداؤد[1] و النسائی و ابن السنی و قول ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بین الصفاء والمروۃ رب اغفر وارحم انک انت الاعز الاکرم، رواہ ابن ابی شیبۃ[2] بل الی قول کل مصل فی سجودہ سبحٰن ربی الاعلٰی" و علی الثالث کانت الآیۃ مجملۃ فی حق المفضل علیھم والمجمل ان لم یبین عد من المتشابھات و لم یعدھا أحد منھا لکنا بحمد اللہ وجدنا البیان من صاحب البیان علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام، اخرج الامام ابوعمر بن عبد البر من حدیث مجالد عن شعبی قال سألت ابن عباس او سئل ای الناس اول اسلاماً قال اما سمعت قول حسان بن ثابت ؎

کی طرف اور نماز کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول "اے رب! دعا سن لے اور قبول فرما" اللہ اکبر اللہ اکبر" کی طرف۔ اکبر کے مرفوع ہونے کی روایت پر اس حدیث کو روایت کیا ابوداؤد، نسائی اور ابن السنی نے اور صفا و مروہ کے درمیان ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول "اے رب بخش دے اور مہر فرما بیشک تو ہی عزت والا کرم والا ہے" کو نہیں دیکھتے۔ اسے روایت کیا ابن ابی شیبہ نے، بلکہ سجدے میں ہر نمازی کے قول "سبحان ربی الاعلٰی" کو نہیں دیکھتے اور تیسری تقدیر پر ہر آیت مفضل علیہم کے حق میں مجمل ہوگی اور مجمل آیت کا بیان اگر نہ ہوا ہو تو وہ متشابہ آیتوں میں شمار ہوگی حالانکہ اس آیت کو کسی نے متشابہات میں شمار نہ کیا، لیکن ہم نے بحمد اللہ اس آیت کا بیان صاحب بیان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پایا۔ امام ابوعمر ابن عبد اللہ نے روایت کی حدیث مجالد سے انھوں نے شعبی سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے پوچھا یا ابن عباس سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے پہلے کون اسلام لایا۔ انھوں نے فرمایا، کیا تم نے حسان بن ثابت کے یہ شعر نہ سنے،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب مایقول الرجل اذا سلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۱
عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول فی دبر صلوٰۃ الصبح دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ص ۳۲

[2] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحج باب ۴۶۰ حدیث ۱۵۵۶۰ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۰۴

www.alahazratnetwork.org

اذا تذکرت شجوًا من اخی ثقۃ
فاذکر اخاک ابا بکر بما فعلا
خیر البریۃ اتقاھا و اعدلھا
بعد النبی واوفاھا بما حملا
والثانی التالی المحمود مشھدہ
واول الناس منھم صدق الرسلا[1] انتھی

انبانا عبد الرحمٰن عن ابن عبد اللہ المکی عن عابد الزبیدی المدنی عن الفلانی عن ابن السنۃ عن الشریف عن ابن ارکماش عن ابن حجر العسقلانی عن الکمال ابی العباس أنا ابو محمد عبد اللہ بن الحسین بن محمد بن ابی التائب عن محمد بن ابی بکر البلخی عن الحافظ السلفی عن ابی عمران موسٰی بن ابی تلمید عن الامام ابی عمر یوسف بن عبد البر، قال فی الاستیعاب یروٰی أن رسول اللہ

(ترجمۂ اشعار) "جب تجھے سچے دوست کا غم یاد آئے، تو اپنے بھائی ابوبکر کو ان کے کارناموں سے یاد کر جو نبی (صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم) کے بعد ساری مخلوق سے بہتر، سب سے زیادہ تقوٰی اور عدل والے، اور سب سے زیادہ عہد کو پورا کرنے والے، جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سفرِ ہجرت میں چلے، جن کا منظر محمود ہے اور لوگوں میں سب سے پہلے جنھوں نے رسولوں کی تصدیق کی" (صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد وسلم)۔

ہمیں خبر دی عبد الرحمٰن نے انھوں نے روایت کی ابن عبد اللہ مکی سے انھوں نے روایت کی عابد زبیدی مدنی سے انھوں نے روایت کی فلانی سے وہ روایت کرتے ہیں ابن السنۃ سے وہ روایت کرتے ہیں شریف سے وہ روایت کرتے ہیں ابن ارکماش سے وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر عسقلانی سے وہ راوی ہیں کمال ابوالعباس سے انھوں نے کہا ہمیں خبر دی ابو محمد عبد اللہ بن حسین بن محمد بن ابی التائب نے محمد بن ابی بکر بلخی سے وہ راوی ہیں حافظ سلفی سے وہ راوی ہیں ابوعمران موسٰی بن ابی تلمید سے وہ روایت کرتے ہیں امام ابوعمر یوسف بن عبد البر سے، ابن عبد البر نے استیعاب میں فرمایا کہ

---

[1] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب حرف العین ترجمہ ۱۶۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۹۳

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لحسان "ھل قلت فی ابوبکر شیئا ؟ قال نعم، و انشد ھذہ الابیات و فیھا بیت رابع وھی :ـ

والثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو بہ اذ صعدوا الجبلا۔

فسر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بذلک فقال احسنت یا حسان[1] وقد روی فیھا بیت خامس :ـ

وکان حب رسول اللہ قد علموا
خیر البریۃ لم یعدل بہ رجلا[2]

انتھی۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حسان سے فرمایا کیا تم نے ابوبکر کے بارے میں کچھ کہا ہے؟ انھوں نے عرض کی: جی۔ اور حضرت حسان نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ شعر سنائے اور ان میں چوتھا شعر ہے وہ یہ ہے (ترجمہ) "غار شریف میں وہ دوسری جان درانحالیکہ دشمن اس کے گرد چکر لگاتے تھے جبکہ وہ دشمن (صدیق اکبر کی نظروں کے سامنے) پہاڑ پر چڑھے تھے"۔ تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اشعار کو سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: اے حسان! تم نے اچھا کیا! اور ان میں پانچواں شعر بھی مروی ہوا:

(ترجمہ) ("شہرت، چمک یا حرارت محبت میں) رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب لوگوں نے انھیں جانا، تمام مخلوق سے بہتر، جس کے برابر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی کو نہ رکھا"۔

قلت و یروی بدلہ ع

من الخلائق لم یعدل بہ بدلا[3]

قلت (میں کہتا ہوں) مصرعہ ثانی کے بجائے یوں بھی مروی:

(ترجمہ) "مخلوق سے کسی کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کے برابر نہ رکھا"۔

وحدیث ابن عباس رواہ

اور حدیث ابن عباس کو طبرانی نے بھی

---

[1] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ترجمہ ۱۶۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۹۳

[2] المستدرک للحاکم " کتاب معرفۃ الصحابۃ " دار الفکر بیروت " ۳/ ۶۴

[3]

www.alahazratnetwork.org

الطبرانی ایضا فی المعجم الکبیر[1] وعبد اللہ بن احمد فی زوائد الزھد، و اما الحدیث المرفوع اعنی بہ استماع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشعارہ و تحسینہ علیہا فاصلہ مروی ایضا عند الحاکم من حدیث غالب بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ حبیب بن[2] ابی حبیب وعند ابی سعد فی الطبقات وعند الطبرانی عن الزھری ورواہ الحاکم ایضا من حدیث مجالد عن الشعبی من قولہ کمثل حدیث[3] ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما والاصولی یعرف ان الموقوف فی مثل ھذا کالمرفوع اذ المجمل لایبین بالرائ ولھذا ان لم یبین وانقطع[عہ] نزول القراٰن عاد متشابہا، ثم ان

روایت کیا معجم کبیر میں، اور عبد اللہ بن احمد نے زوائد زہد میں۔ رہی حدیث مرفوع یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حضرت حسان کے اشعار کو سن کر انھیں سراہنا تو اس کی اصل بھی مستدرک حاکم میں غالب بن عبد اللہ کی حدیث میں بطریق غالب بن عبد اللہ عن ابیہ عن جدہ حبیب بن ابی حبیب مروی ہے (یعنی یہ حضرت غالب بن عبد اللہ نے اپنے والد عبد اللہ سے سنی انھوں نے اپنے باپ غالب کے دادا حبیب بن ابی حبیب سے سنی) اور طبقات ابن سعد میں اور طبرانی میں زہری سے مروی ہے، اور نیز حاکم نے مجالد کی حدیث میں بروایت شعبی ان کا قول حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بلفظہ مشابہ روایت کیا، اور اصولی جانتا ہے کہ ایسی جگہ پر موقوف (صحابی کا قول) مرفوع (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول) کی طرح ہے، اس لئے کہ مجمل کا بیان رائے سے نہیں ہوتا لہذا اگر شارع نے بیان نہ کیا اور قرآن کا نزول بند ہوگیا

عہ یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وفات سے کنایہ ہے ۱۲ منہ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۲۵۶۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۸۹

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۶۴ و ۷۸

کنز العمال حدیث ۳۵۶۷۳ و ۳۵۶۸۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۵۱۳/ و ۵۲۳

الدر المنثور بحوالہ ابن عدی وابن عساکر مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۲۴۱

[3] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۶۴

www.alahazratnetwork.org

البیان یلتحق بالمبین اذ لا یفید الا رفع التشکیک و تعیین احد المحتملات فکان حکمه کحکم القرینة والمفاد انما ینسب الی الکلام کما اوضحته الاصول فثبت بالاٰیة تفضیله رضی اللہ تعالٰی عنه علٰی کل من عداہ فی التقوٰی والحمد للہ علٰی ما اولٰی۔

تو مجمل متشابہ ہوجائے گا، پھر بیان مبین (مجمل) سے ملحق ہوگا اس لئے کہ بیان کا یہی فائدہ ہے کہ شک دور کرے اور محتمل معانی میں سے کوئی ایک معین کردے تو بیان کا حکم وہی ہے جو قرینہ کا ہے اور کلام کا مفاد کلام ہی کی طرف منسوب ہوتا ہے جیسا کہ اصول فقہ نے واضح کیا تو اس آیت سے صدیق اکبر کی فضیلت تقوٰی میں ہر امتی پر ثابت ہوگئی اور اللہ تعالٰی کیلئے اس کی نعمتوں پر حمد ہے۔

اقول واخذ الافعل بمعنی کثیر الفعل فطامر له عما یحتاج الیه فی اصل وضعه اعنی المفضل علیه فیکون صرفا عن المعنی الحقیقی المتبادر فلابد من قرینة واین القرینة ولتکن حاجة وماذا الحاجة نعم هذا مفاد صیغة المبالغة و شتان ماهما فلیتنبه لهذا واللہ تعالٰی الموفق۔

میں کہتا ہوں اور افعل کو بمعنی کثیر الفعل لینا اس کو اس شئے سے الگ رکھنا ہے جس کا وہ اصل وضع کے لحاظ سے محتاج ہے یعنی مفضل علیہ تو یہ معنی حقیقی متبادر سے پھیرنا ہوگا اب تو قرینہ ضروری ہے اور قرینہ کہاں اور اس کے لئے حاجت بھی چاہئے اور حاجت کیا ہے، ہاں یہ مبالغہ کے صیغہ کا مفاد ہے اور اسم تفضیل اور مبالغہ میں فرق ہے۔

الشبهة الثالثة وهی تتعلق بالکبری من قیاس اهل السنة والجماعة ان المحمول فی قوله تعالٰی "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم"[1] هو الاتقٰی فکان حاصل المقدمتین ان

تیسرا شبہہ اس کا تعلق اہلسنت وجماعت کے قیاس کے کبرٰی کے ساتھ ہے کہ اللہ تعالٰی کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" میں محمول الاتقٰی ہے ——— تو دونوں مقدموں کا حاصل یہ ہوا کہ صدیق اتقٰی ہیں اور

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱۳

www.alahazratnetwork.org

الصدیق اتقی وکل اکرم اتقی وھذا لیس من الشکل الاول فی شئ ولا ثانیاً ایضاً لعدم الاختلاف فی الکیف وان عکستم الکبرٰی جاءت جزئیۃ لا تصلح لکبرویۃ الشکل الاول فمفاد الاٰیتین لا یضرنا ولا ینفعکم ومن الشبھۃ ھی اللتی بلغنی عن بعض المفضلۃ عرضھا علٰی بعض المتکلمین منا۔

ہر اکرم اتقی ہے اور یہ کسی طرح شکل اول کے قبیل سے نہیں اور شکل ثانی بھی نہیں اس لئے کہ کیف میں اختلاف نہیں ہے، اور اگر کبرٰی کا عکس کردیا جائے اس صورت میں موجبہ جزئیہ ہوگا جو شکل اوّل کے کبرٰی بننے کے لائق نہیں، تو دونوں آیتوں کا مفاد ہمیں مضر نہیں اور تمھیں مفید نہیں، اور یہ وہی شُبہہ ہے جس کے بارے میں مجھے خبر پہنچی کہ کسی تفضیلی نے ہمارے کسی عالم سے عرض کیا۔

وانا اقول وباللہ التوفیق مااستخفہ تشکیکا واضعفہ دخلاً رکیکاً غلط ساقط باطل عاطل لایستحق الجواب ولکن اذا قیل وسئل فلابد من ابانۃ الصواب فاعلم ان اللطیف الخفی وفقنی لازھاق ھذا التلبیس الفلسفی باثنی عشر وجھا امھا تھا ثلثۃ وجوہ کل منھا یکفی ویشفی۔

اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی سے ہے، یہ کتنی سخیف تشکیک ہے اور کس قدر ضعیف اعتراض رکیک ہے جو غلط ہے ساقط ہے باطل عاطل ہے جواب کا مستحق نہیں، لیکن یہ جب کہا گیا اور پُوچھا گیا تو صواب کو ظاہر کرنا ضروری ہے، اب تم جانو کہ اللہ لطیف خفی نے اس قید فلسفی کے قلع قمع کے لئے مجھے بارہ ۱۲ وجوہ سے توفیق بخشی ان بارہ ۱۲ کی اصل تین ۳ وجہیں ہیں ان میں سے ہر ایک کافی وشافی ہے:

الاوّل لوکان لھذا القائل علم بمحاورات القرآن او الحدیث او بما روی العلماء فی شان النزول او التفسیر المرفوع الی جناب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوکلمات العلماء والائمۃ الفحول او رزق حظا من فھم الخطاب ودرک المفاد و

پہلی یہ کہ اگر اس معترض کو قرآن و حدیث کے محاورات یا شانِ نزول میں علماء کی روایات جناب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ومرفوع تفسیر یا علماء اور جلیل القدر ائمہ کے کلمات کا علم ہوتا یا نظمِ قرآن کی سمجھ اور مفاد ومعنی کی فہم اور کلام کو غرض مقصود پر رکھنے سے کچھ حصہ روزی ہوا ہوتا تو وہ جان لیتا کہ اکرم

www.alahazratnetwork.org

تنزیل الکلام علی الغرض المراد لعلم ان حمل الاکرم ھو المعتبر وصدر الکلام بتصدیر الخبر و ذٰلک لوجوہ اوقفنی اللہ تعالٰی علیہا بمنہ وعمیم کرمہ۔

کو محمول بنانا ہی معتبر ہے تو کلام اس طرح صادر ہوا کہ اس میں تقدیم خبر ہے اور یہ دعوی چند دلیلوں سے ثابت ہے اس پر اللہ تبارک و تعالٰی نے مجھے اپنے احسان اور لطفِ عام سے مطلع کیا۔

فاقول اولاً کانت الجاھلیۃ تتفاخر بالانساب وتظن ان الانسب ھو الافضل فجاءت کلمۃ الاسلام برد کلمۃ الجاھلیۃ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[1] فالنزاع انما وقع فی موصوف الافضل لا فی صفتہ وھذا کما اذا سأل سائل عن الذ الاطعمۃ فقال قائل الحامض الذ فتقول ردا علیہ لا بل الذھا احلاھا فانما ترید ان الاحلی ھو الالذ والوجہ ان الاتقی فی الاٰیۃ کالاحلی فی قولک ھذہ مرأۃ لملاحظۃ الذات و الاکرم حکم علیہ کالالذ وانما الخبر ما حکم بہ

فاقول (میں کہتا ہوں) اولاً اہلِ جاہلیت نسبت پر فخر کرتے تھے اور وہ گمان کرتے تھے کہ جس کا نسب بہتر ہے وہی افضل ہے تو اسلام کا کلمہ جاہلیت کے بول کو رَد کرتا ہُوا آیا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے بڑا پرہیزگار ہے) تو نزاع تو اس میں ہے کہ وصف اول کا موصوف کون ہے نہ کہ صفت افضل میں۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ کھانوں میں سب سے مزیدار کھانا کون سا ہے؟ تو کوئی کہے کہ الذھا اخلاھا (کھٹا سب سے زیادہ مزیدار ہے) تو اس کا رَد کرنے کو تم یوں کہو، نہیں بلکہ الذھا احلاھا (سب سے زیادہ مزیدار میٹھی چیز ہے) تو ہماری مراد یہی ہے کہ سب سے زیادہ میٹھا سب سے زیادہ مزیدار ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں اتقٰی تمھارے اس قول "ذات کے ملاحظہ کیلئے یہ آئینہ ہے" میں احلی کی مثل ہے اور اکرم

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱۳

www.alahazratnetwork.org

لاما حکم علیہ ولقد دری من لہ قلیل ممارسۃ بکلام العرب ان الذھن اوّل ما تلقیٰ الیہ امثال ھذا الکلام لایسبق الا الی ان المراد مدح الاتقیاء والترغیب فی التقوی والوعد الجمیل بان من یتقی یکن کریمًا علینا عظیما لدینا وھٰکذا فھم المفسرون فھذا الزمخشری النکتۃ فی الادب الشامۃ فی معرفۃ کلام العرب یقول فی تفسیرہٖ المعنی ان الحکمۃ التی من اجلھا رتبکم علیٰ شعوب و قبائل ھی ان یعرف بعضکم نسب بعض فلا یعتزی الیٰ غیر اٰبائہ لاان تتفاخروا بالاٰباء والاجداد وتدعوا التفاوت و التفاضل فی الانساب ثم بیّن الخصلۃ التی بھا یفضل الانسان غیرہ ویکتسب الشرف والکرم عند اللہ تعالیٰ فقال ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم وقرئ اَنّ بالفتح کانہ قیل لایتفاخر بالانساب، فقیل لان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لا انسبکم[1] الخ و بمثلہ قال الامام

محکوم علیہ ہے جیسے الذ۔ اور خبر تو محکوم بہ ہوتی ہے نہ کہ محکوم علیہ۔ اور بیشک وہ سمجھتا ہے جسے کلام عرب سے تھوڑا سا سابقہ ہو کہ جیسے ہی ایسا کلام ذہن میں آتا ہے اس کی سبقت اسی طرف ہوتی ہے کہ مراد پرہیزگاروں کی تعریف اور تقوٰی کی رغبت دلاتا ہے اور یہ وعدہ جمیل کہ جو تقوٰی اختیار کرے گا ہمارے یہاں عزت وکرامت والا ہوگا۔ اور اسی طرح مفسرین نے سمجھا تو یہ زمخشری جو ادب میں نکتہ کی مانند اور کلام عرب میں تل کی مثال سے ہے اپنی تفسیر میں قائل ہیں بیشک وہ حکمت جس کی وجہ سے تمہاری ترتیب کنبوں اور قبیلوں پر رکھی وہ یہ ہے کہ ایک دوسرے کا نسب جان لے۔ تو اپنے آباء واجداد کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت نہ کرے نہ یہ کہ تم آباء واجداد پر فخر کرو اور نسب میں فضیلت اور برتری کا دعوٰی کرو پھر اللہ نے وہ خصلت بیان کی جس سے انسان دوسرے سے برتر ہوتا ہے اور اللہ کے یہاں عزت و بزرگی کا اکتساب کرتا ہے تو اللہ نے فرمایا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ۔ اور ایک قرات اَنَّ فتح ہمزہ کے ساتھ ہے گویا کہ کہا گیا ہے کہ نسب پر فخر کیوں کیا جائے تو بتایا گیا کہ اس وجہ سے کہ تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے نہ وہ جو سب سے بڑے نسب والا ہو الخ

---

[1] الکشاف تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۷۵

www.alahazratnetwork.org

النسفی فی المدارک[1]

واقول ثانیاً القرآن انما نزل لبیان الاحکام التی لا یطلع علیہا الا باطلاع اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کالنجاۃ والہلاک والکرامۃ والہوان والرد والقبول والغضب والرضوان لا لبیان الامور الحسیۃ وکون الرجل تقیا او فاجرا مما یدرک بالحس ففی جعل الاکرم موضوعاً کقلب الموضوع ولقد کان ھذا الوجہ من اوّل ما سبق الیہ فکری حین استماع الشبہۃ ثم فی اثناء تحریر الرسالۃ لما راجعت مفاتیح الغیب رأیت الفاضل المدقق تنبہ للشبہۃ ودندن فی الجواب حول ما اومانا الیہ حیث یقول "فان قیل الاٰیۃ دلت علٰی ان کل من کان اکرم کان اتقی" و ذٰلک لا یقتضی ان کل من کان اتقی کان اکرم، قلنا وصف کون الانسان اتقی معلوم مشاہد

اور اسی طرح امام نسفی نے مدارک میں فرمایا۔

اقول ثانیاً قرآن تو ان احکام کے بیان کے لئے نازل ہوا ہے جن کا علم اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کے اطلاع کے بغیر نہیں ہوسکتا جیسے کہ نجات و ہلاکت، عزت وذلت اور مردود ومقبول ہونا اور غضب ورضائے الٰہی، یہ محسوسات کے بیان کے لئے نہیں اترا اور آدمی کا پرہیزگار یا مددگار ہونا ان باتوں سے ہے جن کا علم احساس سے ہوتا ہے تو اکرم کو موضوع بنانا قلب موضوع ہے اور بیشک یہ وجہ ان باتوں سے ہے جن کی طرف میری فکر نے شبہہ کو سُن کر سبقت کی، پھر اس رسالہ کی تصنیف کے دوران جب میں نے تفسیر "مفاتیح الغیب" دیکھی تو میں نے فاضل مدقق کو دیکھا کہ وہ اس شبہہ کی طرف متنبہ ہوئے اور جواب میں جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا اس کے گرد مبہم کلام فرمایا اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں پھر اگر کہا جائے کہ یہ آیت تو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ شخص جو اکرم (بڑا عزت والا) ہوگا، اتقٰی (بڑا پرہیزگار) ہوگا، اور یہ اس بات کا مقتضی نہیں کہ ہر وہ شخص جو اتقٰی (بڑا پرہیزگار) ہو وہ اکرم (بڑا عزت دار) ہو۔ ہم کہیں گے کہ انسان کا اتقٰی ہونا وصفِ معلوم ومحسوس ہے،

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۱۷۳

www.alahazratnetwork.org

ووصف کونہ افضل غیر معلوم و لامشاھد والاخبار عن المعلوم بغیر المعلوم ھو الطریق الحسن، اما عکسہ فغیر مفید، فتقدیر الاٰیۃ کانہ وقعت الشبھۃ فی ان الاکرم عند اللہ من ھو؟ فقیل ھو الاتقٰی، واذا کان کذٰلک کان التقدیر اتقٰکم اکرمکم عند اللہ[1] انتہی۔

اور انسان کا افضل ہونا نہ وصف معلوم ہے اور نہ محسوس۔ اور معلوم کے بارے میں وصف غیر معلوم کے ذریعہ خبر دینا، یہی بہتر طریقہ ہے۔ رہا اس کا عکس، تو وہ مفید نہیں۔ تو آیت میں عبارت مقدر ہے، گویا کہ اس بارے میں شبہہ ہوا کہ اللہ کے نزدیک اکرم کون ہے؟ تو فرمایا گیا کہ اکرم اتقی ہے، اور جب بات یوں ہے تو آیت کی تقدیر یوں ہوگی اتقٰکم اکرمکم عند اللہ (تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا ہے)۔

قلت ولعلک لایخفی علیک مابین التقدیرین من الفرق و مابین ھذا الوجہ ووجوھنا الباقیۃ من التفاوت العظیم "ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء[2]"۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

قلت (میں کہتا ہوں) اور شاید تم پر پوشیدہ نہ ہو وہ فرق جو دونوں تقدیروں میں ہے اور وہ عظیم تفاوت جو اس وجہ میں اور ہماری باقی وجوہ میں ہے یہ اللہ کے فضل میں ہے جسے چاہتا ہے دے دیتا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو رب ہے جہان والوں کا۔

ثم اقول عسٰی ان یزعجک الوھم الصئول فیلجئک ان تقوم تقول الیس التقوٰی من افعال القلوب، قال اللہ سبحٰنہ و

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں) قریب ہے کہ تمھیں وہم بے چین کرے پھر تمھیں مجبور کرے کہ تم کھڑے ہو کر یہ کہو کہ کیا تقوٰی افعال القلوب سے نہیں، اللہ سبحانہ وتعالٰی کا ارشاد

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۱۷ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۵

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۴

www.alahazratnetwork.org

تعالٰی "اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوٰی"[1]، وقال تعالٰی "و من یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب"[2] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "التقوٰی ھٰھنا، التقوٰی ھٰھنا، التقوٰی ھٰھنا، یشیر الٰی صدرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم"۔ اخرجہ مسلم[3] وغیرہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "لکل شئ معدن ومعدن التقوٰی قلوب العارفین" اخرجہ الطبرانی[4] عن ابن عمر والبیھقی عن الفاروق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنھما، فکیف قلتم انھا من المحسوسات۔

ہے: "یہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے۔" اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے"۔ اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے، تقوٰی یہاں ہے۔" حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرماتے تھے"۔ اس حدیث کو مسلم وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے: "ہر شئے کے لئے کان ہے اور تقوٰی کی کان اولیاء کے دل ہیں"۔ اس حدیث کو طبرانی نے ابن عمر سے اور بیہقی نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا، تو آپ نے کیسے کہہ دیا کہ تقوٰی محسوسات سے ہے۔

قلت بلٰی ان التقوٰی مقامھا القلب وعن ھذا قلنا ان الصدیق لما کان اتقی الامۃ باسرھا وجب ان یکون اعرفھا باللہ تعالٰی

قلت (میں جواب میں کہتا ہوں) ہاں بے شک تقوٰی کا مقام قلب ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ بے شک جب صدیق تمام امت سے زیادہ پرہیزگار ہوئے تو ضروری ہوا کہ وہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوں

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۳

[2] " " ۲۲/ ۳۲

[3] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

[4] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

لکن القلب امیر الجوارح فاذا استولی علیہ سلطان شئ اذعنت لہ الجوارح طرًا ولمعت علیہا آثارہ جہرًا وھذا مشاھد فی الحیاء والحزن والفرح والغضب وغیر ذٰلک من صفات القلب قال المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب" اخرجہ الشیخان[1] عن نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ، وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "اذا رایتم الرجل یعتاد المسجد فاشھدوا لہ بالایمان" اخرجہ احمد[2] والترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابن حبان والحاکم والبیہقی عن ابی سعید

لیکن قلب اعضاء کا امیر ہے، تو جب قلب پر کسی شے کا سلطان غالب ہوتا ہے تو تمام اعضاء اس کے تابع ہوجاتے ہیں اور اعضاء پر اس کے آثار صاف جھلکتے ہیں اور حیا وغم خوشی وغضب وغیرہ صفاتِ قلب میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "خبردار! بیشک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ سدھرتا ہے پورا جسم سدھر جاتا ہے اور جب وہ بگڑتا ہے پورا جسم بگڑ جاتا ہے سُنتے ہو وہ قلب ہے۔" اس حدیث کو بخاری ومسلم نے نعمان ابن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور حضور صلے اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب تم آدمی کو مسجد میں آنے جانے کا عادی پاؤ تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔" اس حدیث کو امام احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم وبیہقی نے ابوسعید

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرأ لدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳
صحیح مسلم کتاب المساقات باب اخذ الحلال وترک الشبہات " " " ۲/۲۸

[2] جامع الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۹/۱۸ امین کمپنی دہلی ۲/۱۳۵
سنن ابن ماجۃ کتاب المساجد والجماعات باب لزوم المساجد الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۸
مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۶۸
المستدرک للحاکم کتاب الصلوٰۃ بشر المشائین فی الظلم الی المساجد الخ دار الفکر بیروت ۱/۲۱۲
السنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ باب فضل المساجد الخ دار صادر بیروت ۳/۶۶
موارد الظمآن الی زوائد الظمآن باب الجلوس فی المسجد بالخیر حدیث ۳۱۰ المطبعۃ السلفیہ ص ۹۹

www.alahazratnetwork.org

الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اقول ثالثا کل ما ذکر فی شان النزول فانما یستقیم و یطابق التنزیل اذا کان الموضوع ھو الاتقٰی۔ اما اذا عکس فلا یتاتی ولا یاتی الرمی علی الرمی، اما روایۃ یزید بن شجرۃ فطریق الاستدلال فیھا انکم استحقرتم ھذا العبد لانہ عبد اسود فقلتم عاد ذلیلاً وحضر جنازۃ ذلیل لکنہ عندنا کریم جلیل اذ کان متقیا والفضل عندنا بالتقوٰی فمن کان تقیا کان کریما عندنا وان کان عبدا اسود اجدع۔ وھذا الطریق ھو المفھوم من الاٰیۃ عند کل من لہ ذوق سلیم، اما علی ما زعمتم فیکون حاصل استدلال اللہ سبحٰنہ و تعالٰی انہ کان کریما وکل کریم عتق فلذا عادہ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وحضر دفنہ، وھذا الطریق کما تری اذا کان ینبغی الاستدلال الاستدلال بامر مسلّم عندھم یستلزم ما لم یسلموہ کالتقوٰی علٰی تقریرنا۔

خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔

اقول ثالثا جو کچھ آیت کریمہ کے شان نزول میں مسطور ہوا وہ تو اسی وقت راس آتا ہے اور تنزیل کے مطابق ہوتا ہے جب آیت کریمہ میں اتقٰی ہی موضوع ہو۔ رہی وہ صورت جب اس کا عکس کردیں تو بات نہیں بنتی، ہر تیر نشانے پر نہیں بیٹھتا۔ رہی یزید ابن شجرہ کی روایت تو اس میں استدلال کا طریقہ یہ ہے کہ اے لوگو! تم نے غلام کو حقیر جانا اس لئے کہ سیاہ فام غلام ہے تو تم نے اعتراض کیا کہ ذلیل کی عیادت کی ذلیل کے جنازہ میں حاضر ہوئے، لیکن وہ غلام ہمارے نزدیک باعزت جلیل القدر ہے اس لئے کہ وہ متقی تھا اور ہمارے یہاں بزرگی تقوٰی سے ہے تو جو متقی ہوگا ہماری بارگاہ میں عزت والا ہوگا اگرچہ کالا نکٹا غلام ہو۔ اور آیت سے ہر ذوق سلیم والے سے یہی طریق استدلال مفہوم ہوتا ہے، اور تمہارے زعم پر اللہ تبارک وتعالٰی کے استدلال کا حاصل یوں ہوگا کہ وہ بے شک عزت والا تھا اور ہر عزت والا متقی ہے اسی لئے تو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کی عیادت کی اور اس کے دفن میں شریک ہوئے۔ اور یہ طریق استدلال جیسا ہے تمہیں معلوم ہے اس لئے کہ دلیل لانا ایسے امر سے چاہئے تھا جو کفار کو مسلّم ہو اور جو اس کو مستلزم ہو جس کو وہ تسلیم نہیں کرتے جیسے تقوٰی ہماری تقریر پر۔

www.alahazratnetwork.org

واما الکرامۃ فلم تکن ثابتۃ عندھم والا لما قالوا ما قالوا، علی ان المقدمۃ المذکورۃ فی الاٰیۃ تبقی ح عبثاً والعیاذ باللہ تعالٰی فان الرد علیھم تم بالمطویۃ القائلۃ انہ رجل کریم عند اللہ تعالٰی وبعد ذٰلک ای حاجۃ الٰی ان یقال کل کریم متق، اذ لم یکن نزاعھم فی التقوٰی بل فی الکرم۔ وبالجملہ یلزم اخذ المدعی صغری واستنتاج مالیس بمدعی وھٰکذا یجری الکلام فی روایۃ مقاتل و استحقار قریش سیدنا عتیق العتیق اعتقنا اللہ بھما من عذاب الحریق، اٰمین!

ولنقرر بعبارۃ اُخرٰی قال "کل جدید لذیذ" کان طریق استدلالھم علٰی حقارتہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بانہ عبد ولا شئ من العبد کریماً فھو لیس بکریم والاٰیۃ نزلت فی الرد علیھم فلا بد من نقض احدی المقدمتین من قیاسھم لکن الصغرٰی لا مرد لھا، فتعین ان الاٰیۃ انما تبطل الکبرٰی باثبات

رہی عزت (اس سیاہ فام غلام کی) کافروں کے نزدیک ثابت ہی نہ تھی ورنہ یہ کافر وہ کچھ نہ کہتے جو انھوں نے کیا۔ علاوہ ازیں وہ مقدمہ جو اس آیت میں ذکر ہوا اس تقدیر پر عبث ٹھہرے گا والعیاذ باللہ، اس لئے کہ کفار پر رد تو اس قضیۂ مطویہ (پوشیدہ) سے تام ہو لیا جس میں یہ دعوٰی ہے کہ وہ غلام، اللہ کے نزدیک باعزت ہے۔ اس کے بعد کون سی حاجت ہے کہ کہا جائے کہ ہر کریم، متقی ہے اس لئے کہ کافروں کا نزاع تقوٰی میں نہ تھا بلکہ کرامت میں تھا۔ بالجملہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مدعا صغری ہو اور نتیجہ وہ نکلے جو مدعا نہیں اور یونہی کلام روایتِ مقاتل میں اور قریش کی جانب سے سیدنا عتیق العتیق (حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی تحقیر میں جاری ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالٰی ہمیں ان دونوں کے صدقے میں جہنم کے عذاب سے آزاد فرمائے۔ آمین!

اور ہم بلفظِ دیگر تقریر کریں اس لئے کہ "کُلُّ جَدِیْدٍ لَذِیْذٌ"، کفار کا طریقِ استدلال حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حقارت پر بایں طور تھا کہ وہ غلام ہیں اور کوئی غلام عزت والا نہیں ہوتا، تو عزت والے نہیں، اور یہ آیت کفار کے رد میں اُتری لہٰذا ان کے قیاس میں دو مقدموں میں سے ایک کا نقض ضروری ہے لیکن صغرٰی کا رد نہیں ہوسکتا۔ اب متعین ہوا کہ آیت کبرٰی کا ہی ابطال کرتی ہے اس کی نقیض

www.alahazratnetwork.org

نقیضہا وھو ان بعض العبید کریم ولا یمکن اثباتہ الا علی طریقتنا بان نقول بعض العبید یتقی اللہ تعالٰی ومن یتقی اللہ تعالٰی فھو کریم، اما علٰی طریقتکم فی اصل المقدمتین ان بعض العبید متق وکل کریم متق وھذا ھو القیاس الذی انتم دفعتموہ وھکذا یتمشی التقریر فی روایۃ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما بکلا الوجھین۔

کے اثبات کے ذریعہ کفار کے کبرٰی کی نقیض یہ ہے کہ بعض غلام باعزت ہیں اور اس کا ثابت کرنا ممکن نہیں مگر ہمارے طریقے پر بایں طور کہ ہم کہیں بعض غلام، اللہ تبارک وتعالٰی سے ڈرتے ہیں اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہی عزت والا ہے۔ رہا اصل مقدمتین میں تمہارے طریقے پر یہ قیاس کہ بعض غلام متقی ہیں اور ہر عزت والا متقی ہے تو یہ وہی قیاس ہے جس کو تم دفع کرچکے۔ اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت میں دونوں وجوہ کے ساتھ یہ تقریر چلے گی۔

ولنقررہ بعبارۃ ثالثۃ استحقر ثابت بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ بعض اھل المجلس بقولہ یا ابن فلانۃ ای یا دنی النسب فرد اللہ سبحٰنہ وتعالٰی علیہ بانک ان زعمت ان بعض الادانی فی النسب لا یکون کریمًا فقولک ھذا صادق لکن علام استحقرت ھذا بخصوصہ اذ یجوز ان لا یکون ھذا من ذٰلک البعض وان اردت السلب الکلی فباطل قطعًا اذ لو صدق لصدق ان بعض المتقین لیس کریمًا لان بعضھم دنی النسب فلم یکن کریمًا عندک لکن التالی باطل

اور ہم تقریر مدعا تیسری عبارت سے کریں حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بعض اہل مجلس کی تحقیر انھیں، "یا ابن فلانہ" (اے فلانی کے بیٹے) کہہ کر کی یعنی اے نسب میں کمتر، تو اللہ تبارک وتعالٰی نے ان کا رد یوں فرمایا کہ تمہارا گمان یہ ہے کہ کچھ کمتر نسب والے شریف نہیں ہوتے تو تمہاری یہ بات سچی ہے لیکن تم نے خاص اس شخص کو کس بنیاد پر حقیر جانا؟ اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ ان بعض میں سے نہ ہو اور اگر تمہاری مراد سلب کلی ہے تو یہ قطعًا باطل ہے اس لئے کہ اگر یہ صادق ہو تو یقینًا یہ صادق ہوگا کہ بعض متقی شریف نہیں اس لئے کہ ان میں کے بعض نسب میں کمتر ہیں تو تمہارے نزدیک شریف نہ ہوں گے لیکن تالی باطل ہے اس لئے

www.alahazratnetwork.org

لصدق نقیضه وھو ان کل متق کریم فالمقدم مثلہ ھذا علیٰ طریقتنا اما علی طریقتکم فالمقدمۃ الاستثنائیۃ ان کل کریم متق وھو لایرفع اللازم فلایرفع الملزوم اتقن ھذا فان الفیض مدرار۔ والحمد للہ۔

کہ اس کی نقیض صادق ہے اور وہ یہ کہ ہر متقی کریم ہے تو مقدم بھی اس کی طرح باطل ہے یہ ہمارے طریقے پر ہے لیکن تمہارے طریقے پر تو مقدمہ[عہ] استثنائیہ یہ ہے کہ ہر شریف متقی ہے اور یہ لازم کو مرتفع نہیں کرتا تو ملزوم کو بھی مرتفع نہ کریگا۔ اس تقریر کو خوب ضبط کرلو اس لئے کہ فیض (کا دریا) زوروں پر ہے، اور تمام خوبیاں اللہ ہی کی ہیں۔

اقول رابعًا الاحادیث التی جاءت تفسیرا الاٰیۃ او ترد مورد مشرعھا اوتلحظ ملحظ منزعھا انما تعطی ما ذکرنا من المفاد و تاتی عما بغیتم من الافساد و منھا ما انبانا المولی السراج عن الجمال عن عبد اللہ السراج ح وعالیًا بدرجۃ عن ابیہ عبد اللہ السراج عن محمد بن ھاشم ح ومساویا للعالی عن الجمال عن السندی ح و شافھنی عالیا بدرجتین

اقول رابعًا وہ احادیث جو اس آیت کی تفسیر کرتی ہے یا اس کے گھاٹ کے راستے پر چلیں یا اس جگہ اشارہ کرتی ہیں جہاں سے اس کا تیر کھینچا وہ تو وہی مفاد دیتی ہیں جو ہم نے ذکر کیا اور اس فساد انگیزی سے انکار کرتی ہیں جو تم نے چاہا، منجملہ ان حدیثوں کے یہ ہے کہ جس کی خبر ہمیں مولیٰ سراج نے دی وہ روایت کرتے ہیں جمال سے وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ سراج سے (ح) نیز ہم نے سراج سے یہ حدیث ایک درجہ عالی سند سے روایت کی وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ عبداللہ سراج سے وہ روایت کرتے ہیں محمد بن ہاشم سے (تحویل) نیز اس سند سے اس روایت کی جو سند عالی کے

عہ مقدمہ استثنائیہ کو قیاس استثنائی بھی کہا جاتا ہے، اور قیاس استثنائی وہ ہے جس میں نتیجہ یا اس کی نقیض بالفعل مذکور ہو جیسے ہمارا یہ کہنا کہ "یہ اگر جسم ہے تو متحیز ہے" لیکن وہ جسم ہے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ متحیز ہے اور یہی بعینہٖ قیاس یعنی مقدمہ میں مذکور ہے اور نقیض کی مثال یہ کہ وہ متحیز نہیں تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ جسم نہیں اور اس کی نقیض کہ وہ جسم ہے مقدمہ میں مذکور ہے (تعریفات جرجانی ص ۱۵۹)

www.alahazratnetwork.org

سیدی جمل اللیل عن السندی کلاھما عن صالح العمری باسانیدہ الامامین الجلیلین بسندھما الی سیدنا ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ای الناس اکرم، فقال اکرمھم عند اللہ اتقٰھم[1]

مساوی ہے انھوں نے روایت کی جمال سے وہ روایت کرتے ہیں سندی سے اور میرے اوپر دو درجہ عالی سند سے اس حدیث کو مجھ سے روایت کیا سیدی جمل اللیل نے وہ روایت کرتے ہیں سندی سے دونوں نے روایت کی صالح عمری سے ان امامین جلیلین (بخاری ومسلم) کی اسانید کے ساتھ ان دونوں اماموں نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال ہوا، لوگوں میں سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب لوگوں سے بڑھ کر عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اقول انظر الی اٰثار رحمۃ اللہ کیف یوضح المحجۃ ولا یدع لاحد حجۃ انما سئل المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بان ای الناس اکرم ای من الموصوف بہ لا ان الاکرم ماھو بای نعت یزھو فاجاب بالاٰیۃ الکریمۃ فلولا ان الاتقی ھو الموضوع لما طابق الجواب

اقول (میں کہتا ہوں) اللہ تبارک وتعالٰی کی رحمت کے آثار دیکھو راستہ کو کس طرح واضح کرتا ہے یہ کسی کے لئے حجت نہیں چھوڑتا مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تو یوں سوال ہوا تھا کہ کون سا شخص سب سے زیادہ عزت والا ہے یعنی اس وصف سے کون موصوف ہے۔ یہ سوال نہ ہوا تھا کہ "اکرم کی ماہیت کیا ہے" "اکرم" (سب سے زیادہ عزت والا) اور کون سے وصف پر ناز کرتا ہے، تو سرکار نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ یوسف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۷۹
[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل یوسف علیہ السلام " " " ۲/ ۲۶۸

www.alahazratnetwork.org

السوال وعلیك بتزکیة الخیال ومن تمام نعمة اللہ تعالٰی ان فسر الشراح الحدیث بما یعیّن المراد و یقطع کل وھم یراد۔

آیۂ کریمہ سے جواب دیا تو اگر بات یہ نہ ہوتی کہ اتقی (سب سے بڑا پرہیزگار) ہی موضوع ہے تو جواب سوال کے مطابق نہ ہوتا اس پر خیال کا تزکیہ ہے، اور اللہ تبارک وتعالٰی کی نعمت کی تمامی سے یہ ہے کہ حدیث کے شارحین نے اس کی تفسیر اس جملہ سے کردی جو مراد کو متعین کردیتا ہے اور وہم کا قاطع ہے۔

قال العلامة المناوی "اکرم الناس اتقٰھم لان اصل الکرم کثرة الخیر فلما کان المتقی کثیر الخیر فی الدنیا ولہ الدرجات العلٰی فی الاٰخرة کان اعم الناس کرما فھو اتقٰھم[1] انتھی۔

اس میں علامہ مناوی کا ارشاد ہے: اکرم الناس اتقاھم (سب لوگوں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے) اس لئے کہ کرم اصل میں کثرتِ خیر ہے، تو جب متقی دنیا میں خیرِ کثیر والا ہے اور آخرت میں اس کے درجے بلند ہوں گے، تو سب سے زیادہ کرم والا وہی ہے جو سب سے زیادہ تقوٰی والا، انتہی۔

انظر این ذھبت شبھتك الواھیة فھل تری لھا من باقیة، و منھا ما انبانا المولٰی عبد الرحمٰن عن الشریف محمد بن عبد اللہ کما مضٰی عن علی بن یحیٰی الزیادی عن الشھاب احمد بن محمد الرملی عن الامام ابی الخیر السخاوی عن

دیکھو تمہارا واہی شبہہ کہاں گیا، اب اس کا کچھ نشان دیکھتے ہو۔ اور از انجملہ وہ حدیث ہے جس کی ہمیں خبر دی مولٰی عبد الرحمٰن نے، انھوں نے روایت کی سید محمد بن عبد اللہ سے، جیسا کہ گزرا، اور وہ روایت کرتے ہیں علی بن یحیٰی زیادی سے، وہ روایت کرتے ہیں شہاب احمد بن محمد رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام ابوالخیر سخاوی سے، وہ روایت کرتے ہیں

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اکرم الناس اتقاھم مکتبۃ الامام الشافعی ۱/۲۰۳

www.alahazratnetwork.org

العز عبدالرحیم بن فرات عن الصلاح بن ابی عمر عن الفخر بن البخاری عن فضل اللہ ابی سعید التوقانی عن الامام محی السنۃ البغوی انا ابوبکر بن ابی الھیثم انا عبداللہ بن احمد بن حمویۃ انا ابراھیم بن خزیم ثنا عبداللہ بن حمید انا الضحاک بن مخلد عن موسٰی بن عبیدۃ عن عبداللہ بن دینار عن ابن عمر ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طاف یوم الفتح علی راحلتہ یستلم الارکان بمحجتہ فلما خرج لم یجد مناخا فنزل علی ایدی الرجال ثم قام فخطبھم فحمد اللہ واثنی علیہ، وقال الحمد للہ الذی اذھب عنکم غبیۃ الجاھلیۃ وتکبرھا بآبائھا انما الناس رجلان برتقی کریم علی اللہ وفاجر شقی ھین علی اللہ ثم تلا "یاایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثٰی" ثم قال اقول قولی ھذا واستغفر اللہ

عن عبدالرحیم بن فرات سے، وہ روایت کرتے ہیں صلاح بن ابی عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں فخر ابن بخاری سے، وہ روایت کرتے ہیں فضل اللہ ابوسعید توقانی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام ابی السنہ بغوی سے، وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابوبکر ابن ابی ہیثم نے عبداللہ ابن احمد ابن حمویہ سے، وہ فرماتے ہیں ہمیں خبر دی ابراہیم ابن خزیم نے، ہم سے حدیث بیان کی عبداللہ ابن حمید نے، ہمیں خبر دی ضحاک ابن مخلد نے، وہ روایت کرتے ہیں اسکو موسٰی ابن عبیدہ سے، وہ روایت کرتے ہیں عبداللہ بن دینار سے، وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عمر سے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر طواف کیا، ارکانِ کعبہ کا بوسہ اپنے عصائے مبارک سے لیتے تھے، تو جب باہر تشریف لائے تو سواری کو ٹھہرانے کی جگہ نہ پائی تو لوگوں میں سواری سے اُتر گئے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور اللہ تبارک وتعالٰی کی حمد وثنا کی اور فرمایا: اللہ کے لئے حمد جس نے تم سے جاہلیت کا گھمنڈ اور آبا و اجداد کا غرور دور کیا ——— لوگوں میں دو قسم کے مرد ہیں، ایک نیک متقی اللہ کے یہاں عزت والا، دوسرا بدکار بدبخت، اللہ کی بارگاہ میں ذلیل۔ پھر یہ آیت پڑھی: "اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا"، پھر فرمایا: "میں یہ بات کہتا ہوں اور اللہ سے اپنے

www.alahazratnetwork.org

لی ولکم[1]

اقول انظر کیف قسم المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخلق الٰی قسمین برتقی ووصفھم بالکرم وفاجر شقی ووصفھم بالھوان وھذا صریح فیما قلنا۔

ومنھا ما اخرج ابن النجار والرافعی عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من دعائہ: "اللھم اغننی بالعلم وزینی بالحلم واکرمنی بالتقوٰی وجملنی بالعافیۃ[2]۔" قال المناوی اکرمنی بالتقوٰی لاکون من اکرم الناس علیک ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[3] اھ

اقول والوجہ حذف

لئے اور تمہارے لئے مغفرت چاہتا ہوں۔

اقول دیکھو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مخلوق کو دو قسم کیا ایک نیک پرہیزگار، اور ان کو عزت سے موصوف کیا۔ اور دوسرے بدکار، بدبخت، اور انھیں ذلیل بتایا۔ اور یہ ہمارے دعوٰی کی صریح دلیل ہے۔

ان احادیث میں سے ایک وہ ہے جس کی تخریج ابن نجار اور رافعی نے کی سیدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی دعا کے یہ کلمات مروی ہیں: "اے اللہ! مجھے علم کے ساتھ غنا، حلم کے ساتھ زینت، تقوٰی کے ساتھ اکرام اور عافیت کے ساتھ جمال عطا فرما۔" مناوی نے (دعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے) کہا: "مجھے تقوٰی کے ساتھ اکرام عطا فرما تاکہ میں تیرے یہاں سب سے زیادہ عزت پانے والے لوگوں میں سے ہوجاؤں (بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے) اھ

میں کہتا ہوں صحیح یہ ہے کہ لفظ مِن

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیہ ۴۹/ ۱۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۱۹۶

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار حدیث ۳۶۶۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۸۵ و ۲۰۲

الجامع الصغیر " ۱۵۳۲ دار الکتب العلمیۃ " ۱/ ۹۶

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اللھم اغننی بالعلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۲۱

www.alahazratnetwork.org

من وکانہ اراد ما ترید الامۃ عند الدعاء بہ تاسیا بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

کو حذف کیا جائے۔ گویا اس کی مراد وہ ہے جس کا ارادہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پیروی میں دُعا کرتے ہوئے اُمت کرتی ہے۔

ومنہا ما اورد الزمخشری فی الکشاف[1] ثم الامام النسفی فی المدارک عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سرہ ان یکون اکرم الناس فلیتق اللہ[2] اھ۔ وھذا ابین و اجلی۔

منجملہ ان حدیثوں میں سے یہ حدیث ہے جسے زمخشری نے کشاف میں پھر امام نسفی نے مدارک میں نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ذکر کیا فرمایا: جس کی یہ خوشی ہو کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ عزت والا ہو تو اللہ تعالٰی سے ڈرے۔ اور یہ ظاہر تر ہے

واقول خامسًا العلماء ما فہموا من الاٰیۃ الا مدح المتقین ولم یزالوا محتجین بہا علٰی فضیلۃ التقوٰی واھلہا فلو کان الامر کما زعمتم لاندحض ھذہ التمسکات بحذافیرھا اذ لما کان المعنٰی ان کل کریم متق وھو لا یستلزم ان کل متق کریم فای مدح فیہ للمتقین وبم ذا یفضلون علی الباقین الا تری ان کل کریم انسان وحیوان وجسمان

اقول خامسا علمائے اس آیت سے متقی لوگوں کی تعریف ہی سمجھی اور اس آیت سے تقوٰی اور اہلِ تقوٰی کی فضیلت پر دلیل لاتے رہے، تو اگر معاملہ یوں ہوتا جیسا کہ تمہارا گمان ہے تو یہ تمام استدلال سرے سے باطل ہو جاتے اس لئے کہ جب معنٰی یہ ٹھہرے کہ ہر کریم متقی ہے اور یہ اس کو مستلزم نہیں کہ ہر متقی کریم ہو تو اس میں پرہیزگاروں کے لئے کون سی تعریف ہے اور پرہیزگار دوسروں سے کس وصف سے برتر ہوں گے کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر کریم انسان، حیوان

---

[1] الکشاف تحت الآیۃ ۴۹/۱۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/۳۷۵

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) " " " ۴/۱۷۳

www.alahazratnetwork.org

ولا یکون بھذا کل فرد من ھٰؤلاء محمودا فی الدین۔

اور جسم ہے اور اس کے ساتھ ان تینوں میں سے ہر فرد محمود نہیں ہوتا۔

فان قلت ان التقوی وصف خاص بالکرماء فلھذا استحق الثناء بخلاف ما ذکرتم من الاوصاف۔

فان قلت (تو اگر تم کہو کہ) بے شک تقوٰی کریموں کے ساتھ خاص ہے لہذا یہ وصف تعریف کا مستحق ہے بخلاف ان اوصاف کے جو آپ نے ذکر کئے۔

قلت الاٰن اتیت الی ابیت فان التقوٰی اذا اختص بھم و لم یوجد فی غیرھم وجب ان یکون کل متق کریمًا وفیہ المقصود قال المولی الفاضل الناصح محمد افندی الرومی البرکلی فی الطریقۃ المحمدیۃ بعد ما سرد الاٰیات فی فضیلۃ التقوٰی فتأمل فیما کتبنا من الاٰیات الکریمۃ کیف کان المتقی عند اللہ تعالٰی اکرم[1] انتھی۔

قلت (میں کہوں گا) اب تم اسی بات پر آگئے جس کا تم نے انکار کیا تھا اس لئے کہ تقوٰی جب کریموں کے ساتھ خاص ہے دوسروں میں نہیں پایا جاتا تو ضروری ہے کہ ہر متقی کریم ہو اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ مولٰی فاضل ناصح محمد آفندی رومی برکلی طریقۂ محمدیہ میں تقوٰی کی فضیلت میں آیات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں تو ان آیاتِ کریمہ میں غور کرو جو ہم نے لکھیں کیونکہ متقی اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ کریم ٹھہرا۔

قال المولی الشارح العارف باللہ سیدی عبد الغنی النابلسی فی شرحھا الحدیقۃ الندیۃ اشارۃ الی الاٰیۃ الاولٰی من قولہ تعالٰی "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم[2] انتھی۔

کتاب مذکور کے شارح مولا عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی اس کی شرح حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں مصنف کا اشارہ پہلی آیت یعنی اللہ تعالٰی کے قول "ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم" کی طرف ہے۔

واقول سادسا الی یا موفق تحقیق بالقبول احق اخرج

واقول سادسا اے توفیق والے میری طرف آ، یہ ایک تحقیق ہے جو قبول کی

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثانی الفصل الثالث مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/۱۲۹

[2] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ " " " مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۴۱۰

www.alahazratnetwork.org

الامام احمد والحاکم والبیھقی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرم المرء دینہ و مروتہ عقلہ وحسبہ خلقہ[1]" واخرج ابن ابی الدنیا فی کتاب الیقین عن یحیٰی بن ابی کثیر مرسلا ینمیہ الی المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "الکرم التقوٰی والشرف التواضع[2]" واخرج الترمذی محمد بن علی الحکیم عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما یرفعہ الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "الحیاء زینۃ والتقی کرم[3]" انظر الی الاحادیث ما احلاھا و افصحھا واحلٰھا واملحھا انظر الٰی قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مروتہ

سزاوار ہے، امام احمد، حاکم اور بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی انھوں نے نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا: "آدمی کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کا حسب اس کا خلق۔" اور ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں یحیٰی بن ابی کثیر سے بسندِ مرسل روایت کیا درآنحالیکہ اس حدیث کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے کہ فرمایا: "کرم، تقوٰی ہے اور شرف تواضع ہے"۔ اور ترمذی محمد ابن علی الحکیم نے جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا درانحالیکہ اس کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف مرفوع کرتے تھے کہ فرمایا: "حیاء زینت ہے اور تقوٰی کرم ہے"۔ احادیث کو دیکھو کس قدر روشن اور کتنی فصیح ہیں اور کیسی شیریں اور کیسی ملیح ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ قول کہ آدمی کی مروت اس

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۳۶۵
المستدرک للحاکم کتاب العلم کرم المومن دینہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۱۲۳
" " کتاب النکاح الحسب والمال والکرم الخ " " ۲/ ۱۶۳
السنن الکبرٰی " " باب اعتبار الیسار فی الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/ ۱۳۶
" " کتاب الشہادات باب بیان مکارم الاخلاق الخ " " " ۱۰/ ۱۹۵

[2] کتاب الیقین من رسائل ابن ابی الدنیا حدیث ۲۲ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۱/ ۲۸

[3] نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الاصل السادس والخمسون والمائۃ دار صادر بیروت ص ۲۰۰

www.alahazratnetwork.org

عقله فانما وصف العقل بالمروة لا المروة بالعقل وكذا قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم "حسبه خلقه والشرف التواضع" فانما حكم على الخلق بانه الحسب وعلى التواضع بانه الشرف حسما لمايدعيه المدعون من ان المال هو الشرف، ولذا ان قال قائل ان الحسب خلق والمروة عقل والشرف تواضع لم يقبل قوله منه، وان عكس قبل فهكذا فى الفقرتين اعنى قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم الكرم التقوٰى وكرم المرء دينه۔

کی عقل ہے۔ دیکھو تو معلوم ہوگا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عقل ہی کو مروت سے موصوف کیا اور اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول "آدمی کا حسب اس کا خُلق ہے اور شرف تواضع ہے" تو اس لئے کہ خُلق پر حکم لگایا کہ وہ حسب ہے اور تواضع پر حکم فرمایا کہ وہی شرف ہے مدعیوں کے دعوے کو رَد کرنے کے لئے کہ مال ہی شرف ہے اسی لئے کہ اگر کوئی یُوں کہے کہ بے شک حسب خُلق ہے اور مروت عقل ہے اور شرف تواضع ہے تو اس کا قول مقبول نہ ہوگا اور اگر اس کا عکس کر دے تو قبول کیا جائے گا تو اسی طرح دونوں حدیثوں میں اپنے بعد فقروں سے ملے ہُوئے فقروں میں یعنی حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول کرم تقوٰی ہے اور آدمی کی عزت اس کا دین ہے (یعنی ان جملوں کا عکس مقبول نہ ہوگا)۔

وانا اعطيك ضابطة لهذا كلما رأيت فى امثال[عہ] هذا المقام اسمين معرفين باللام محمولا احدهما على الاٰخر فان صح ان يحمل الاٰخر على الاول مجردا عن اللام فاعلم انه يجوز ان يكون محمولاً فى تلك القضية ايضًا والا لا نظيره قول الشاعر ؎

اور میں تم کو اس کے لئے ایک ضابطہ دیتا ہوں جب کبھی تم ایسے مقامات میں دو اسم معرف باللام دیکھو کہ ان میں کا ایک دوسرے پر محمول ہوتا ہے تو اگر دوسرے کا پہلے کے لئے محمول بننا بغیر لام کے صحیح ہو تو جان لو کہ وہ اس قضیے میں بھی محمول ہو سکتا ہے ورنہ نہیں، اسکی نظیر شاعر کا شعر ہے: ؎

عہ اشار به الى انك تقول الخ (المصنف)

www.alahazratnetwork.org

بنونا بنو ابنائنا و بنو
بناتنا ابناء الرجال

فانك ان قلت احفادنا ابناء لنا صدقت
وان قلت ابنائنا احفاد لنا كذبت
فكان بنونا هو المحكوم به والسر
فی ذلك ان المحمول يجوز تنكيره
ابدا و افادة القصر علی تسليمه[عہ]
كليا امر زائد علی نفس الحكم
والموضوع لا ينكر تنكيرا محضا فلذلك
لا يقال الكرم تقوی او الكرم دين
وانما تقول بالتعريف لان الآخر
هو الموضوع حقيقة لاجل هذا
ان عكست و نكرت صح
اما رايت ان النبی
صلی الله تعالی عليه وسلم
لما قدم التقوی فی حديث الحكيم نكر الكرم
ولما عكس فی الحديث الآخر عرف
التقوی، اللهم لك الحمد
علی تواتر الآئك و
لا اخالك يا هذا مغمورا
فی غيابات الغباوت
بحيث يعسر عليك الانتباه
لما فی تلك الاحاديث

"یعنی ہمارے بیٹے ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور ہماری بیٹیوں کے بیٹے اور مردوں کے بیٹے ہیں"۔ اس لئے کہ اگر تم یوں کہو کہ ہمارے پوتے ہمارے بیٹے ہیں تو یہ صادق ہوگا، اور اگر یوں کہو کہ ہمارے بیٹے ہمارے پوتے ہیں تو یہ کاذب ہوگا تو شعر میں "بنونا" ہی محکوم بہ ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ ہمیشہ محمول کو نکرہ لانا جائز ہے اور افادۂ قصر اگر اس کو امر کلی تسلیم کرلیں نفس حکم پر ایک زائد بات ہے اور موضوع کبھی نکرہ محضہ نہیں لایا جاتا ہے تو اس لئے یوں نہ کہا جائے گا کہ الکرم تقوی یا الکرم دین یعنی جبکہ جملے کا جزء ثانی مبتدا ٹھہرائیں تو اسکو نکرہ لانا جائز نہیں بلکہ تم یہ جملہ دوسرے جزء کی تعریف کے ساتھ بولو گے اس لئے کہ حقیقت میں دوسرا جزء ہی موضوع ہے اسی وجہ سے اگر اس جملے کا عکس کردو اور پہلے جزء کو نکرہ کردو تو صحیح ہوگا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ نبی صلے اللہ تعالے علیہ وسلم نے جب تقوی کو مقدم کیا حکیم ترمذی کی گزشتہ حدیث میں تو "کرم" کو نکرہ لائے، اور دوسری حدیث میں جب اس کا عکس کیا تو "تقوی" کو معرفہ لائے۔ الٰہی! تیری پیہم نعمتوں پر تیرے لئے حمد اے شخص میں گمان نہیں کرتا کہ تو کم فہمی کی اندھیریوں

عہ اشارہ الی انہ مع اشتہارہ فی کثیر من الناس الخ (المصنف)

www.alahazratnetwork.org

التی جاءت مرۃ بتقدیم الکرم واخری بتصدیر التقوی من لمعات بوارق یکاد سناھا یخطف ابصار الشبہات ولا سیما حدیث الترمذی مع ما تقرر فی الاصول ان اللام ان لاعہد فللاستغراق بل الجنس ایضا مفید اذ حکمہ لا بد وان یستوی فیہ الافراد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

میں ایسا بھٹکا ہو کہ تیرے اوپر ان چمکتی تجلیوں سے تنبیہ ہونا دشوار ہو جن کی روشنی لگتا ہے کہ شبہات کی آنکھوں کو اچک لے گی جو ان احادیث میں ہیں جن میں کبھی کرم کو مقدم فرمایا اور کبھی تقوٰی کو صدر کلام میں لائے بالخصوص حدیث ترمذی باوجودیکہ اصول میں مقرر ہو چکا کہ لام جبکہ عہد کے لئے نہ ہو تو استغراق کے لئے ہوگا بلکہ جنس بھی مفید استغراق ہے اس لئے کہ ضروری ہے کہ جنس کے حکم میں سب افراد برابر ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

واقول سابعًا ان قیل لک اکرم الناس اتقاھم ثم من دونہ فی التقوٰی وھکذا یأتی ینزل تدریجًا لاجرم ان تسلمہ وتقول ھذا لاریب فیہ لکنک لم تدر ان قد انصرفت عما اقترفت وقد اعترفت بما انحرفت، قل لی ماذا محصل قولک ان اکرم الناس یوصف اولًا بانہ اتقی وثانیًا بانہ قلیل التقوٰی وثالثًا بانہ اقل، ھل ھذا الا کلام مجنون تفوہ بلفظ فی الجنون وما درٰی وما عقل وھذہ الشناعۃ

اقول سابعًا اگر تم سے کہا جائے کہ سب لوگوں سے زیادہ باعزت سب سے زیادہ پرہیزگار ہے پھر جو تقوٰی میں اس سے کم ہے اور اسی طرح سے تدریجًا کم سے کم تر کی طرف نازل ہو، لامحالہ تم اس کو تسلیم کرو گے اور کہو گے کہ اس میں کوئی شک نہیں لیکن تم نے نہیں سمجھا کہ تم اس سے پھر گئے جس کا تم نے ارتکاب کیا تھا اور انحراف کا اعتراف کر لیا مجھے بتاؤ تمہارے اس قول کا حاصل کیا ہے کہ اکرم الناس اولًا اتقی سے موصوف ہوتا ہے (سب سے زیادہ پرہیزگار) اور ثانیًا قلیل التقوٰی کے ساتھ اور ثالثًا اس سے بھی اقل کے ساتھ (یعنی اس صورت میں جبکہ جزء ثانی یعنی اتقی کو محمول مانیں کیا یہ ایسے مجنون کا کلام نہیں جو جنون میں لفظ

www.alahazratnetwork.org

تکدر علیك زعمك العجیب فی کل ما جاء علی الترتیب وھو کثیر فی الاحادیث، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "احب الاعمال الی اللہ الصلوٰۃ لوقتھا ثم بر الوالدین ثم الجھاد فی سبیل اللہ" اخرجہ الائمۃ احمد[1] والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فالمعنٰی علٰی زعمك ان احب الاعمال یوصف اولاً بانہ صلوٰۃ ثم یمکث فیصیر برا ثم یلبث فیعود جھاداً وھذا من اعجب ما سمع السامعون۔

بولتا ہے اور سمجھتا نہیں ورنہ اسے خبر ہوتی اور یہ شناعت تمہارے زعم عجیب میں ان تمام احادیث کو مکدر کردے گی جن میں ترتیب کے ساتھ اعمال کی فضیلت بیان ہوئی اور یہ مضمون احادیث میں بہت ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا "اللہ کو سب کاموں سے زیادہ پیاری نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے، پھر ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک، پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔" اس حدیث کو روایت کیا احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تو تمہارے زعم پر معنٰی یہ ہوگا کہ سب سے زیادہ محبوب کام پہلے صلوٰۃ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے پھر کچھ دیر ٹھہر کر حسنِ سلوک بن جاتا ہے پھر کچھ دیر ٹھہر کر جہاد ہوتا ہے اور یہ سب سے زیادہ عجیب باتوں میں سے ہے جو سننے والوں نے سنی۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷۶
〃 〃 کتاب الجہاد باب فضل الجہاد 〃 〃 〃 ۱/۳۹۰
〃 〃 کتاب الادب باب قولہ تعالٰی ووصینا الانسان بوالدیہ 〃 〃 ۲/۸۸۲
صحیح مسلم کتاب الایمان باب کون الایمان باللہ افضل الاعمال 〃 〃 〃 ۱/۶۲
مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۱۰ و ۴۱۸، ۴۲۱ و ۴۳۹ و ۴۴۴ و ۴۴۸ و ۴۵۱
جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل امین کمپنی دہلی ۱/۲۴
〃 〃 ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی بر الوالدین 〃 امین کمپنی دہلی ۲/۳
سنن النسائی کتاب المواقیت فضل الصلوٰۃ لمواقیتھا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۰۱
سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب المحافظۃ علی الصلوات آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۱

www.alahazratnetwork.org

تذئیل ایاك وان تظن ان تقدیم الخبر فی امثال ھذا المقام قلیل فی فصیح الکلام حتی یعد تاویلا للمرام بل ھو شائع متکثر بل ھو الاکثر الاوفر، ولو سردنا لك من الاحادیث الواردۃ علی ھذا المنوال لنافت علی مئات ومیتی بالاملال، ثم منھا ما فی نفس الحدیث دلیل علی ما نرید کتقدیم الصفات وتاخیر الذوات وغیر ذٰلك ومنھا ما شرح الشارحون بعکس الترتیب من دون حاجۃ الی ما ھنا لك فعلم انہ طریق شائع، کثیرا ما یجری الکلام علیہ وتتبادر الافھام الیہ بلا احتیاج الی صوارف ولا توقف علی موقف ولولا انا علی حذر من الاطناب لاریناك منھا العجب العجاب لکن لا باس ان تذکر طرفا من احادیث اکثرھا من القسم الثانی لانھا اوضح فی المقصود وضوحا جمیلا و نقدم علیھا حدیثا ذکر فیہ المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مقدمتین فاستنتج منھا العلماء کمثل صنیعنا فی الاٰیتین

تذئیل خبردار یہ گمان نہ کرنا کہ ایسے مقامات میں خبر کو مقدم رکھنا کلام فصیح میں نادر ہے یہاں تک کہ مقصود کے لئے تاویل کرنا ٹھہرے بلکہ وہ بکثرت شائع ہے بلکہ یہی اکثر و اوفر ہے اور اگر ہم تم سے ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کریں جو اس طریقے پر وارد ہوئیں تو گنتی میں تو سیکڑوں سے زیادہ ہوں گی اور تم مجھے اکتا دینے پر تہمت لگاؤ گے پھر ان میں سے وہ بھی ہے جو نفس حدیث میں ہمارے مدعا کی دلیل ہے جیسے صفات کو مقدم کرنا اور ذوات کو مؤخر کرنا اور اس کے علاوہ ان میں شارحین حدیث کا حدیث کی شرح میں ترتیب الٹ دینا بلاضرورت، تو اس سے معلوم ہوا کہ خبر کو مقدم کرنا شائع ہے اور بسا اوقات کلام اس ڈھنگ پر چلتا ہے اور قرائن صارفہ کی حاجت کے بغیر لوگوں کی فہم اس کی طرف سبقت کرتی ہے اور کسی بتانے والے پر موقوف نہیں ہوتی اور اگر ہمیں تطویل کا ڈر نہ ہو تو ہم تمہیں ان احادیث کا عجیب و غریب نمونہ دکھاتے لیکن اس میں حرج نہیں کہ ہم ان احادیث کا ایک حصہ ذکر کریں جن میں اکثر قسم ثانی کے قبیل سے ہیں اس لئے کہ وہ مقصود میں خوب واضح ہیں اور ہم پہلے ایک حدیث ذکر کریں جس میں مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو مقدمے ذکر کئے تو اس سے علمائے نتیجہ نکالا جس طرح دونوں آیتوں میں

www.alahazratnetwork.org

لیکون ھذا اشد تنکیلا، انبأنا حسین الفاطمی عن عابد بن احمد عن صالح الفاروقی عن سلیمان الدرعی عن محمد الشریف، عن الشمس العلقمی عن الامام السیوطی عن احمد بن عبد القادر بن طریف انا ابو اسحاق التنوخی انا ابو الحجاج یوسف بن الزکی المزی انا الفخر بن البخاری سماعًا بسماعه عن ابی حفص عمر بن طبرزد انا ابو الفتح عبد الملک ابن قاسم الکروخی، انا القاضی ابو عامر محمود بن القاسم الازدی و ابو بکر احمد بن عبد الصمد الغورجی انا ابو محمد عبد الجبار الجراحی المروزی انا ابو العباس محمد بن احمد بن المحبوب المحبوبی المروزی، انا الترمذی ثنا محمد بن یحیٰی نا محمد بن یوسف نا سفیٰن عن ھشام بن عروۃ، عن ابیه عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خیرکم خیرکم لاھله

ہم نے کیا تاکہ قید سخت ہو۔ ہم سے حدیث بیان کی حسین فاطمی نے، وہ روایت کرتے ہیں عابد بن احمد سے، وہ روایت کرتے ہیں صالح فاروقی سے، وہ روایت کرتے ہیں سلیمان بن درعی سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد شریف سے، وہ روایت کرتے ہیں شمس علقمی سے، وہ روایت کرتے ہیں امام سیوطی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن عبد القادر ابن طریف سے، ہمیں خبر دی ابو اسحٰق تنوخی نے، ہمیں خبر دی ابو الحجاج یوسف ابن زکی مزی نے، ہمیں خبر دی فخر الدین ابن بخاری نے سماعًا ابو حفص عمر بن طبرزد سے سن کر، ہمیں خبر دی ابو الفتح عبد الملک ابن قاسم کروخی نے، ہمیں خبر دی قاضی ابو عامر محمود ابن قاسم ازدی اور ابو بکر احمد بن عبد الصمد غورجی نے، ہمیں خبر دی ابو محمد عبد الجبار جراحی مروزی نے، ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن احمد بن المحبوب المحبوبی المروزی نے، ہمیں خبر دی ترمذی نے، حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن یحیٰی نے، حدیث بیان کی ہم سے محمد بن یوسف نے، حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے، انھوں نے روایت کی ہشام ابن عروہ سے، انھوں نے روایت کی اپنے باپ سے، انھوں نے روایت کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے، انھوں نے کہا فرمایا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

www.alahazratnetwork.org

وانا خیرکم لاھلی واذا مات صاحبکم فدعوہ۔ ھذا حدیث حسن صحیح[1]۔

نے: "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے بہتر ہو اور میں اپنی بیوی کے لئے تم سب سے بہتر ہوں جب تمہارا کوئی ساتھی مرجائے تو اسے چھوڑ دو" (یعنی اس کا ذکر برائی سے نہ کرو) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

قلت ومروی ایضا عند ابن ماجۃ[2] من حدیث ابن عباس وعند الطبرانی فی معجمہ[3] الکبیر عن معٰویۃ بن ابی سفیٰن رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین قال الامام العلامۃ الشارح عبد الرؤف المناوی فی التیسیر شرح الجامع الصغیر للامام المولی جلال الحق والدین السیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فانا خیرکم مطلقا وکان احسن الناس عشرۃ لھم[4] انتہی۔

قلت (میں کہوں گا) یہ حدیث ابن ماجہ کے یہاں منجملہ حدیث ابن عباس سے مروی ہے اور طبرانی کے یہاں ان کے معجم کبیر میں معاویہ ابن ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے امام علامہ عبدالرؤف مناوی نے تیسیر شرح جامع صغیر مصنفہ امام مولٰی جلال الحق والدین سیوطی رحمہما اللہ تعالٰی میں فرمایا: "تو میں مطلقاً تم سب سے بہتر ہوں" اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اپنے اہل کے ساتھ سب سے بہتر سلوک فرماتے تھے۔"

اقول یاھذا ان ابدیت فرقاً بین ھذا القیاس والقیاس

اقول (میں کہتا ہوں) اے شخص اگر تو اس قیاس میں اور اُس قیاس میں جس کی صحت کا

---

[1] جامع الترمذی ابواب المناقب باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۲۹
موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۱۳۱۲ المکتبۃ السلفیہ ص ۳۱۸
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۸۵۳ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۷۰
الجامع الصغیر حدیث ۴۱۰۰ " " ۲/ ۲۴۹

[2] سنن ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النساء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۸۵۳ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/ ۳۶۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیرکم لاھلہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۳۳

www.alahazratnetwork.org

الذی تنکر صحتہ لشکرك المفضلۃ ابدا ما کانوا ولکن ھیھات ھیھات انی لك ذٰلك اخرج احمد والشیخان عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم : خیر نساء رکبن الابل صالح نساء قریش۔[1]

تو منکر ہے فرق نمایاں کردے تو تفضیلیہ عمر بھر تیرے شکرگزار ہوں گے لیکن ہیہات ہیہات تجھ سے کیونکر ایسا ممکن ہے۔ امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ سے راوی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی کہ فرمایا: اونٹوں پر سوار ہونے والی عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں۔

قال الفاضل الشارح فالمحکوم لہ بالخیریۃ الصالحۃ منھن لا علی العموم اھ انظر کیف جعل الخیر محکوما بہ اخرج احمد والترمذی والحاکم باسناد صحیح عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الاصحاب عند اللہ خیرھم لصاحبہ وخیر الجیران عند اللہ خیرھم لجارہ۔[2] قال الفاضل الشارح فکل

فاضل شارح نے فرمایا تو جن کے لئے سب سے بہتر ہونے کا حکم فرمایا گیا وہ قریشی عورتوں میں نیک عورتیں ہیں اور یہ حکم اپنے عموم پر نہیں دیکھو کس طرح شارح نے خیر کو محکوم بہ قرار دیا۔ امام احمد، ترمذی اور حاکم بسندِ صحیح حضرت عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اصحاب میں سب سے بہتر اللہ کے نزدیک وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے سب سے بہتر ہو اور ہمسایوں میں اللہ کے نزدیک سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۷۵ و ۳۹۳
صحیح البخاری کتاب النکاح باب الی من ینکح واتی النساء خیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۶۰
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل نساء قریش " " " ۲/ ۳۰۸

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث خیر نساء رکبن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵۳۲

[3] مسند امام احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۸
المستدرک للحاکم کتاب المناسک خیر الاصحاب عند اللہ الخ دار الفکر " ۱/ ۴۴۳
الجامع الترمذی ابواب البر والصلۃ باب ما جاء فی حق الجوار امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶

www.alahazratnetwork.org

من کان اکثر خیرًا لصاحبہ و جارہ فہو افضل عند اللہ و العکس بالعکس[1] اھ ، اخرج احمد وابن حبان والبیہقی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ باسناد صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر الذکر الخفی[2]، قال الفاضل الشارح ای ما اخفاہ الذاکر وسترہ عن الناس فہو افضل من الجہر[3] اھ ، اخرج الطبرانی عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الصدقۃ سر الی فقیر[4]. قال الفاضل الشارح قال تعالٰی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فہو خیر لکم[5] اھ۔

ہمسایوں کے لئے سب سے بہتر ہو۔ فاضل شارح نے کہا تو ہر وہ شخص جو اپنے ساتھی اور پڑوسی کے لئے کثیر الخیر ہو وہ اللہ کے نزدیک افضل ہے اور اس کے برعکس ہو تو حکم برعکس ہے انتہی۔ امام احمد، ابن حبان اور بیہقی نے سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ صحیح روایت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ سرکار نے فرمایا: "سب سے بہتر ذکر ذکرِ خفی ہے۔" فاضل شارح نے کہا یعنی وہ ذکر جسے ذاکر خفیہ رکھے اور لوگوں سے چھپائے وہ ذکرِ جہر سے افضل ہے انتہی۔ طبرانی، ابن ماجہ، ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا: "سب سے بہتر صدقہ وہ ہے جو خفیہ طور پر فقیر کو دیا جائے۔" فاضل شارح نے کہا اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فہو خیر لکم، انتہی۔

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الاصحاب الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۲۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۷۲
موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۲۳۲۳ المکتبۃ السلفیہ ص ۵۷۷
شعب الایمان حدیث ۵۵۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۴۰۷

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث خیر الذکر مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۵۲۶
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۷۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/۲۵۹
الجامع الصغیر " ۱۲۷۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۸۰

[4] شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث افضل الصدقۃ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۱۸۵

www.alahazratnetwork.org

اقول انظر فقد اخرت الاٰیۃ وقدم الحدیث۔ اخرج احمد والحاکم عن رجل من الصحابۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان افضل الضحایا اغلاھا واسمنھا[1] قال الفاضل الشارح فالاسمن افضل من العدد[2] اھ۔

اقول دیکھو آیت کریمہ نے خیر کو (جو موضوع ہے) موخر کیا اور حدیث نے اس کو مقدم کیا۔ امام احمد اور حاکم نے کسی صحابی سے دریافت کیا وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا: "قربانی کے جانوروں میں سب سے بہتر سب سے قیمتی سب سے فربہ ہے۔" فاضل شارح نے کہا تو جو سب سے فربہ ہے وہ عدد سے افضل ہے اھ۔

اخرج احمد والطبرانی فی الکبیر عن ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل الاعمال الایمان باللہ ثم الجہاد ثم حجۃ برۃ تفضل سائر العمل[3]

امام احمد اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا: "سب سے بہتر عمل اللہ پر ایمان رکھنا ہے پھر جہاد، پھر حج مقبول تمام اعمال سے افضل ہے۔"

اقول انظر الی ھذہ الکلمۃ الاٰخرۃ صدر بالافضل ثم اخرہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس کلمہ میں دیکھو، پہلے افضل کو مقدم کیا پھر اس کو موخر لائے۔

اخرج ابوالحسن القزوینی فی امالیہ الحدیثیۃ عن ابی امامۃ

ابوالحسن قزوینی اپنے امالی حدیثیہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث جد ابی الاشد السلمی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۲۴
المستدرک کتاب الاضاحی باب افضل الضحایا الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۷۳۱

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ان افضل الضحایا مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث ماعز رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت
المعجم الکبیر حدیث ۸۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/

www.alahazratnetwork.org

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم "ان اشد الناس تصدیقاً للناس اصدقھم حدیثا وان اشد الناس تکذیباً اکذبھم حدیثا"[1]۔ قال الفاضل الشارح فالصدوق یحمل کلام غیرہ علی الصدق لاعتقادہ قبح الکذب والکذوب یتھم کل مخبر بالکذب لکونہ شانہ[2]، اھ۔

وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں "سب سے زیادہ لوگوں کی تصدیق کرنے والا وہ ہے جس کی بات سب سے زیادہ سچی اور لوگوں کو سب سے زیادہ جھوٹا بتانے والا وہ ہے جو اپنی بات میں سب سے بڑا جھوٹا ہو۔" فاضل شارح نے فرمایا وہ سچا دوسرے کے کلام کو سچائی پر محمول کرتا ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ کو برا جانتا ہے اور جھوٹا ہر مخبر کو جھوٹ کی تہمت لگاتا ہے اس لئے کہ جھوٹ بولنا اس کا کام ہے اھ۔

اخرج احمد فی کتاب الزھد عن سلمان الفارسی واقفاً علیہ و ابن لال وابن النجار عن ابی ھریرۃ والسجزی فی الابانۃ عن ابن ابی اوفی رافعین الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکثر الناس ذنوباً یوم القیٰمۃ اکثرھم کلاماً فیما لایعنیہ[3]۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت سلمان فارسی سے حدیث موقوف روایت کی اور ابن لال اور ابن نجار نے ابوہریرہ سے اور سجزی نے ابانہ میں ابن ابی اوفی سے ان سب نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کیا کہ فرمایا "سب لوگوں سے زیادہ قیامت کے دن اس کے گناہ ہونگے جو سب سے زیادہ لایعنی باتیں کرے۔"

قال الفاضل الشارح "لان

فاضل شارح نے فرمایا اس لئے کہ

---

[1] کنز العمال حدیث نمبر ۶۸۵۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۳۴۴
الجامع الصغیر " ۲۲۰۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۳۴

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اشد الناس تصدیقا مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۳۱۱

[3] الجامع الصغیر بحوالہ ابن لال وابن نجار حدیث ۱۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۸۶
کتاب الزہد ۸۱۱ دار الکتاب العربی " ص ۲۱۹

www.alahazratnetwork.org

من کثر کلامه کثر سقطه فتکثر ذنوبه من حیث لا یشعر[1]" اھ۔

جس کا کلام کثیر ہوگا تو اس میں مہمل خلافِ شرع باتیں زیادہ ہوں گی تو اس کے گناہ بڑھیں گے اور اس کو شعور نہ ہوگا اھ۔

اخرج البخاری فی التاریخ والترمذی وابن حبان بسند صحیح عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اولی الناس بی یوم القیٰمۃ اکثرھم علیّ صلوٰۃ[2]۔

امام بخاری تاریخ میں اور ترمذی اور ابن حبان بہ سندِ صحیح حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا "قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ مجھ سے قریب وہ ہوگا جو سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا۔

قال الفاضل الشارح "ای اقربھم منی فی القیٰمۃ و احقھم بشفاعتی اکثرھم علیّ صلاۃ فی الدنیا لان کثرۃ الصلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تدل علی صدق المحبۃ وکمال الوصلۃ فتکون منازلھم فی الاٰخرۃ منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحسب تفاوتھم فی ذٰلک[3]۔ اھ۔

فاضل شارح نے فرمایا یعنی قیامت میں سب سے مجھ سے زیادہ قریب اور سب سے زیادہ میری شفاعت کا حقدار وہ شخص ہوگا جو دنیا میں مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کی کثرت سچی محبت پر اور کمال ربط پر دلالت کرتی ہے، تو لوگوں کے مدارج حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قرب میں اس امر میں لوگوں کے تفاوت کے حساب سے ہوں گے۔ا

اقول انظر شرح اولاً لفظ الحدیث

اقول دیکھو پہلے لفظ حدیث کی شرح

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اکثر الناس ذنوبا یوم القیٰمۃ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۲۰۰

[2] جامع الترمذی ابواب الوتر باب ماجاء فی فضل الصلوٰۃ علی النبی امین کمپنی دہلی ۱/۶۴

الجامع الصغیر حدیث ۲۲۴۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۳۶

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان اولی الناس بی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۱۶

www.alahazratnetwork.org

ثم علل بما لا یستقیم الا علی جعل الاولیٰ محکوماً بہ، وابین من ھذا ان العلماء المحدثین افاض اللہ علینا من برکاتھم استدلوا بھذا الحدیث علیٰ فضل اھل الحدیث، وانھم اولی الناس برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لانھم اکثر الناس صلوٰۃ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یذکرون حدیثا الا ویصلون فیہ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عشراً او خمساً او مرتین او مرۃ لا اقل کما ھو معلوم مشاھد والحمد للہ۔

ارایتک ھذا الاستدلال الیس علیٰ طبق احتجاجنا بالاٰیتین حذو ابحذو وسواء بسواء، ثم من تمام نعمۃ اللہ ان جاء حدیث عند البیھقی برجال ثقات عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "اکثروا من الصلوٰۃ علی فی کل یوم جمعۃ فان صلوٰۃ امتی تعرض علیّ فی کل یوم جمعۃ فمن کان اکثرھم علی

کی پھر علت وہ بیان کی جو اسی صورت میں ٹھیک بیٹھتی ہے جبکہ حدیث میں (وارد) لفظ اولیٰ کو محکوم بہ ٹھہرائیں اور اس سے روشن تر یہ ہے کہ علماء محدثین نے (اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اوپر ان کی برکتیں برسائے) اس حدیث سے علمائے حدیث کی فضیلت پر استدلال کیا، اور اس پر دلیل پکڑی کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قریب ہیں اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ جب کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر دس مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا دو مرتبہ یا کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھتے ہیں جیسا کہ معلوم ہے اور اس کا مشاہدہ ہے، والحمد للہ۔

مجھے بتاؤ کیا یہ استدلال ان دونوں آیتوں سے ہمارے استدلال کے بالکل مطابق نہیں، پھر اللہ تبارک وتعالےٰ کی تمامی نعمت سے یہ ہے کہ ایک حدیث بیہقی میں ثقہ راویوں کی روایت سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے آئی انھوں نے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ فرمایا کہ ہر جمعہ کے دن بکثرت درود بھیجو اس لئے کہ تمھارا درود ہر جمعہ کے دن میرے اوپر پیش ہوتا ہے تو سب سے زیادہ جو میرے اوپر درود بھیجے گا وہ درجے

www.alahazratnetwork.org

صلوٰۃ کان اقربھم منی منزلۃ[1]
فعلم انہ لایبالی فی امثال المقام
بتقدیم ولاتاخیر لعدم الالتباس
والسر فیہ ما القینا علیک ان
ھذہ احکام شرعیۃ لایطلع علیھا
الا باطلاع الشارع فھی التی تلیق
ان تجعل محمولات، ولاتسبق
الاذھان الا الی ذلک مقدمۃ
جاءت اومؤخرۃ وھذا کلہ واضح
جلی کاد ان یقال بدیھی واولی
لایسوغ انکارہ الا لجاھل خرف
اومتجاھل متعسف، ونخشی ان
یعد اکثارنا ھذا من اقامۃ
الدلائل علیہ شبیھا بالعبث عند
العلماء لان اذانھم ممتلئۃ بالوف
الاف من امثال تلک المحاورات، وھم
العارفون باسالیب الکلام ومجاری
البیان فی مناھج المرام، فحاشاھم
ان یتعسر علیھم تمییز محمول من
(ھھنا سقط ظاھر ولعل العبارۃ
ھکذا ان یخطر ببالھم) یحط ببالھم
نحو ھذہ الخدشات لکنی اتنصل الیھم
وعذری ان شاء اللہ تعالٰی واضح لدیھم

میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب ہوگا۔ تو
معلوم ہوا کہ ایسے مقامات میں تقدیم و تاخیر
کی پرواہ نہیں کی جاتی اس لئے کہ اشتباہ
نہیں ہوتا اور اس میں سر وہی ہے جو ہم نے
بتایا۔ تو یہ احکامِ شرعیہ ہیں جن پر بغیر شارع
کے بتائے اطلاع نہیں ہوتی۔ تو یہی اس کے
لائق ہیں کہ محمول بنائے جائیں، اور اذہان کی
سبقت انھیں کی طرف ہوتی ہے خواہ مقدم
آئیں یا مؤخر، اور یہ سب واضح و روشن ہے۔
قریب ہے کہ اس کو بدیہی و اولٰی کہا جائے
اس کا انکار جاہلِ بے خرد یا جاہل بننے والے
معاند کے سوا کسی کو نہ بن پڑے گا اور ہم کو ڈر
ہے کہ ہمارا اس پر بکثرت دلائل قائم کرنا علماء کے
نزدیک عبث کے مشابہ قرار دیا جائے اس
لئے کہ ان کے کان اسی قسم کے ہزاروں محاورات
سے بھرے پڑے ہیں اور وہ کلام کے اسالیب
سے اور مقصود کے طریقوں میں بیان کی
راہوں سے آگاہ ہیں، تو وہ اس سے منزہ ہیں
کہ انھیں محمول کی تمیز موضوع سے دشوار ہو اور یہ انکے
ذہن میں ایسے خدشات جگہ پائیں لیکن میں
ان کی طرف معذرت کرتا ہوں اور میرا عذر
ان کے نزدیک ظاہر ہے اس لئے کہ میری
مثال اور ان لوگوں کی مثال جو میری نہیں مانتے

---

[1] السنن الکبرٰی کتاب الجمعۃ باب مایؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ الخ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ۳/ ۲۴۹

www.alahazratnetwork.org

فانما مثلی ومثل الذین لاینقادون لی کجمال شردت عن صاحبہا فہو یقصد اسرہا ویقتفی اثرہا لاتعلو شرفا و لاتہبط وادیا الا اتبعہا۔

ان اونٹوں کی سی ہے جو اپنے مالک کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوں تو ان کا مالک ان کو پکڑنے کا قصد کرے اور ان کے پیچھے پیچھے چلے وہ کسی بلندی پر نہ چڑھیں اور نہ کسی گھاٹی میں اتریں مگر یہ کہ وہ ان کا پیچھا کرتا ہو۔

تکمیل: ومن ھٰہنا بان لک ان ما قالت النحاۃ من وجوب تقدیم المبتداء علی الخبر اذا کانا معرفتین او متساویین امرا کثری لاکلی وانما المعنی علی اللبس واذ لیس فلیس، بذٰلک صرح الشراح و لا یغرنک اطلاق المتون فانہا ربما تمشی علی الاطلاق فی مقام التقیید فی علم الفقہ فکیف بغیرہ من الفنون۔

تکمیل: یہاں سے تمھیں ظاہر ہوگیا کہ نحویوں نے جو یہ کہا کہ مبتدا کو خبر پر مقدم کرنا ضروری ہے جب دونوں معرفہ ہوں یا تنکیر و تعریف میں دونوں برابر ہوں یہ اکثری قاعدہ ہے کلی قاعدہ نہیں اور معنی یہی ہے کہ مبتدا کی تقدیم ایسی صورت میں اس وقت واجب ہے جبکہ التباس کا اندیشہ ہو اور جب التباس کا اندیشہ نہ ہو تو واجب نہیں، شارحین نے اس کی تصریح کی تو ہرگز تمھیں متون کا اس مسئلہ کو مطلق کرنا دھوکا میں نہ ڈالے اس لئے کہ متون تو بسا اوقات اطلاق کی راہ پر چلتے ہیں مسئلہ کو مقید رکھنے کے مقام میں علم فقہ میں تو تمھارا کیا گمان ہے فقہ کے سوا دوسرے فنون میں۔

انبانا مفتی الحرم عن ابن عمر عن الزبیدی عن یوسف المزجاجی عن ابیہ محمد بن علاء الدین عن حسن العجیمی عن العلامۃ خیر الدین الرملی عن ابی عبداللہ محمد بن عبد اللہ الغزی التمرتاشی مصنف تنویر الابصار قال فی منح الغفار ان العجب من اصحاب المتون

ہمیں خبر دی مفتیِ حرم نے، وہ روایت کرتے ہیں ابن عمر سے، وہ روایت کرتے ہیں زبیدی سے، وہ روایت کرتے ہیں یوسف مزجاجی سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد بن علاء الدین سے، وہ روایت کرتے ہیں حسن عجیمی سے، وہ روایت کرتے ہیں خیر الدین رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی مصنف تنویر الابصار سے، انھوں نے منح الغفار میں فرمایا اصحابِ متون سے تعجب ہے اس لئے کہ وہ اپنے

www.alahazratnetwork.org

فانهم یترکون فی متونهم قیودا لابد منها وهی موضوعة لنقل المذهب فیظن من یقف علی مسائله الاطلاق فیجری الحکم علی اطلاقه وهو مقید فیرتکب الخطاء فی کثیر من الاحکام فی الافتاء والقضاء[1] انتهی۔

متون میں ضروری قیدیں چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ متون نقل مذہب کے لئے وضع کئے گئے ہیں کہ جو متن کے مسائل سے واقف ہوتا ہے وہ حکم کو مطلق گمان کرتا ہے تو اس حکم کو اس کے اطلاق پر جاری کرتا ہے حالانکہ وہ مقید ہوتا ہے تو وہ خطا کر جاتا ہے فتوٰی اور قضا کے دوران بہت سارے احکام میں انتہی

انبانا السراج بالسند المذکور الی العلامة الغزی عن العلامة زین بن نجیم المصری قال فی البحر الرائق قصدهم بذلک ان لایدعی علمهم الا من زاحمهم علیه بالرکب ولیعلم انه لایحصل الا بکثرة المراجعة وتتبع عباراتهم و الاخذ عن الاشیاخ[2] انتهی۔

ہمیں خبر دی سراج نے علامہ غزی تک اسی سند مذکور سے، انھوں نے روایت کیا علامہ زین ابن نجیم مصری سے، انھوں نے بحر الرائق میں فرمایا کہ اس طریقے سے ان کا قصد یہ ہے کہ ان کے علم کا دعوٰی وہی کرے جو زانوؤں سے ان کا مزاحم ہو اور تاکہ معلوم ہو کہ یہ علم کثرتِ مراجعت اور فقہاء کی عبارات کی تلاش اور مشائخ فن سے حاصل کئے بغیر حاصل نہیں ہوتا، انتہی۔

اقول وقد واللہ رأینا تصدیق هذا فی کثیر من ابناء الزمان ممن تصدر بالدعوی و تصدی للفتوی، وما عنده ما یرد عن الطغوی فمنهم من افتی بتوریث المنکوحة بالنکاح الفاسد و آخر ببطلان تزویج الام الصغیرة من دون حضرة العم

اقول (میں کہتا ہوں) اور بے شک بخدا میں نے اس کی تصدیق آج کل کے ان لوگوں میں وُہ پائی جو زبانی دعوٰی سے خود صدر بن بیٹھے اور فتوٰی دینے کے درپے ہوئے حالانکہ ان کے پاس وہ علم نہیں جو انھیں حد سے گزر جانے سے باز رکھے ان میں کچھ وہ ہیں جنھوں نے نکاحِ فاسد سے بیاہی گئی عورت کے وارث ہونے کا فتوٰی دیا تو ان میں سے کسی دوسرے نے یہ فتوٰی دیا کہ چچا کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی کیفیة القسمة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۳۵

[2] ردالمحتار بحوالہ البحر الرائق کتاب الصلوٰة باب صفة الصلوٰة " " " ۱/ ۳۰۳

www.alahazratnetwork.org

مع انہ متوقف لا باطل، وآخر باعطاء المسمّی من نکحت فی عدۃ اختہا۔ وآخر بتحریم بیع ھذہ القراطیس الافرنجیۃ المقدرۃ بقدر معلوم من الدراھم بما یزید علی ھذا المقدار او ینقص ظنا منہ انہ ربٰو مع عدم الاتحاد جنسا ولا قدرًا، وآخر بتجویز اخذ الربٰو من کفار الھند زعما منہ انہا دار الحرب مع عدم الانقطاع عن دار الاسلام من کل جانب وشیوع بعض الشعائر الاسلامیۃ قطعًا، وآخر بحل ما قطع من حیوان حی اخذا من قول الھدایۃ و ما ابین من الحی "وان کان میتا فمیتہ حلال"[1] حتی انتھت ریاسۃ الفتوٰی و انتمت السیادۃ الکبرٰی الی من اباح بنت الاخ رضاعًا وتقدمہ مجتھد اٰخر فجوز نکاح العمۃ النسبیۃ فالی اللہ المشتکی من فساد الزمان ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وسیعلم ھذا من جرب

غیر موجودگی میں ماں کو صغیرہ (نابالغہ) کا عقد کر دینا باطل ہے حالانکہ یہ متوقف ہے نہ کہ باطل ہے، اور کسی دوسرے نے فتوٰی دیا کہ اس عورت کو جو اپنی بہن کی عدت میں شادی کرے مہر مسمّٰی دیا جائے گا، اور دوسرے نے ان افرنگی کاغذوں کو جن پر روپوں کی ایک معین مقدار سے زائد یا کم پر بیچنے کو حرام ہونے کا فتوٰی دیا اپنی طرف سے اس گمان کی بنا پر کہ یہ تبادلہ سود ہے حالانکہ نہ جنس میں اتحاد ہے نہ مقدار میں۔ اور ایک اور نے فتوٰی دیا کہ ہندی کافروں سے سود لینا جائز ہے اس زعم پر کہ ہندوستان دار الحرب ہے، حالانکہ یہ ملک دار الاسلام ہے ہر جانب سے کٹا ہوا نہیں اور بعض اسلامی شعار یقیناً جاری ہیں۔ اور ایک نے فتوٰی دیا کہ زندہ جانور کا جو عضو کاٹ لیا جائے حلال ہے، ہدایہ کی اس عبارت سے "اور اگر مردہ ہو تو اس کا مردار حلال ہے" اس مسئلہ کو اخذ کیا یہاں تک کہ ریاست اسی فتوٰی تک پہنچی اور سیادتِ کبرٰی اس سے منسوب ہوئی جس نے رضاعی بھائی کی لڑکی سے نکاح حلال ٹھہرایا۔ اور ایک دوسرا مجتہد اس سے آگے بڑھا تو اس نے حقیقی پھوپھی کا نکاح جائز ٹھہرا دیا تو فسادِ زمانہ کی شکایت اللہ ہی سے ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، تو عنقریب اس کو وہ جان لے گا جو میرے جیسے تجربہ کرے گا

---

[1] الھدایۃ کتاب الذبائح فصل فیما یحل اکلہ وما لا یحل مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۴۴۱

www.alahazratnetwork.org

مثل تجربتی، اسأل اللہ تطہیر جنانی و تقویم لسانی وتسدید بنانی فیہ اعتصامی وعلیہ تکلانی، اٰمین!

تسجیل: ولعلك تقول لقد كشفت النقاب ورفعت الحجاب فبين لی ما النكتة فی تقديم الخبر وانما حقه ان يوخر، قلت نعم فيه نكت بديعة منها ان المحكوم به لما كان خفيا والمحكوم عليه مدركا جليا اشبه الاول بالمعرف والاٰخر بالتعريف فاستحسن تقديمه ليكون الاخير كالتعريف له، ومنها تشويق السامع لان النفوس متطلعة الی علم ما لا تعلم فاذا سمعت بما هو خفی لديها ورجت ان يذكر بعده ما يظهره عليها توجهت للاستماع ونفرغت للاطلاع فكان الكلام اوقع وامكن والنفس اليه اميل واسكن، ومنها ان الاعمال لا تقصد فی الشرع لذواتها بل لما يترتب عليها

اللہ سے میں اپنے قلب کی پاکی اور زبان کی درستگی اور ہاتھ کی صلاح طلب کرتا ہوں تو اسی سے میری حفاظت ہے اور اسی پر میرا بھروسا ہے۔ یا الٰہی! قبول فرما۔

تسجیل: اور شاید تم کہو بیشک تم نے نقاب اٹھا دیا اور حجاب کو دُور کر دیا تو مجھ سے بیان کرو کہ خبر کو مقدم کرنے میں کیا نکتہ ہے حالانکہ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو موخر رکھا جائے۔ میں کہوں گا ہاں اس میں بدیع نکتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ محکوم بہ (خبر) جبکہ پوشیدہ ہو اور محکوم علیہ (مبتدا) ادراک میں ظاہر ہو تو پہلا (خبر) معرّف کے مشابہ ہوگا اور دوسرا (مبتدا) تعریف کے مشابہ ہوگا لہذا اس کو مقدم کرنا مستحسن ہے تاکہ لفظ اخیر اس کیلئے تعریف کے مانند ہو جائے اور انھیں نکتوں میں سے سُننے والوں کو شوق دلانا ہے اس لئے کہ نفوس انجانی بات کو جاننے کے لئے ہمکتے ہیں تو جب کسی ایسی چیز کو سنیں گے جو ان کے نزدیک پوشیدہ ہے اور امید رکھیں گے کہ اس کے بعد وہ ذکر کیا جائے جو ان پر ظاہر ہے۔ تو سننے کے لئے متوجہ ہوں گے اور جاننے کے لئے فارغ ہونگے تو اس صورت میں کلام زیادہ دلنشیں اور راسخ ہوگا اور نفس کو اس کی طرف زیادہ میلان اور سکون ہوگا اور ان میں سے یہ ہے کہ شریعت میں اعمال اپنی ذات کے لئے مقصود نہیں ہوتے

www.alahazratnetwork.org

من ثمراتها فضلا من المولی سبحٰنہ وتعالٰی، فکانت الثمرات ھی المقاصد وحق المقاصد ان تقدم الی غیر ذلک مما لا یخفی علی اولی الالباب، وفیما ذکرنا ما یغنی عن الاطناب والحمد للہ رب العٰلمین ھذا کلہ مما جانی الملک الجواد تبارک وتعالٰی، فقد بان لک صدقی فی قولی ان ھذا الزاعم لاخبرۃ لہ بمناھج الکلام فی النصوص ولا باسباب النزول فی ھذا الخصوص ولا بالتفسیر المرفوع الی الجناب الرفیع و لا بتصریح القادۃ فی کلامھم البدیع ولا بشئ مما خلا والحمد للہ جل وعلا۔

بلکہ ان ثمرات کے لئے مقصود ہوتے ہیں جو ان پر مرتب ہوتے ہیں اللہ تبارک وتعالٰی کے فضل سے لہذا وہ ثمرات ہی مقاصد ہیں اور مقاصد کا حق یہ ہے کہ ان کو مقدم کیا جائے، اس کے علاوہ اس میں اور بھی نکتے ہیں جو عقل والوں پر پوشیدہ نہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا ان میں تطویل سے بے نیازی ہے، یہ سب ان عنایتوں سے ہے جو اللہ تبارک وتعالٰی نے مجھے عطا کی، اب تمھیں میری سچائی ظاہر ہوگئی میری اس بات میں کہ اس زعم والے شخص کو نصوص میں کلام کے طریقوں کی خبر نہیں نہ ان نصوص میں اسباب نزول کو جانتا ہے اور نہ جناب رفیع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی تفسیر مرفوع سے خبر ہے اور نہ رہنمایانِ شریعت کی ان کے کلام بلیغ میں تصریحات کی واقفیت ہے اور نہ ان چیزوں سے جن کا ذکر گزرا اس کے پاس کچھ نہیں، والحمد للہ جل وعلا۔

من وجوہ الجواب عن ھذا الارتیاب اقول بتوفیق الوھاب لئن جئنا علی المماکسۃ والاستقصاء لما ترکنا کم ان تزعموا ان الاٰیۃ لا تقتضی باکرمیۃ الاتقی وان سلمنا الموضوع

اس شبہہ کے جواب میں دوسری وجہ، میں اللہ وہاب کی توفیق سے کہتا ہوں اگر ہم اس بحث کا دائرہ بند کرنے پر اور حد تک پہنچانے پر آجائیں تو ہم تم کو نہ چھوڑیں کہ تم یہ کہو کہ آیت التقی کی فضیلت کا تقاضا نہیں کرتی اگرچہ ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ آیت میں اکرم ہی

www.alahazratnetwork.org

هو الاکرم و ذٰلك لان اتقٰكم و اکرمكم لا یصدقان بل لا یصلحان لان یصدقا الا علی واحد ولا یجوز تعددهما بمعنی الصدق مرة علی هذا و اخری علی ذاك فاذا ثبت اتحادهما فی الوجود کما هو مقتضی الحمل وجب التعاکس اذ لما اتحد مصداقهما وقد علمنا بطلان التعدد کانا کعلمین لجزئی واحد، لك ان تجعل ایهما شئت مرآة لملاحظة وایهما شئت محمولاً علیه و له نظائر جمة تقول افضل الانبیاء اولهم خلقا و اکرم الرسل اٰخرهم بعثاً، و احسن الجنٰت اقربها الی العرش، و اعظم شجرة فی الجنة طوبٰی، ومنتهی جبریل سدرة المنتهٰی، و افضل الصلوات الصلٰوة الوسطی، و ابوك ابوه، و امك امه، و اول من دخل اٰخر من خرج، و اقل الاعداد اول الاعداد، والشمس النیر الاعظم، و اعلی

موضوع ہے یہ اس وجہ سے کہ اتقاکم اور اکرمکم صادق نہیں آتے بلکہ ان میں صلاحیت ہی نہیں اس کی کہ وہ ایک ذات واحد پر صادق آئیں تو ان دونوں کا تعدد جائز نہیں بایں معنی کہ کبھی اس پر صادق ہوں اور کبھی اس پر صادق ہوں، کہ جب ان کا وجود میں اتحاد ثابت ہوگیا تو دونوں کا باہم عکس ضروری ہوا اس لئے کہ جب دونوں کا مصداق ایک ہے اور ہم نے تعدد کا باطل ہونا جان لیا تو یہ دونوں ایک ذات واحد کے دو علم کی مثال ہوئے تمھیں اختیار ہے کہ جن کو چاہو ذات کے لئے مرآۃِ ملاحظہ بناؤ اور جن کو چاہو محمول علیہ بناؤ اور اس کی بہت ساری مثالیں ہیں، تم کہتے ہو سب نبیوں سے افضل وہ ہیں جو سب سے پہلے مخلوق ہوئے اور سب رسولوں سے اکرم وہ ہیں جو سب کے بعد مبعوث ہوئے اور سب جنتوں سے بہتر وہ جنت ہے جو سب سے زیادہ عرش سے قریب ہے۔ اور جنت میں سب سے بڑا پیڑ طوبٰی ہے، اور جبریل کا منتہٰی سدرۃ المنتہٰی ہے۔ اور سب نمازوں سے بہتر بیچ کی نماز (عصر) ہے اور تمھارا باپ اس کا باپ ہے اور تمھاری ماں اس کی ماں ہے۔ اور سب سے پہلے داخل ہونے والا سب کے بعد نکلنے والا ہے، اور عدد میں سب سے کمتر پہلا عدد ہے۔ اور سورج نیرِ اعظم ہے

www.alahazratnetwork.org

الافلاك اكبرها حجما ، واخص الكليات اقلها افرادًا وفلك جوزهر فلك القمر وسيارة لا تدور لها ذكاء المتحيرة السوداء زحل، والخانس الكانس الاحمر مريخ الى غير ذلك مما لا يعد ولا يحصى ومحال ان تبدى مثالا يحمل فيه افعل مضافا على افضل مضافا الى اضيف اليه الاول مع جريانهما على معناهما الحقيقى ثم لا يصح العكس ، فاذا صدقت القضية بالنظر الى الواقع كفانا هذا الانتظام القياس و استنتاج المدعى، والسر فى ذلك ان الموجبات انما تنعكس الى ما لا يصلح لكبروية الاول لجواز عموم المحمول واذا كان هناك مفهومان ليس لكل منهما الا مصداق واحد بحسب ظرف الخارج او الذهن ايضًا بطل عمومهما بحسب ذلك الظرف (فلا يجوز ان يكون احدهما اعم من الاخر بمعنى شموله له ولغيره فى ذلك الظرف) فلم يبق باعتباره الا التساوى) او التباين ولا ثالث لهما، فان صدقت الحملية القائلة ان هذا ذاك

اور سب سے اونچا فلک حجم میں سب سے بڑا ہے اور خاص ترکلی سب سے کم افراد والی ہے اور فلک جوزہر فلک قمر ہے۔ اور وہ سیارہ جس میں گولائی نہیں وہ سورج ہے اور سیارہ سیاہ متحیرہ زحل ہے اور سیدھے چل کر اُلٹے پھرنے والا اور غائب ہوجانیوالا سرخ سیارہ مریخ ہے۔ اس کے علاوہ بہت ساری مثالیں جن کی گنتی اور شمار نہیں، اور محال ہے کہ تم ایسی مثال ظاہر کرو جس میں افعل التفضیل مضاف ہو کر دوسرے افضل التفضیل پر محمول ہو درانحالیکہ وہ اس کی طرف مضاف ہو جس کی طرف پہلا مضاف ہوا ہے اور اسی کے ساتھ دونوں اپنے معنی حقیقی پر جاری ہوں پھر ان دونوں کا عکس صحیح نہیں۔ تو جب قضیہ نظر بنفس الامر صادق ہے تو ہمیں نظم قیاس اور مدعا کا نتیجہ حاصل کرنے کے لئے یہی کافی ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ موجبہ قضیے کا عکس وہ آتا ہے جو شکل اول کے کبریٰ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ محمول کے عموم کا احتمال ہے اور جبکہ دو مفہوم وہاں ایسے ہوں کہ جن میں سے ہر ایک کے مصداق کا اعتبار اس کے محل خارجی کے اعتبار سے ایک ہو یا ذہن میں بھی متحد ہو تو ان دونوں کے مفہوم کا عموم باعتبار اس محل کے باطل ہے تو اس کے اعتبار سے نہ رہی مگر تساوی یا تباین اور ان دونوں کا ثالث نہیں تو اگر قضیہ حملیہ جس میں یہ دعوٰی ہو کہ بیشک یہ شخص وہی ہے تو ضروری ہے کہ یہ قضیہ

www.alahazratnetwork.org

وجب صدق القائلة ان ذاك هذا والا لجاز السلب فيتباينان فتبطل الاولى هف فاذا بلغنا مثلاً عن رجل قولان احدهما قوله لعمرو زيد ابوك والاٰخر قوله ابی ابوك امكن لنا ان نعمل من قوليه شكلاً ينتج ان زيدا ابی لانه اذا صدق قوله ابی ابوك لزم صدق ابوك ابی و الا لتعدد ابواهما فبطل الاول و اذا صدقت هذه انتظم الشكل بان زيدا ابوك و ابوك ابی فزيد ابی، و افعل التفضيل مضافاً الٰی جماعة اذا كان باقياً علٰی معناه الحقيقی المتبادر منه شانه هذا اذ لا يكون الفرد الاكمل من جماعة الا واحدا ولن يصدقن ابدا قضيتان قائلتان بان هذا اكملهم و ذٰلك اكملهم معاً وهذا ظاهر جدا بل شان هذا انور من شان الشمس واخواتها فان العقل

حملیہ صادق آئے کہ وہ شخص یہی ہے ورنہ اس کا سلب جائز ہوگا تو آپس میں دونوں متباین ہونگے تو پہلا قضیہ باطل ہوجائیگا اور یہ خلاف مفروض ہے لہذا اگر ہمیں ایک شخص سے دو باتیں پہنچیں ان میں سے ایک اس کا قول عمرو سے مخاطب ہوکر کہ زید تیرا باپ ہے اور دوسرا اس کا قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے تو ہمیں ممکن ہے کہ ہم اسکے دونوں قول سے ایک شکل بنائیں تو یہ نتیجہ دیں کہ زید میرا باپ ہے اس لئے کہ جب اس کا یہ قول کہ میرا باپ تیرا باپ ہے صادق ہے تو لازم ہے کہ یہ قول صادق ہو کہ تیرا باپ میرا باپ ہے ورنہ ان دونوں کے باپ متعدد ہوں گے تو پہلا قول باطل ہوجائے گا اور جب یہ قضیہ صادق ہے تو شکل اسی طور پر بنے گی کہ زید تیرا باپ ہے اور تیرا باپ میرا باپ ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ زید میرا باپ ہے۔ اور افعل التفضیل جو ایک جماعت کی طرف مضاف ہو جب وہ اپنے اس معنیٰ حقیقی پر باقی ہو جو اس سے متبادر ہوتے ہیں تو اس کی شان یہی ہوتی ہے اس لئے کہ کسی جماعت سے فرد اکمل ایک ہوگا اور ہرگز کبھی ایسے دو قضیے صادق نہ آئیں گے جو یہ دعوٰی کرتے ہوں کہ یہ شخص ساری جماعت سے اکمل ہے اور وہ شخص ساری جماعت سے افضل ہے، اور یہ سب ظاہر ہے بلکہ اس کا معاملہ سورج اور اس کے امثال کے ظہور سے روشن تر ہے اس لئے کہ عقل

www.alahazratnetwork.org

یجیز صدقہا علٰی افراد کثیرۃ ثبیرۃ واذا وجد لہا فی الخارج فرد لم یستبعد وجود اٰخر بخلاف افعلہم فانما یقبل الاشتراک علٰی سبیل البدلیۃ و اذا صدق فی الخارج علی فرد احال العقل صدقہ علی اٰخر منحازاً عنہ کدأب اسماء الاشارۃ سواء بسواء فصدق العکس ھٰھنا ابین واجلی، واما قول اھل المیزان لا تنعکس الموجبۃ الاجزئیۃ معناہ ان کلما جعلت موضوع موجبۃ کلیۃ محمولاً ومحمولہا موضوعاً واتیت بسور الکلیۃ کانت القضیۃ کاذبۃ فان الواقع یکذبہ بل المعنی عدم الاطراد، وھم لا اقتصر نظرھم علی الکلیات لا یعتدون الا بالمطرد المضبوط الذی لا یتخلف فی مادۃ من المواد، وعدم الاطراد لا یستلزم اطراد العدم، ولا اقول انہ عکس منطقی، ولا انہا تلزم القضیۃ لزوماً عاماً لکنہا تلزم فی امثال المقام لا شک فتصدق القضیۃ بالنظر الی الواقع

شمس وغیرہ کے مفہومات کا صادق آنا بہت سارے افراد پر جائز جانتی ہے اور جب ان مفہومات کا خارج میں کوئی فرد پایا جائے تو عقل دوسرے فرد کے وجود کو بعید نہیں جانتی بخلاف اَفْعَلُہُمْ کہ یہ تو اشتراک کو بر سبیل بدلیت قبول کرتا ہے اور جب خارج میں کسی فرد پر اس کا مصداق پایا جائے تو عقل محال جانتی ہے کہ افعل التفضیل کا مصداق دوسرے پر صادق آئے جو اس سے منفرد ہو اس کا معاملہ اسمائے اشارہ کے مانند برابر برابر ہے تو یہاں پر عکس کا صادق ہونا روشن تر اور ظاہر تر ہے۔ رہا منطق والوں کا یہ قول کہ موجبہ کا عکس نہیں ہوتا مگر جزئیہ اس کا معنٰی یہ ہے کہ جب کبھی تم موجبہ کلیہ کے موضوع کو محمول بناؤ اور اس کے محمول کو موضوع بناؤ اور اس پر کلیہ کا سور لاؤ تو قضیہ کاذب ہوگا اس لئے کہ واقعہ اس بات کو جھٹلاتا ہے بلکہ معنٰی یہ ہے کہ یہ مطرد نہیں اور منطقیوں کی نظر چونکہ کلیات تک محدود ہوتی ہے تو وہ اعتبار نہیں کرتے مگر اس مفہوم کا جو مطرد و مضبوط ہو مواد میں سے کسی مادہ میں جس کا حکم متخلف نہ ہو اور عدمِ اطراد اطرادِ عدم کو مستلزم نہیں ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ یہ عکس منطقی ہے، نہ یہ دعوٰی کرتا ہوں کہ یہ قضیہ کو عام طور پر لازم ہے لیکن اس مقام کے امثال میں بلاشبہہ عکس لازم ہوتا ہے تو قضیہ منعکسہ واقعہ پر نظر کرتے ہوئے

www.alahazratnetwork.org

سمّاھا المیزانیون عکسًا اوّلاً وھذا القدر یکفی لانتظام الشکل فان صادقتین مستجمعتین للشرائط لاتنتجان الا صادقۃ و لا یلزم اثبات الصدق علی انھا عکس منطقی لقضیۃ صادقۃ وانکار ھذا من اخنی المکابرات۔ ثم ھذا العکس لم یرشدنا الیہ الا الاٰیۃ الکریمۃ اذھی التی دلتنا علی اتحادھما فی الوجود فاذا کان ھذا فی مفھومین لاتعدد لمصداق شئ منھما کان ارشادًا الی التعاکس قطعًا، کنما اذا سمعت رجلاً یقول ابی زید جاز لک ان تقول کان الرجل یقول زید ابی لان زیدًا لایتعدد وابو الرجل لایتعدد فاذا کان ابوہ زیدا کان زید اباہ کذا ھذا من دون شک ولا اشتباہ والحمد للہ علی نعمائہ وعلیک بتسکین الھواجس یا فلسفیاہ۔

صادق ہے اہلِ منطق نے اس کا نام عکسِ اول رکھا ہے اور اتنی مقدار انتظام شکل کے لئے کافی ہے اس لئے کہ دو قضایا صادقہ جو شرائط کے جامع ہوں ایک قضیہ صادق ہی کا نتیجہ دیں گے اور صدق کا ثابت کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ قضیہ صادقہ عکس منطقی ہو اور اس کا انکار نہایت بے شرمی کے مکابرات میں سے ہے۔ پھر اس عکس کی طرف آیت کریمہ نے ہی رہنمائی کی اس لئے کہ اسی نے ہم کو یہ دکھایا کہ دونوں قضیے وجوب میں متحد ہیں تو جب یہ حال ایسے دو مفہوموں میں ہے کہ ان میں سے کسی شے کا مصداق متعدد نہیں تو یہ یقیناً دونوں قضیے کے باہم منعکس ہونے کی طرف رہنمائی ہے جیسے کہ تم جب کسی شخص کو کہتے سنو کہ میرا باپ زید ہے تو تمہیں جائز ہے کہ تم کہو گویا کہ یہ شخص یوں کہہ رہا ہے کہ زید میرا باپ ہے اس لئے کہ زید متعدد نہیں اور اس شخص کے باپ متعدد نہیں، تو جب اس کا باپ زید ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زید اس شخص کا باپ ہے، اسی طور پر بلاشک وشبہہ یہ آیت ہے اور اللہ کے لئے اس کی نعمتوں پر حمد، اور اے فلسفی! تجھے لازم ہے کہ وساوس کو ساکن رکھ۔

الثالث من وجوہ الجواب اقول وربی ھادی الصواب اخترنا عن ھذا کلّہ و سلمنا ان مفاد الاٰیۃ الاولٰی قولنا

وجوہِ جواب میں سے تیسری وجہ، میں کہتا ہوں اور میرا رب راہِ صواب دکھانے والا ہے ہم نے اس سب کو اختیار کیا اور مان لیا۔ آیت اولیٰ کا مفاد ہمارا یہ قول ہے کہ

www.alahazratnetwork.org

کل اکرم اتقی وینعکس بعکس النقیض الی قولنا "من لیس باتقی لیس باکرم" وقد اثبتنا فیما اسلفنا عرش التحقیق علی ان المراد بالاتقی فی الاٰیۃ الثانیۃ اعنی قولہ تعالٰی "وسیجنبہا الاتقی"[1] اتقی الصحابۃ جمیعًا فوجب ان لایکون احد من الصحابۃ اتقی منہ و لامساویًا لہ فی التقوٰی اذا ثبت ھذا فنقول کل صحابی فھو لیس باتقی من ابی بکر ومن لیس باتقی منہ لیس باکرم منہ۔ انتج ان کل صحابی فھو لیس باکرم من ابی بکر وصغرٰی القیاس معدولۃ کما لوحنا الیہ بتقدیم اداۃ الربط علی حرف السلب، ولک ان تجعلھا موجبۃ سالبۃ المحمول اعنی علی قول قوم من المتاخرین ویرشدک الی ما یزیح وھمک جعل السلب فی الکبرٰی مرأۃ لملاحظۃ افراد الاوسط، وان شئت لم تعکس الاٰیۃ الاولٰی ایضا ونسجت الشکل

کل اکرم اتقی (یعنی ہر اکرم سب سے بڑا متقی ہے) اور اس کا عکس نقیض ہمارا یہ قول ہے کہ من لیس باتقی لیس باکرم (جو اتقی سب سے بڑا متقی نہیں ہے وہ اکرم نہیں ہے) اور ہم نے ان کلمات میں جو ہم پہلے کہہ چکے عرش تحقیق کو ثابت کر دیا کہ مراد اتقی سے آیت ثانیہ یعنی اللہ تبارک وتعالٰی کے قول وسیجنبہا الاتقی میں تمام صحابہ سے زیادہ متقی شخص مراد ہے تو ضروری ہے کہ صحابہ میں کوئی اس سے بڑھ کر متقی نہ ہو اور نہ تقوٰی میں اس کے کوئی مساوی ہو، جب یہ ثابت ہوگیا تو ہم کہتے ہیں کہ ہر صحابی ابوبکر سے بڑھ کر متقی نہیں اور جو ان سے بڑھ کر متقی نہیں وہ کرامت میں ان سے بڑھ کر نہیں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر صحابی ابوبکر سے زیادہ عزت والا نہیں اور اس قیاس کا صغرٰی معدولہ ہے جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اداتِ ربط کو حرفِ سلب پر مقدم کرکے اشارہ کیا اور تمھیں اختیار ہے کہ تم اس قضیہ کو موجبہ سالبۃ المحمول بناؤ یعنی متاخرین میں سے ایک قوم کے قول پر اور تمھاری رہنمائی اس بات کی طرف جو تمھارے وہم کو دُور کردے سلب کو کبرٰی میں افراد اوسط کے لئے مرأۃ ملاحظہ بنانے سے ہوگی، اور اگر تم چاہو تو آیتِ اولٰی کا عکس نہ کرو اور شکل کو آیتِ ثانیہ کے طرز پر

---

[1] القرآن الکریم ۹۲/۱۷

www.alahazratnetwork.org

علی منوال الثانی بان تقول لاشئ من الصحابة اکرم من ابی بکر وکل اکرم من ابی بکر اتقی منه انتج ان لاشئ من الصحابة اکرم من ابی بکر ولعلك ان تقرره قیاسًا استثنائیًا یرفع المقدم لرفع التالی فتقول لوکان احد من الامة اکرم من الصدیق لکان اتقی منه لان کل اکرم اتقی لکنهم لیسوا باتقی منه للاٰیة الثانیة فلیسوا باکرم منه وفیه المقصود۔

تنبیه: سیقول السفهاء من الناس ماولکم عن دعوٰیکم التی کنتم علیها فان الثابت علی هذه التقاریر الثلثة الاخیرة انما هو نفی اکرم من الصدیق وهو لا یستلزم اکرمیته رضی اللہ تعالٰی عنه اذ یحتمل التساوی۔

اقول اوقد قالوا فلئن قالوا فلقد زاغوا۔

اما اولًا فنصوص الشرع ومحاورات البلغاء طافحة بسوق الکلام الٰی غرض التفضیل علی الاطلاق علی هذا المساق یقولون لیس احد افضل من فلان ویریدون انه افضل الکل وذٰلك لان التساوی

منتظم کرو بایں طور کہ تم کہو کہ کوئی صحابی ابوبکر سے بڑھ کر عزت والا نہیں اور شاید تم اس کو قیاس استثنائی کے طور پر مقرر رکھو جو مقدم کو ارتفاع تالی کی وجہ سے مرتفع کردے تو تم یوں کہو امت میں اگر کوئی صدیق سے بڑھ کر عزت والا ہوتا تو وہ ضرور صدیق سے بڑھ کر متقی ہوتا اس لئے کہ ہر اکرم اتقی ہے لیکن ساری امت صدیق سے بڑھ کر متقی نہیں بدلیل آیت ثانیہ، تو وہ صدیق سے بڑھ کر عزت والے نہیں اور اسی میں ہمارا مقصود ہے۔

تنبیہ: اب کہیں گے بیوقوف لوگ اس دعوٰی سے جس پر تم قائم تھے کس چیز نے تمہیں پھیر دیا اس لئے کہ ان تین تقاریر اخیرہ پر جو ثابت ہوتا ہے وہ صدیق سے زیادہ عزت والے کی نفی ہے اور اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی (اولویت) سب پر لازم نہیں آتی اس لئے کہ تساوی کا احتمال ہے۔

اقول کیا ان بیوقوفوں نے یہ بات کہی اگر انھوں نے ایسا کہا تو بے شک وہ منحرف ہوگا،

اولًا نصوص شرع اور اہل بلاغت کے محاورے اس ڈھنگ سے بھرے ہیں کہ کلام کو علی الاطلاق فضیلت بتانے کی غرض سے اس طور پر لایا جاتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ کوئی فلاں سے افضل نہیں ہے اور مراد لیتے ہیں کہ وہ سب سے افضل ہے اور یہ اس لئے کہ تساوی حقیقی عادتًا گویا

www.alahazratnetwork.org

الحقیقی کالمحال عادۃ وعلیك بکلام شراح الحدیث۔

واما ثانیًا فلك ان تضم الیہ اجماع الامۃ علیٰ وجود التفاضل والحق لا یخرج عن اقوالھم۔

واما ثالثًا ھو الظاھر ان المعلم ان العارف باسالیب الکلام یفھم من الاٰیۃ الاولیٰ تسبب التقوٰی لایراث الکرامۃ وقصر حصولھا علی حصولہ وبہ صرحت الاحادیث الناشیۃ عن ارشاد الاٰیۃ اللاحظۃ الی ملحظ الکریمۃ۔ انبأنا سراج الحنفیۃ بالسند عن الشریف عن محمد بن ارکماش عن العلامۃ ابن حجر عسقلانی عن عبدالرحمٰن بن احمد بن المبارك الغزی عن احمد بن ابی طالب الحجار عن علی بن اسمٰعیل بن قریش عن الحافظ المنذری قال فی کتاب الترغیب والترھیب عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان انسابکم ھذہ لیست بسباب علی احد وانما انتم ولد آدم طف الصاع لم تملؤہ لیس لاحد فضل علی احد الا بالدین او

محال ہے اور تم شراح حدیث کے کلام کو لازم پکڑو۔

ثانیا تمھیں یہ اختیار ہے کہ اس کے ساتھ وجود تفاضل پر امت کا اجماع ضم کرو اور حق اقوالِ اُمت سے باہر نہ ہوگا۔

ثالثا اور وُہ وجہ ظاہر معلم یہ کہ اسالیب کلام کا واقف آیت اولیٰ سے سمجھتا ہے کہ تقوی عزت حاصل ہونے کا سبب ہے اور عزت کا حصول تقوٰی کے حصول پر منحصر ہے اسی کی تصریح ان احادیث نے کی جو ارشادِ آیت سے ناشی ہیں اور آیت کریمہ کے مطمحِ نظر کی طرف دیکھتی ہیں، ہمیں سراج الحنفیہ نے خبر دی اپنی سند سے، وہ روایت کرتے ہیں شریف سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد بن ارکماش سے، وہ روایت کرتے ہیں علامہ ابن حجر عسقلانی سے، وہ روایت کرتے ہیں عبدالرحمٰن ابن احمد ابن مبارک غزی سے، وہ روایت کرتے ہیں احمد بن ابیطالب حجار سے، وہ روایت کرتے ہیں علی ابن اسمٰعیل ابن قریش سے، وہ روایت کرتے ہیں حافظ منذری سے، اُنھوں نے فرمایا: کتاب الترغیب والترھیب میں کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا یہ نسب کسی کیلئے گالی نہیں ہے تم تو آدم کی اولاد ہو پیمانہ کی طرح جو تم نے نہیں بھرا کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل صالح کے سبب۔ اس

www.alahazratnetwork.org

عمل صالح، رواہ احمد والبیہقی کلاھما من روایۃ ابن لھیعۃ۔ ولفظ البیہقی قال لیس لاحد علی احد فضل الا بالدین او عمل صالح حسب للرجل ان یکون بذیا بخیلا۔ وفی روایۃ لیس لاحد علی احد فضل الا بدین او تقوی وکفی بالرجل ان یکون بذیا فاحشا بخیلا، قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم طف الصاع بالاضافۃ ای قریب بعضکم من بعض[1]۔اھ۔

حدیث کو روایت کیا احمد اور بیہقی دونوں نے ابن لہیعہ کی روایت سے، اور بیہقی کے لفظ یوں ہیں، کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا عمل صالح سے، اور آدمی کے بُرا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ بدزبان کنجوس ہو۔ اور ایک روایت میں ہے: کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر دین یا تقوٰی سے، اور آدمی کے لئے کافی برائی ہے کہ وہ بدگو بے حیا کنجوس ہو۔ حدیث میں حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول "طف الصاع" اضافت کے ساتھ کا معنٰی یہ ہے یعنی تم میں سے بعض بعض کے قریب ہے انتہی۔

قلت واخرجہ الطبرانی فی حدیث طویل من طریق ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ولفظہ انما انتم من رجل وامرأۃ کجُمام الصاع لیس لاحد علی احد فضل الا بالتقوٰی[2] اھ۔ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کجُمام الصاع جُمام بالضم ما یملأ والمعنی انکم متساوون فی القدر کحبات الصاع تکال فیعرف مقدارھا واستواءھا بمثلھا کیلاً من

قلت (میں کہتا ہوں) اور طبرانی میں اس کی تخریج کی ایک حدیث طویل میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے طریق سے، اور ان کے لفظ یہ ہیں: تم لوگ ایک مرد اور عورت سے ہو جُمام صاع کی طرح۔ کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقوٰی سے انتہی۔ حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قول "جُمام صاع"۔ "جُمام" بضم جیم وہ چیز ہے جو پیمانہ میں بھری جاتی ہے، اور معنٰی یہ ہے کہ تم قدر میں ایکدوسرے سے برابر ہو پیمانہ کے حبّوں کی طرح جس کو پیمانہ میں بھرا جاتا ہے تو ان کی مقدار اور ان کے مثل کے ساتھ

---

[1] الترغیب والترھیب من احتقار المسلم وانہ لافضل لاحد الخ حدیث ۶ و ۷ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

[2] الجامع لاحکام القرآن تحت الآیۃ ۴۳/ ۴۴ دار الکتاب العربی بیروت ۱۶/ ۸۲

www.alahazratnetwork.org

دون حاجة الی الوزن لتساویھا ثقلاً و اکتنازاً۔ و بہ قال المنذری عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ "ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لہ انظر فانک لست بخیر من احمر ولا اسود الا ان تفضلہ بتقوٰی، رواہ احمد و رواتہ ثقات مشہورون الا ان بکر بن عبد اللہ المزنی لم یسمع من ابی ذر[1] اھ۔

ان کی برابری پیمانہ میں معلوم ہوتی ہے اور انھیں تولنے کی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ بوجھ اور موٹائی میں وہ برابر ہوتے ہیں۔ اور اسی مضمون کو منذری نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: "بے شک تم سیاہ فام سے اور سُرخ سے بہتر نہیں اور نہ سیاہ فام تم سے بہتر ہے مگر یہ کہ تم اس پر فضیلت پاؤ تقوٰی کی وجہ سے۔" اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا، اور اس کے راوی ثقہ معروف ہیں مگر یہ کہ بکر بن عبد اللہ مزنی نے اس حدیث کو ابوذر سے نہیں سُنا۔ انتہی

قلت والمرسل مقبول عندنا وعند الجمہور۔ و بہ قال عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی اوسط ایام التشریق خطبۃ الوداع فقال یا ایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علٰی عجمی ولا لعجمی علٰی عربی ولا لاحمر علٰی اسود ولا لاسود علٰی احمر الا بالتقوٰی ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم الا ھل

قلت (میں کہتا ہوں) اور مرسل ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔ اور اسی مضمون کی روایت کی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایامِ تشریق کے درمیانی دن میں خطبۂ الوداع دیا کہ فرمایا: اے لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بیشک تمھارا باپ ایک ہے۔ سنتے ہو عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر اور نہ سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر فضیلت ہے مگر تقوٰی سے، بیشک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے،

---

[1] الترغیب والترہیب من احتقار المسلم وانہ لافضل لاحد الخ حدیث ۸ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲

www.alahazratnetwork.org

بلغت؟ قالوا بلٰی یارسول اللہ، قال فلیبلغ الشاھد الغیب، ثم ذکر الحدیث فی تحریم الدماء والاموال والاعراض رواہ البیھقی وقال فی اسنادہ بعض من یجھل[1] انتھی

سنتے ہو کیا میں نے رب کا پیغام پہنچا دیا؟ صحابہ نے عرض کی کیوں نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)، فرمایا اب جو حاضر ہیں وہ غائبین کو پہنچا دیں۔ پھر حدیث ذکر کی جو لوگوں کے خون، مال اور آبرو کی حرمت میں ارشاد ہوئی۔ اسے بیہقی نے روایت کیا اور کہا اس کی سند میں بعض مجہول ہیں۔

قلت ولا یضرنا فی الشواھد واخرج الطبرانی فی الکبیر عن حبیب بن خراش رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسلمون اخوۃ لافضل لاحد علی احد الا بالتقوٰی[2]، وبالجملۃ فالاحادیث کثیرۃ فی ھذا المعنی ثم ان الکرامۃ والتقوٰی کلاھما مقولان بالتشکیک فکلما زادت زادت وکلما نقص نقصت والمتساویان فیہ یتساویان فیھا کالعصیان[عہ] سبب للھوان فیزداد بزیادتہ وینتقص بانتقاصہ وھکذا فاذا ثبت ھذا کان معنی قولنا کل اکرم اتقی منحلا الی ثلث قضایا احدٰھا ھٰذہ والثانیۃ کل ناقص فی الکرم عن غیرہ ناقص عنہ فی التقوٰی

قلت (میں کہتا ہوں) شواہد میں ہم کو راوی کی جہالت مضر نہیں۔ طبرانی نے معجم کبیر میں حبیب بن خراش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر تقوٰی سے۔ بالجملہ اس معنٰی کی حدیثیں بکثرت وارد ہیں مگر کرامت اور تقوٰی دونوں تشکیک کے ساتھ بولے جاتے ہیں تو جب تقوٰی زیادہ ہوگا کرامت زیادہ ہوگی اور جب تقوٰی کم ہوگا کرامت کم ہوگی، اور تقوٰی میں متساوی کرامت میں متساوی ہوں گے جیسے کہ عصیان سبب ذلت کا، تو ذلت عصیان کی زیادتی سے زیادہ اور اس کی کمی سے کم ہوتی ہے اور یونہی جب یہ بات ثابت ہے تو ہمارے قول "کل اکرم اتقی" کے معنٰی کی تحلیل تین قضیوں کی طرف ہوگی ان کا ایک تو یہی ہے اور دوسرا

عہ ای فی اصل قضیۃ المجازات اما تدارک الرحمۃ ففضل الٰہی یختص بہ من یشاء کما اسلفنا تحقیقہ ۱۲ منہ غفرلہ۔

یعنی اصل مقتضائے مجازات میں رہا تدارک رحمت تو یہ فضلِ الٰہی ہے اللہ تبارک وتعالٰی جسے چاہے اس کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے، جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق گزشتہ میں کی ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] الترغیب والترھیب من احتقار المسلم وانہ لافضل لاحد الخ حدیث ۹ مصطفی البابی مصر ۳/ ۶۱۲ تا ۶۱۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۳۵۴۷ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۲۵

www.alahazratnetwork.org

والثالث کل متساویین فیھا متساویان فیہ والأیۃ الثانیۃ ایضا تنحل الی ثلث مقدمات "ابوبکر اتقی الکل" وھو المنطوق ولایزید علیہ احد فی التقوی و لایساویہ احد فیہ و عند ھذا یسھل علیك دفع الاشکال و نظم الاشکال لقطع الاحتمال والحمد للہ المھیمن المتعال ھذا ما الھمنا المولی تبارك و تعالی بمنیع فضلہ و رفیع کرمہ و منحنا من عظام آلائہ وحسان نعمہ فی تقریر دلیل اھل السنۃ والجماعۃ ودفع شبہات (اھل) البطالۃ والخلاعۃ وارجوا ان تکون عامۃ ما فی تلك الخیام من عرائس بیض تجلوا الظلام وبسائم تکشر عن برد الغمام اکون انا اباعذرتھا وماذون الدخول فی حجرتھا وکان قال الاول لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد، فقلت انا قد قدر اللہ فلا تنکر ان لحق العاجز بالقادر، کیف وقد فاز بافضالہ ال، کل فما ظنك بالقادری۔

یہ ہے کل ناقص فی الکرم عن غیرہ ناقص عنہ فی التقوٰی (عزت میں دوسرے سے کمتر اس سے تقوٰی میں کمتر ہے) اور تیسرا کل متساویین فیہا متساویان فیہ (ہر دو شخص جو تقوٰی میں برابر ہیں وہ عزت میں برابر ہیں) اور اس صورت میں تمہیں اشکال کا دفع کرنا قطع احتمال کے سبب آسان ہے اور سب تعریفیں اللہ کے لئے جو نگہبان و برتر ہے ——— یہ وہ ہے جو جو ہمیں اللہ تبارک و تعالٰی نے الہام فرمایا اپنے فضلِ عظیم اور کرمِ رفیع سے، اور بخشا ہمیں اپنے عظیم احسانوں سے اور حسین نعمتوں سے اہلسنت وجماعت کی دلیل کی تقریر میں تائید اور اہل بطالت و ضلالت کے شبہات کے دفع کرنے کے لئے، اور میں امید کرتا ہوں کہ ان خیموں میں جو خوبصورت دلہنیں ہیں وہ اندھیروں کو دور کریں اور مسکراتی صورتیں جو بارش کے اولے دکھائیں ان میں سے اکثر کا میں ہی صاحب ہوں، اور ان کے حجرے میں دخول کا مجاز ہوں، اور مجھ سے پہلے نے کہا تھا کہ اللہ پر مستبعد نہیں کہ عالم کو ایک میں جمع کردے، تو میں نے کہا بے شک اللہ نے مقدر کیا تو اس کا انکار نہ کرنا کہ اللہ نے عاجز کو قادر سے ملحق کردیا، کیوں نہ ہو حالانکہ اللہ کے فضل سے سب بہرہ مند ہیں تو تیرا کیا گمان ہے قادری کے ساتھ۔

www.alahazratnetwork.org

خاتمہ: رزقنا اللہ تعالٰی حسنہا امین۔ فان قلت لقد تفضل اللہ علیك یا وضیع القدر فنطقت بکلمات بلغن قاموس البحر فماذا تأمرنی فی المسئلۃ اقطع بتفضیل الصدیق نظرًا الٰی ھذا الاستدلال مع ما فی الاٰیۃ من تاویل واحتمال اذ ذھب ذاھبون الٰی ان الاتقی بمعنی التقی وان زیفت قولھم بتحقیق نقی۔

قلت نعم اقطع ولا تبال بما قیل او ما یقال اذ قاطعان لایأتیان قط الا بقطع وقد سمعت ان الصدیق ھو المراد بالاتقی باجماع الامۃ قاطبۃ ولم ینقل فی ذٰلك شذوذ شاذ فکان قطعیا والاٰیۃ الاُخرٰی نص فی المرام لاشك اما ما ذکرت من حدیث من ذھب الٰی ما ذھب فقد سمعت ان الاٰیۃ لامساغ فیھا للتاویل واحتمال بلا دلیل لا ینزل التنزیل عن درجۃ برھان قاطع جلیل الاترٰی ان کل نص یحتمل التاویل ومع ذٰلك ھو قطعی قطعًا کما صرح بہ ائمۃ الاصول۔

خاتمہ: اللہ تبارک وتعالٰی ہمیں حسنِ خاتمہ نصیب کرے، اب اگر تم کہو بے شک اللہ نے اے کمترین! تیرے اوپر احسان فرمایا تو تُو نے وہ کلمات بولے جو سمندر کی گہرائیوں میں پہنچ گئے اب مجھے اس مسئلہ میں کیا حکم دیتا ہے آیا میں فضیلتِ صدیق کا یقین لاؤں اس استدلال پر نظر کرتے ہوئے باوجودیکہ اس آیت میں تاویل و احتمال ہے اس لئے کہ جانے والے اس طرف گئے کہ اتقی بمعنی تقی ہے اگرچہ تُو نے ان کا قول سُتھری تحقیق سے غلط ثابت کر دیا۔

قلت (میں کہتا ہُوں) ہاں یقین کر اور قیل وقال کی پرواہ نہ کر، اس لئے کہ دو قطعی نتیجہ نہیں دیتے مگر قطعی کا، اور تم سُن چکے کہ صدیق ہی مراد ہیں اتقی سے ساری امت کے اجماع کے بموجب، اور اس میں کسی نادر کی رائے شاذ بھی منقول نہیں، تو یہ اجماع قطعی ہوا، اور دُوسری آیت مدعا میں نص ہے جس میں کوئی شک نہیں، رہی وہ بات جو تم نے اس رائے کی کہی جس کی طرف جانے والے گئے، تو تم سُن چکے کہ آیت میں تاویل کی گنجائش نہیں اور احتمال بے دلیل تنزیل کو برہان قاطع جلیل کے درجے سے نازل نہیں کرتا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہر نص تاویل کی محتمل ہے اور وہ اس کے باوجود یقیناً قطعی ہے جیسا کہ ائمہ اصول نے اس کی تصریح کی۔

www.alahazratnetwork.org

وتحقیق المقام علی ما الهمنی الملك العلام ان العلم القطعی یستعمل فی معنیین :

احدهما قطع الاحتمال علی وجه الاستیصال بحیث لا یبقی منه خبر ولا اثر وهذا هو الاخص الاعلی کما فی المحکم والمتواتر وهو المطلوب فی اصول الدین فلا یکتفی فیها بالنص المشهور۔

والثانی ان لا یکون هناك احتمال ناش من دلیل وان کان نفس الاحتمال باقیاً کالتجوز والتخصیص وسائر انحاء التاویل کما فی الظواهر والنصوص والاحادیث المشهورۃ والاول یسمی علم الیقین ومخالفه کافر علی الاختلاف فی الاطلاق کما هو مذهب فقهاء الآفاق والتخصیص بضروریات الدین کما هو مشرب العلماء المتکلمین، والثانی علم الطمانیة ومخالفه مبتدع ضال ولا مجال الی اکفاره کمسئلة وزن الاعمال یوم القیٰمة قال تعالیٰ "والوزن یومئذ الحق"[1] ویحتمل النقد احتمالاً لا صارف

اور مقام کی تحقیق اس طور پر جو مجھے اللہ ملک العلام نے الہام کیا ہے کہ علم قطعی دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے:

ایک تو یہ کہ احتمال جڑ سے منقطع ہو جائے بایں طور کہ اس کی کوئی خبر یا اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے، اور یہ اخص اعلیٰ ہے جیسا کہ محکم اور متواتر میں ہوتا ہے۔ اور اصولِ دین میں یہی مطلوب ہے، تو اس میں نصِ مشہور پر کفایت نہیں ہوتی۔

دوسرا یہ کہ اس جگہ ایسا احتمال نہ ہو جو دلیل سے ناشی ہو اگرچہ نفس احتمال باقی ہو جیسے کہ مجاز اور تخصیص اور باقی وجوہِ تاویل، جیسا کہ ظواہر اور نصوص اور احادیثِ مشہورہ میں ہے۔ اور پہلی قسم کا نام علم یقین ہے اور اس کا مخالف کافر ہے علماء میں اختلاف کے بموجب مطلقاً، جیسا کہ فقہائے آفاق کا مذہب ہے، یا ضروریاتِ دین کی قید کے ساتھ یہ حکم مخصوص ہے جیسا کہ علمائے متکلمین کا مشرب ہے۔ اور دوسرے کا نام علمِ طمانیت ہے، اور اس کا مخالف بدعتی وگمراہ ہے، اور اس کو کافر کہنے کی مجال نہیں، جیسے کہ قیامت کے دن اعمال کو تولنے کا مسئلہ۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "اور قیامت کے دن تول ہونا برحق ہے" اور یہ آیت نقد (پرکھ) کا ایسا احتمال رکھتی ہے

---

[1] القرآن الکریم ۷/۸

www.alahazratnetwork.org

الیہ و لا دلیل اصلا علیہ فیکون کقولك "وزنتہ بمیزان العقل" وھو رائج فی العجم ایضاً تقول "سخن سنج" ای ناقد الکلام، و مسئلۃ رؤیۃ الوجہ الکریم للمؤمنین، رزقنا المولیٰ بفضلہ العمیم، قال تعالیٰ "وجوہ یومئذ ناضرۃ الیٰ ربہا ناظرۃ"[1] و یحتمل احتمالاً کذٰلك ارادۃ الامل و الرجاء، وھو ایضاً مما توافقت علیہ العرب والعجم تقول "دست نگر من ست" ای یرجو عطائی و یحتاج الیٰ نوالی وھٰکذا مسئلۃ الاسراء الی السمٰوٰت العلی والشفاعۃ الکبریٰ للسید المصطفیٰ علیہ افضل التحیۃ والثناء فکل ذٰلك ثابت بنصوص قواطع بالمعنی الثانی، ولذا لا نقول بالکفار المعتزلۃ والروافض الاولین الماؤلین، وھٰکذا الظن لہ معنیان اذ مقابل الاعم اخص والاعم اخص کما لا یخفیٰ، اذا عرفت ھذا فمسئلتنا ھذہ ان اریدفیہا القطع بالمعنی الاخص فھذا

جس کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز نہیں اور نہ اصلاً اس پر کوئی دلیل ہے۔ اب آیت کا معنیٰ تمہارے قول "میں نے اس کو میزانِ عقل سے تولا" کے مثل ہوگا، اور یہ عجم میں رائج ہے، تم کہتے ہو "سخن سنج" یعنی کلام کو پرکھنے والا، اور مومنین کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ، مولائے کریم اپنے فضلِ عظیم سے نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "کچھ منہ اس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے" احتمال رکھتا ہے اسی طرح اُمید ورجا کے ارادے کا، اور یہ بھی ان باتوں میں سے ہے جن پر اب عرب و عجم سب متفق ہیں، تم کہتے ہو: "دستِ نگر من ست" یعنی میری عطا کی امید رکھتا ہے اور میری بخشش کا محتاج ہے۔ اور اسی طرح آسمانوں کی سیر اور شفاعتِ کبریٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے کہ یہ تمام باتیں دوسرے معنیٰ پر نصوصِ قطعی سے ثابت ہیں اور اسی لئے ہم تاویل کرنے کے سبب معتزلہ اور اگلے روافض کی تکفیر نہیں کرتے اور اسی طرح ظن کے دو معنی ہیں اس لئے کہ اعم کا مقابل اخص ہے اور اعم اخص ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں، جب تم نے یہ جان لیا تو ہمارا یہ مسئلہ اگر اس میں قطعی بالمعنی الاخص مراد لیا جائے تو یہ

---

[1] القرآن الکریم ۷۵/ ۲۲ و ۲۳

www.alahazratnetwork.org

جبل وعر صعب المرتقیٰ اذ ما ورد فیہا فاما نص او ظاھر وکلاھما یقبلان التاویل ولو قبولاً ضعیفاً بعیداً او ابعد اضعف مایکون کالاتقی فیما نحن فیہ یحتمل التجوز بالبالغ فی التقوٰی والخیر والافضل فی الاحادیث یحتمل تقدیر من کقول القائل "فلان اعقل الناس" وماجاء من الاحادیث مفسّراً محکماً فاحاد تطرق الیہا الاحتمال من قبل النقل لکننا حالنا ولھذا القطع، اذ لا نقول باکفار المفضلۃ ومعاذ اللہ ان نقول اما الابتداع فیثبت بخلاف القطع بالمعنی الثانی وھو حاصل لا شك فیہ لا یسوغ انکارہ الا لغافل او متغافل فقد تظافرت علیہ النصوص تظافرا جلیا وبلغت الاخبار تواترا معنویا والاحتمالات الرکیکۃ السخیفۃ الناشیۃ من غیر دلیل لا تقدح فی القطع بھذا المعنی کما صرحت بہ علماء الاصول وزادنا نوراً الی نور ورشاداً الی رشاد اجماع الصحابۃ الکرام و

پہاڑ ہے سخت دشوار گزار چڑھائی والا، اس لئے کہ اس میں جو کچھ وارد ہوا ہے یا تو نص ہے یا ظاہر ہے اور دونوں تاویل کو قبول کرتے ہیں اگرچہ ضعیف بعید یا بہت زیادہ ابعد اضعف سہی، جیسے کہ ہمارے اسی مسئلہ میں جس میں ہمیں بحث ہے جیسے کہ اتقی، تقوٰی اور خیر میں بالغیت کے معنی مجازی کا احتمال رکھتا ہے اور احادیث میں لفظ افضل کے مقدر ہونے کا احتمال رکھتا ہے جیسے کوئی کہے "فلان اعقل الناس" (فلاں شخص لوگوں سے زیادہ عاقل ہے) اور جو احادیث مُفَسَّر محکم آئیں تو وہ خبر واحد ہیں جن میں روایت کی طرف سے احتمال راہ پاتا ہے لیکن ہمیں اس طرز کے قطعی سے کیا کام، اس لئے کہ ہم تفضیلیوں کے کافر ہونے کا قول نہیں کرتے اور اللہ کی پناہ ہو کہ ہم یہ قول کریں، لیکن اُن کا بدعتی ہونا وہ تو ثابت ہے برخلاف قطعی بمعنی دیگر تو وہ بلاشک حاصل ہے جس کا انکار سوائے غافل یا غافل بننے والے کے کسی کو نہ بن پڑے گا اس لئے کہ اس پر واضح کثرت کے ساتھ نصوص آئیں اور احادیث تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئیں اور رکیک کمزور احتمالات جو کسی دلیل سے ناشی نہیں ہوتے اس معنی پر قطعی میں اثر انداز نہ ہوں گے، جیسا کہ علمائے اصول نے اس کی تصریح کی ہے اور ہمارے لئے نُور پر نُور بڑھایا اور ہدایت کے اوپر ہم کو ہدایت کی صحابہ کرام اور

www.alahazratnetwork.org

التابعین العظام کما نقلہ جمہور الائمۃ الاعلام، منہم سیدنا عبد اللہ بن عمر وابوھریرۃ من الصحابۃ ومیمون بن مہران من التابعین والامام الشافعی من الاتباع وغیرھم من لایحصون لکثرتھم ، و حکایۃ ابن عبد البر لامعقولۃ فی الدرایۃ ولامقبولۃ فی الروایۃ کما حققناہ فی مطلع القمرین مع ما ارشدنا القرآن العظیم واحادیث المصطفٰی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم الٰی دلائل جمۃ توخذ منہا بالاستنباط ووفق لہا ھذا الفقیر الضعیف کما عقدنا لہا الباب الثانی من الکتاب الکبیر فلولا الاواحد من ھذہ لشفی وکفی ودفع کل ریب ونفی فکیف اذا کثرت وجلت وعقدت وحلت ورعدت وبرقت واضاءت واشرقت فلاوربك لم یبق للشك محل ولا للریب مدخل والحمد للہ الاعلی الاجل ، اما قول من قال انا وجدنا النصوص متعارضۃ فھذا اخبار عن نفسہ فکیف یحتج بہ علی من نظر وابصر ونقد واختبر فقتلہا خبرا واحاط بما لدیہا علما علی

تابعین عظام کے اجماع نے جیسا کہ اس کو نقل کیا ہے جمہور ائمہ اعلام نے، ان میں عبد اللہ بن عمر اور ابوہریرہ صحابہ میں سے، اور میمون ابن مہران تابعین میں سے اور امام شافعی تبع تابعین میں سے، اور ان کے سوا جن کی گنتی نہیں بوجہ ان کی کثرت کے، اور ابن عبد البر کی حکایت نہ تو از راہِ درایت معقول ہے اور نہ روایۃً مقبول ہے، جیسا کہ ہم نے اسکی تحقیق کی ہے مطلع القمرین میں مع ان دلائل کثیرہ کے جن کی طرف ہماری رہنمائی قرآن عظیم اور احادیثِ مصطفٰی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے کی۔ یہ دلائل قرآن وحدیث سے استنباط کے ذریعہ ماخوذ ہیں اور ان کے لئے اس فقیر ناتواں کو توفیق ہوئی جیسا کہ ہم نے اس کے لئے اپنی کتاب کبیر کا باب دوئم باندھا ہے تو اگر ان دلائل میں سے نہ ہوتی مگر ایک دلیل تو وہ بھی شافی وکافی ہوتی اور ہر شک کی دافع ونافی ہوتی تو کیا گمان ہے جبکہ یہ دلائل کثیر وجلیل ہوں اور دین کی گرہیں باندھیں اور شبہوں کی رسیاں کھولیں اور گرجیں اور چمکیں اور روشن اور بلند ہوں تو تیرے رب کی قسم شک کا محل باقی رہا نہ شبہہ کا مدخل، والحمد للہ الاعلی الاجل، رہی اس کی بات جس نے کہا ہم نے نصوص کو متعارض پایا تو یہ اس کی اپنی حالت کی خبر ہے، تو وہ کیسے حجت لاتا ہے اس سے اس پر جس نے دیکھا اور غور کیا اور جانچا اور پرکھا تو نصوص کو خوب پرکھ کے جان لیا اور ان کے پاس جو علم ہے اس کا احاطہ

www.alahazratnetwork.org

انہ ان اراد التعارض الصوری وقد یطلق علیہ ایضاً کقول الاصولیین یقدم المحکم علی المفسر والمفسر علی النص والنص علی الظاہر عند التعارض مع انہ لاتعارض لضعیف مع قوی فہذا لایضرنا ولاینفعہ وان اراد الحقیقی اعنی تزاحم الحجتین علی حد سواء فنقول معنا ناش عن غفول وعلی قائلہ اومن یمشی بمشیہ ان ینور دعواہ ببینۃ مبیّنۃ وانّی لہم ذٰلک ولیت شعری الام یودی ضیق العطن اذا رأی احادیث لاتخیروا بین الانبیاء[1]، ولا تفضلونی علی یونس بن متی[2]، وافضل الانبیاء اٰدم[3]، وذاک (ای) خیر البریۃ ابراہیم[4]، ایقول بتعارض النصوص فی تفضیل المصطفٰی

کیا، علاوہ بریں یہ کہ اگر اس نے تعارض صوری مراد لیا اور کبھی تعارض کا اطلاق اس پر بھی آتا ہے جیسے اصولی کہتے ہیں کہ محکم کو مفسر پر اور مفسر کو نص اور نص کو ظاہر پر تعارض کے وقت مقدم کیا جائے گا حالانکہ بلاشبہ ضعیف کا قوی کے ساتھ اصلاً تعارض نہیں ہوتا تو یہ ہم کو نقصان نہ دے گا نہ اس کو فائدہ دے گا، اور اگر اس نے تعارض حقیقی مراد لیا یعنی دو دلیلوں کا برابری کی حد پر ایک دوسرے کے مزاحم ہونا تو ہم کہیں گے یہ معنی غفلت سے ناشی ہے اور اس کے قائل پر یا جو اسکے طریقے پر چلے لازم ہے کہ اپنے دعوٰی کو روشن دلیل سے منور کرے اور ان کو یہ کیونکر بن پڑے گا، اور کاش میں سمجھتا کہ بندش کی تنگی کا انجام کیا ہوگا جبکہ وہ یہ حدیثیں دیکھتے کہ انبیاء میں باہم ایک دوسرے کو فضیلت نہ دو اور مجھے یونس ابن متی پر فضیلت مت دو، اور آدم افضل انبیاء ہیں، اور ابراہیم خلق میں سب سے بہتر ہیں، کیا وہ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] صحیح البخاری کتاب الخصومات باب مایذکر فی الاشخاص قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۵
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب من فضائل موسٰی علیہ السلام " " " ۲/۲۶۸

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب قواعد العقائد "الاصل السابع" دار الفکر بیروت ۲/۱۰۵

[3] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۶۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۱۶۰

[4] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ابراہیم علیہ السلام " " " ۲/۲۶۵

www.alahazratnetwork.org

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی العالمین جمیعا ام یرجع الی نفسہ فیدری ان التعارض شئ ومجرد وجود النفی و الاثبات شئ اٰخر وبھٰذا التحقیق البدیع الانیق الذی خصنا بہ المولٰی تبارک وتعالٰی امکن لنا التوفیق بین کلمات الائمۃ الکرام فمن قال بالقطع ونفی الظن فانما اراد القطع بالمعنی الاعم والظن وبالمعنی الاخص وھو حق لامریۃ فیہ ومن عکس فقد عکس وھو صدق لاغبار علیہ، فان تخالج فی صدرک ان المسئلۃ من الاعتقادیات فکیف اکتفیتم بالقطع بالمعنی الثانی۔

قلت ھذا اشد ورودًا علی القائلین بالظن ان ارادوا الظن بالمعنی الاخص والحل ان المسئلۃ لیست من اصول الاسلام حتی یکفر جاحدھا کمسئلۃ امامۃ الخلفاء الراشدین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین وبھٰذا المثال ینقطع قلب من قال من بطلۃ الزمان انھا اذا لم تکن من الاصول کما صرح بہ السید الشریف فی شرح المواقف[1]

کی سب جہان پر فضیلت میں تعارض نصوص کو مانے گا یا اپنے نفس کی طرف لوٹے گا تو سمجھے گا کہ تعارض ایک شئے ہے اور مجرد وجود نفی واثبات دوسری شئے ہے اور اس تحقیقِ انیق و بے نظیر سے جو خاص اللہ تبارک وتعالٰی نے ہم کو عنایت کی ہم کو ائمہ کرام کے کلمات میں مطابقت ممکن ہے تو جس نے اس مسئلہ کو قطعی کہا اور ظن کی نفی کی تو اس نے قطعی بالمعنی الاعم ہی کو مراد لیا اور ظن بالمعنی الاخص، اور حق یہ ہے جس میں کوئی شبہہ نہیں اور جس نے عکس کیا تو اس نے عکس کیا اور وہ سچ ہے جس پر کوئی غبار نہیں اب اگر تمہارے سینے میں یہ خلش ہو کہ یہ مسئلہ تو اعتقادیات سے ہے تو تم نے معنی ثانی میں قطعی پر کیسے اکتفا کرلیا۔

قلت (میں کہتا ہوں) یہ اعتراض ان لوگوں پر جو ظنی کے قائل ہیں زیادہ سختی کے ساتھ وارد ہوتا ہے جبکہ وہ ظن بالمعنی الاخص مراد لیں، اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ مسئلہ اصولِ اسلام سے نہیں ہے کہ اس کا منکر کافر ٹھہرے، جیسے کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خلافت کا مسئلہ، اور اس مثال سے اس کا دل ٹکڑے ہوجائے گا جو اس زمانے کے اہلِ باطل میں سے کہتا ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول میں سے نہیں جیسا کہ سید شریف نے شرح مواقف

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۴۴ تا ۴۰۱

www.alahazratnetwork.org

وغیرہ من المتکلمین الفحول وکذا قد شہد علی نفسہ بالرسۃ الکبری فی مناصب الجہل والسفاھۃ من قال اذ لم تکن قطعیۃ قلنا ان نطوی الکشح عن تسلیمھا قل لھم اترکوا الواجبات باسرھا ثم انظروا ما یأتیکم من وعید الشریعۃ وتأثیمھا واذ قد علمت ان ھذا التحقیق یرفع الخلاف ویورث التطبیق فعلیک بہ اتفقت الاقوال او اختلفت اذ کلمۃ جامعۃ خیر من آراء متدافعۃ فان رأیت شیئا من کلمات المتاخرین تابی ھذا النور المبین فاعلم ان تخطیۃ ھذا البعض خیر من تخطیۃ احد الفریقین من ائمۃ الدین، لاسیما القائلین بالقطع فھم العمد الکبار للدین الحنیف وبھم تشید ارکان الشرع المنیف، فمنھم من ھو اولھم واولٰھم سیدھم ومولیٰھم واکثرھم للتفضیل تفصیلا واشدھم علی المخالف تنکیلا سیدنا المرتضٰی اسد اللہ العلی الاعلی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم اذ قد تواتر عنہ فی ایام امامتہ وکرسی زعامتہ

میں اور دوسرے علماء متکلمین نے اس کی تصریح کی اور یونہی مناسب جہل وحماقت میں اپنی زعمتِ کبری پر گواہی دی اس نے جس نے یہ کہا کہ جب یہ مسئلہ قطعی نہیں ہے تو ہمیں اختیار ہے کہ ہم اسے تسلیم کرنے سے پہلوتہی کریں، ان سے کہو سارے واجبات کو چھوڑ دو پھر دیکھو کہ تمہارے پاس شریعت کی کیسی وعید اور تمہارے گنہگار ہونے کی تہدید آتی ہے، جب تم نے جان لیا کہ یہ تحقیق خلاف کو اٹھاتی اور کلماتِ علماء میں مطابقت پیدا کرتی ہے تو تم اس کو لازم پکڑو اقوال متفق ہوں یا مختلف اس لئے کہ ایک جامع بات باہم ٹکراتی باتوں سے بہتر ہے تو اگر تم دیکھو کلماتِ متاخرین میں کوئی عبارت اس نورِ مبین سے ابا کرتی ہے تو جان لو کہ اس بعض کو خاطی جاننا بہتر ہے اس سے کہ ائمہ دین میں کسی فریق کو خاطی ٹھہرایا جائے خصوصًا وہ ائمہ کرام جو اس مسئلہ کو قطعی کہتے ہیں اس لئے کہ وہی دین حنیف کے بڑے ستون ہیں اور انھیں سے شرع بلند و برتر کے ستون قائم ہیں، تو ان میں سے ایک وہ ہیں جو سب سے اول و اولٰی اور ان سب کے سید و مولٰی اور مسئلہ تفضیل کو سب سے زیادہ بیان کرنے والے اور مخالفین کو سخت سزا کا خوف دلانے والے سیدنا علی مرتضٰی اللہ بلند و بالا کے شیر کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم اس لئے کہ ان کے ایامِ خلافت اور کرسیِ زعامت میں

www.alahazratnetwork.org

تفضیل الشیخین علیٰ نفسہ وعلی سائر الامۃ، ورمی بھا بین اکتاف الناس وظھورھم حتی جلی ظلام شکوک مدلھمۃ، روی الدارقطنی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لا اجد احدًا فضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدتہ حد المفتری[1]۔

ان کا شیخین ابوبکر وعمر کو خود پر اور تمام امت پر فضیلت دینا تواتر سے ثابت ہوا اس کو لوگوں کے کندھوں اور پشتوں پر مارا یعنی اس مسئلہ کو لوگوں کے سامنے اور ان کے پیچھے خوب روشن کیا یہاں تک کہ تیرہ وتار شبہات کی اندھیری کو دُور کردیا۔ دارقطنی نے اسی جناب سے روایت کیا فرمایا میں کسی کو نہ پاؤں گا جو مجھے ابوبکر وعمر پر فضیلت دے مگر یہ کہ میں اس کو مفتری کی حد ماروں گا۔

وقد کان رضی اللہ تعالٰی عنہ یبوح بھذا فی المجامع الشاملۃ والمحافل الحافلۃ والمساجد الجامعۃ وفیھم من فیھم من الصحابۃ والتابعین لھم باحسان، ثم لم ینقل عن احد منھم انہ رد قولہ ھذا ولقد کانوا اتقی للہ تعالٰی من ان یسکتوا عن حق او یقروا علی خطاٍ وھم الذین وصف اللہ سبحٰنہ وتعالٰی فی القرآن العظیم بانھم خیر امۃ اخرجت

اور سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ عام مجمعوں میں اور بھری محفلوں میں اور جامع مسجدوں میں اس بات کا اعلان فرماتے تھے اور لوگوں میں صحابہ اور تابعین کرام موجود ہوتے تھے پھر ان میں سے کسی سے یہ منقول نہیں کہ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اس قول کو رد کیا ہو اور بے شک وہ اللہ تعالٰی سے بہت ڈرنے والے تھے اور اس بات سے دُور تھے کہ حق بتانے سے خاموش رہیں یا کسی خطا کو مقرر رکھیں حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تبارک وتعالٰی نے قرآن عظیم میں یوں بیان فرمایا "تم بہترین اُمت ہیں جو لوگوں کے لئے

(باقی حاشیہ بر صفحہ)

---

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث الفصل الاول دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۹۱

www.alahazratnetwork.org

قال سلطان الشان ابو عبد الله الذهبی حدیث صحیح۔

اس فن کے سلطان حضرت ابو عبد اللہ ذہبی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

قلت انظر الی ھذا الوعید الشدید افتراہ معاذ اللہ مجترأ علی اللہ تعالٰی فی اجراء الحدود مع تعارض الظنون وھو الراوی عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ادرؤا الحدود[1] اخرجہ عنہ الدارقطنی والبیھقی وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان وجدتم

قلت (میں کہتا ہوں) اس وعید شدید کو دیکھو تو کیا تم حضرت علی کو گمان کرو گے پناہ بخدا اللہ تبارک وتعالٰی پر جرأت کرنیوالا حدود کو جاری کرنے میں باوجود گمانوں کے تعارض کے حالانکہ وہی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ فرمایا "حدود کو دفع کرو" مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیہقی ودارقطنی نے روایت کیا اور فرمایا حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے "مسلمانوں سے حدود کو دفع کرو جب تک تم کو استطاعت ہے، تو اگر تم مسلمان کے لئے کوئی راہِ خلاص پاؤ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر[2]، وائمتھم الکرام کانوا اتقی ومنھم احرص علی الرشد والصواب، وقد کانوا یحثون العلماء علی ابانۃ الحق ان اخطاء وتقویم الاودان مالوا۔

بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔" اور اس گروہ کے ائمہ کرام ان سے زیادہ متقی اور ہدایت وصواب پر ان سے زیادہ حریص تھے اور علماء کو حق ظاہر کرنے پر اکساتے تھے اگر ان سے خطا ہو اور کجی کو درست کرنے کی ترغیب دیتے تھے اگر وہ منحرف ہوں۔

---

[1] سنن الدارقطنی کتاب الحدود والدیات حدیث ۳۰۶۲ ۹/ دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۶

سنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ما جاء فی درء الحدود بالشبہات دار صادر بیروت ۸/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۰

www.alahazratnetwork.org

للمسلم مخرجًا فخلوا سبیله فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة رواہ ابن ابی شیبة والترمذی والحاکم والبیہقی عن اُم المومنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنہا ومنہم میمون ابن مہران من فقہاء التابعین سُئل ابوبکر وعمر افضل ام علی؟ فقف شعرہ وارتعدت فرائصہ حتی سقطت عصاہ من یدہ وقال ماکنت اظن ان اعیش الٰی زمان یفضل الناس فیہ احدًا علی ابی بکر وعمر اوکما قال رواہ ابونعیم عن فرات بن السائب، ومنہم عالم المدینة الامام مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سُئل عن افضل الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

تو اس کا راستہ چھوڑ دو اس لئے کہ امام کا درگزر میں خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ عقوبت میں خطا کرے۔" اس حدیث کو ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم اور بیہقی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا اور انھیں میں سے حضرت میمون ابن مہران ہیں جو کہ فقہائے تابعین سے ہیں ان سے سوال ہوا کہ سیدنا ابوبکر وعمر افضل ہیں یا علی؟ تو ان کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور ان کی رگیں پھڑکنے لگیں یہاں تک کہ چھڑی ان کے ہاتھ سے گر گئی اور انھوں نے کہا کہ مجھے گمان نہ تھا کہ میں اس زمانہ تک جیوں گا جس میں لوگ ابوبکر وعمر پر کسی کو فضیلت دیں گے۔ یا جیسا انھوں نے فرمایا اس حدیث کو روایت کیا ابونعیم نے فرات بن سائب سے، اور انھیں میں سے عالم مدینہ امام مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں ان سے سوال ہوا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب لوگوں سے افضل کے بارے میں، تو فرمایا ابوبکر وعمر پھر

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الحدود باب ان وجدتم لمسلم مخرجا الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۴
جامع الترمذی ابواب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۷۱
السنن الکبرٰی کتاب الحدود باب ماجاء فی درء الحدود بالشبہات دار صادر بیروت ۸/ ۲۳۸
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الحدود باب فی درء الحدود بالشبہات حدیث ۲۸۴۹۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۵۰۸

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۲۵۱ میمون بن مہران دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۹۲ و ۹۳

www.alahazratnetwork.org

فقال ابوبکر وعمر، ثم قال اوفی ذٰلك شك[1]، ومنهم الامام الاعظم الاقدم الاعلم الاکرم سیدنا ابوحنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه سئل عن علامات اهل السنة فقال ان تفضل الشیخین وتحب الختنین وتمسح علی الخفین[2] ومنهم عالم قریش مالئ طباق الارض علمًا سیدنا الامام محمد بن ادریس الشافعی المطلبی نقل اجماع الصحابة والتابعین علی تفضیل الشیخین ولم یحك خلافا[3] ومنهم امام اهل السنة والجماعة صاحب الحکمة الیمانیة سیدنا الامام ابوالحسن الاشعری رحمة اللہ تعالٰی علیه کما نقل عنه العلماء الثقات ومنهم الامام الهمام حجة الاسلام ذکر فی قواعد عقائد الاماجد وذکر فیها مسئلة التفضیل وقال فی اٰخرها ان فضل

فرمایا کیا اس میں کوئی شک ہے، اور انھیں میں سے امام اعظم اقدم سب سے زیادہ علم رکھنے والے سب سے زیادہ مکرم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں ان سے سوال ہوا اہلسنت کی علامات کے بارے میں، تو انھوں نے فرمایا اہلسنت کی پہچان یہ ہے کہ تو شیخین ابوبکر و عمر کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل جانے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں دامادوں سے محبت کرے اور خفین پر مسح کرے، انھیں میں سے عالم قریش زمین کے طباق کو علم سے بھرنے والے سیدنا امام محمد ابن ادریس شافعی مطلبی انھوں نے صحابہ اور تابعین کا فضیلتِ شیخین پر اجماع نقل کیا اور انھیں میں امام اہلسنت و جماعت حکمتِ یمانیہ سیدنا امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہیں، جیسا کہ ان سے علمائے ثقات نے نقل کیا اور انھیں میں امام ہمام حجۃ الاسلام (غزالی) انھوں نے قواعد العقائد میں مجد والے ائمہ کے عقائد کو ذکر کیا اور ان عقائد میں مسئلہ تفضیل کو ذکر کیا اور اسکے آخر میں کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الفصل الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۳۸

[2] تمہید ابی الشکور السالمی الباب الحادی عشر القول السادس دارالعلوم حزب الاحناف لاہور ص ۱۶۵

خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۳۸۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الفصل الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۷/ ۳۹

تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع التاسع والثلاثون قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۹۶

www.alahazratnetwork.org

الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنہم علی حسب ترتیبہم فی الخلافۃ اذ حقیقۃ الفضل ماھو فضل عند اللہ عزوجل و ذٰلک لایطلع علیہ الا رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] و ان یعتقد فضل الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم و ترتیبہم وان افضل الناس بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللہ تعالٰی عنہم[2] وان یعتقد والی ومنہم الامام جبل الحفظ علامۃ الوری سیدنا ابن حجر العسقلانی والامام العلام احمد بن محمد القسطلانی و المولی الفاضل عبد الباقی الزرقانی وناظم قصیدۃ بدء الامالی والفاضل الجلیل مولانا علی القاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ حدثنا المولی الثقۃ الثبت سلالۃ العارفین السید الشریف الفاطمی سیدنا ابوالحسین احمد النوری قال سمعت شیخی و مرشدی سیدنا و مولانا آل الرسول الاحمدی قال سمعت الشاہ عبد العزیز الدھلوی یقول تفضیل الشیخین قطعی او کالقطعی۔

فضیلت خلافت میں ان کی ترتیب کے موافق ہے اس لئے کہ حقیقتِ فضل وُہ ہے جو اللہ کے نزدیک فضل ہو اور اس پر رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سوا کسی کو اطلاع نہیں، یا آدمی صحابہ رضوان اللہ علیہم کی فضیلت اور اس میں ترتیب کا اعتقاد کرے اور یہ عقیدہ رکھے کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالٰی عنہم، اور انھیں میں امام حفظ کے پہاڑ علامہ جہاں سیدنا امام ابن حجر عسقلانی اور امام علام احمد بن محمد قسطلانی اور مولٰی فاضل عبد الباقی زرقانی اور قصیدہ بدء الامالی کے ناظم اور فاضل جلیل مولانا علی قاری وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰے علیہم اجمعین ہیں۔ ہم سے حدیث بیان کی مولٰی ثقہ ثبت سلالۃ العارفین سید شریف فاطمی سیدنا ابوالحسین نوری نے انہوں نے فرمایا میں نے سُنا اپنے شیخ اور مرشد آل رسول احمدی سے انھوں نے فرمایا میں نے سُنا شاہ عبد العزیز دہلوی سے وُہ فرماتے تھے شیخین کی فضیلت قطعی ہے یا قطعی جیسی ہے۔

---

[1] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث مطبعۃ المشہد الحسین القاہرۃ ۱/۱۱۵

[2] " " " " الفصل الاول " " " ۱/۹۳

www.alahazratnetwork.org

اقول ولك ان تحمل التردید علی التنویع دون التردد، فالمعنی قطعی بالمعنی الثانی وکالقطعی بالمعنی الاوّل، ومن ھٰھنا بان لك ان من قال رأینا المجمعین ایضاً ظانین غیر قاطعین فقد صدق ان اراد الظن بالمعنی الاعم والقطع بالمعنی الاخص، ولا یضرنا ولا ینفعه وان عکس فقد غلط وھو محجوج بدلائل لا قبل له بھا واللہ تعالٰی اعلم، ھذا جملة القول فی ھٰذا المقام وقد اشرناك الٰی نکت تجلو بھا الظلام، اما التفصیل فقد فرغنا عنه فی کتاب التفضیل بتوفیق الملك الجلیل، و لاحول ولا قوة الا باللہ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور تمہیں اختیار ہے کہ تردید کو تقسیم پر محمول کرو نہ کہ تردد پر۔ تو معنی یہ ہے کہ معنی ثانی پر فضیلت شیخین قطعی ہے اور معنی اول پر قطعی جیسی ہے اور یہاں سے تمہیں ظاہر ہوگیا کہ جس نے یہ کہا کہ ہم نے اس مسئلہ میں اجماع کرنے والوں کو دیکھا کہ وہ بھی ظن پر قائم ہیں قطعی فیصلہ نہیں کرتے تو وہ سچا ہے اگر اس نے ظن بالمعنی الاعم مراد لیا اور قطعی بالمعنی الاخص کا قصد کیا اور یہ کہ ہم کو نقصان دہ نہیں اور اس کو سُود مند نہیں، اور اگر وہ اس کا عکس مراد لے تو اس نے غلط کہا اور اس پر ان دلائل سے حجت قائم ہے جن کے مقابل کی اس کو طاقت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ اس مقام میں یہ مختصر قول ہے اور ہم نے تمہیں اشارہ کیا اُن نکتوں کی طرف جن سے اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔ رہی تفصیل تو ہم اس سے فارغ ہوچکے کتاب تفضیل میں اللہ ملک جلیل کی توفیق سے، اور برائی سے پھرنے اور نیکی کی طاقت نہیں مگر اللہ سے۔

لطیفة: قال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب سورة واللیل سورة ابی بکر وسورة والضحٰی سورة محمد علیه الصلٰوة والسلام ثم ما جعل بینھما واسطة لیعلم انه لا واسطة بین محمد صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وابی بکر فان ذکرت اللیل اولاً وھو ابوبکر

لطیفہ: فرمایا امام رازی نے مفاتیح الغیب میں کہ سورۂ واللیل ابوبکر کی سورۃ ہے اور سورۂ والضحٰی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سورت ہے، پھر اللہ تعالٰی نے ان سورتوں کے درمیان واسطہ نہ رکھا تاکہ معلوم ہو کہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر کے درمیان کوئی شخص واسطہ نہیں تو اگر تم پہلے واللیل کا ذکر کرو وہ ابوبکر ہیں پھر

www.alahazratnetwork.org

ثم صعدت وجدت بعدہ النہار وھو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان ذکرت والضحٰی اولاً وھو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم نزلت وجدت بعدہ واللیل وھو ابوبکر لیعلم انہ لاواسطۃ بینھما[1] انتہی۔

چڑھو تو اس کے بعد دن کو پاؤ گے تو وہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں اور اگر تم پہلے والضحٰی کا ذکر کرو اور وہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔ پھر اترو تو اس کے بعد واللیل کو پاؤ گے اور وہ ابوبکر ہیں تاکہ معلوم ہوجائے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

اقول وکان تقدیم واللیل علٰی ھذا التقدیر لانہا جواب عن طعن الکفار فی جناب الصدیق والضحٰی جواب عن طعنھم فی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتبرئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتستلزم تبرئۃ الصدیق لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلٰی وبراءۃ الاعلٰی لاتوجب براءۃ الادنٰی وتبرئۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ یحکم تبرئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالطریق الاولٰی اذ انما بریٔ لانہ عبد بذاک البریٔ النقی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکان فی تقدیم واللیل استعجالاً الی الجواب عن الطعنین معًا ولو اخر لتأخر الجواب عن طعن الصدیق۔

اقول اور واللیل کی تقدیم اس تقدیر پر اس لئے ہے کہ وہ جناب صدیق کے بارے میں کفار کے طعنہ کا جواب ہے اور والضحٰی ان کے طعنہ کا جواب ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برارت صدیق کی برارت کو مستلزم نہیں اس لئے کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعلٰی ہیں اور اعلٰی کی برارت ادنٰی کی برارت کو لازم نہیں کرتی اور صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی برارت بدرجۂ اولٰی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی برارت کا حکم کرتی ہے اس لئے کہ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ اس لئے بری ہوئے کہ اس بری نقی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے غلام ہیں تو واللیل کی تقدیم میں ایک ساتھ دونوں طعنوں کے جواب کی حجت ہوتی، اور اگر واللیل کو مؤخر کیا جاتا تو صدیق کے طعنہ کا جواب مؤخر ہوجاتا۔

اقول تسمیۃ سورۃ الصدیق

اقول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۳/ ۱ تا ۳ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۹

www.alahazratnetwork.org

باللیل وسورۃ المصطفٰی بالضحٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہ کانہ اشارۃ الٰی ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور الصدیق وھداہ ووسیلۃ الی اللہ بہ یبتغٰی فضلہ ورضاہ والصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ راحۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ووجہ انسہ وسکونہ واطمینان نفسہ وموضع سرہ ولباس خاصتہ فقد قال تبارک وتعالٰی "وجعلنا الّیل لباسًا[1]" وقال تعالٰی "وجعل لکم الّیل والنہار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون[2]" وتلمیح الٰی ان نظام عالم الدین انما یقوم بھما کما ان نظام عالم الدنیا یقوم بالملوین فلولا النہار لما کان ابصار ولولا اللیل لما حصل قرار، فالحمد للہ العزیز الغفار۔

لطیفۃ: استنبط القاضی الامام ابوبکر الباقلانی من الاٰیات

تعالٰی عنہ کی سورت کو واللیل کا نام دینا اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سورت کا نام ضحٰی رکھنا گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صدیق کا نور اور ان کی ہدایت اور اللہ کی طرف ان کا وسیلہ جن کے ذریعہ اللہ کا فضل اور اس کی رضا طلب کی جاتی ہے اور صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی راحت اور ان کے انس وسکون اور اطمینان نفس کی وجہ ہیں اور ان کے محرم راز اور ان کے خاص معاملات سے وابستہ رہنے والے اس لئے کہ اللہ تبارک وتعالٰی فرماتا ہے: "اور رات کو پردہ پوش کیا" اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے: "تمہارے لئے رات اور دن بنائے کہ رات میں آرام کرو اور دن میں اس کا فضل ڈھونڈو اور اس لئے کہ تم حق مانو" اور یہ اس بات کی طرف تلمیح ہے کہ دین کا نظام ان دونوں سے قائم ہے جیسے کہ دنیا کا نظام دن رات سے قائم ہے تو اگر دن نہ ہو تو کچھ نظر نہ آئے اور رات نہ ہو تو سکون حاصل نہ ہو، تو اللہ عزیز غفار ہی کے لئے حمد ہے۔

لطیفہ: قاضی امام ابوبکر باقلانی نے اس آیۂ کریمہ سے حضرت سیدنا مرتضٰی پر فضیلت

---

[1] القرآن الکریم ۷۸/۱۰
[2] " " ۲۸/۷۳

www.alahazratnetwork.org

الکریمۃ وجہا اٰخر لتفضیل سیدنا الصدیق علٰی سیدنا المرتضٰی لقاھما اللہ تعالٰی باحسن الرضا' انبانا السراج عن الجمال عن السندی عن الفلانی عن محمد سعید عن محمد طاھر عن ابیہ ابراھیم الکردی عن القشاشی عن الرملی عن الزین زکریا عن ابن حجر عن مجد الدین الفیروزآبادی عن الحافظ سراج الدین القزوینی عن القاضی ابی بکر التفتازانی عن شرف الدین محمد بن محمد الھروی عن محمد بن عمر الرازی قال فی مفاتیح الغیب "ذکر القاضی ابوبکر الباقلانی فی کتاب الامامۃ فقال اٰیۃ الواردۃ فی حق علی کرم اللہ وجہہ الکریم: انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا ۝ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا ۝" والاٰیۃ الواردۃ فی حق ابی بکر "الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلٰی ولسوف یرضٰی" فدلت الایتان

صدیق کی دوسری وجہ استنباط کی' اللہ تبارک و تعالٰی دونوں کو اپنی بہترین رضا سے ہمکنار کرے' ہمیں خبر دی سراج نے، وہ روایت کرتے ہیں جمال سے، وہ روایت کرتے ہیں سندی سے' وہ روایت کرتے ہیں محمد سعید سے، وہ روایت کرتے ہیں محمد طاہر سے، وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ ابراہیم کردی سے، وہ روایت کرتے ہیں قشاشی سے، وہ روایت کرتے ہیں رملی سے، وہ روایت کرتے ہیں زین زکریا سے، وہ روایت کرتے ہیں ابن حجر سے، وہ روایت کرتے ہیں مجد الدین فیروزآبادی سے، وہ روایت کرتے ہیں حافظ سراج الدین قزوینی سے، وہ روایت کرتے ہیں قاضی ابوبکر تفتازانی سے' وہ روایت کرتے ہیں شرف الدین محمد بن محمد الھروی سے، وہ روایت کرتے محمد بن عمر رازی سے، انھوں نے مفاتیح الغیب میں فرمایا قاضی ابوبکر باقلانی نے کتاب الامامۃ میں ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ آیت جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں وارد ہے: "ان سے کہتے ہیں ہم تمھیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکرگزاری نہیں مانگتے بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے۔" اور وہ آیت جو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں وارد ہوئی: "صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب

www.alahazratnetwork.org

ان کل احد منهما انما فعل ما فعل لوجه اللہ الا ان اٰیۃ علی تدل علی انہ فعل ما فعل لوجہ اللہ وللخوف من یوم القیٰمۃ علیٰ ما قال "انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا" واما اٰیۃ ابی بکر فانہا دلت علی انہ فعل ما فعل لمحض وجہ اللہ تعالٰی من غیر ان یشوبہ طمع فیما یرجع الٰی رغبۃ فی ثواب او رھبۃ من عقاب فکان مقام ابی بکر اعلٰی واجل[1] انتھٰی۔

سے بلند ہے اور بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہوگا" ــــ یہ دونوں آیتیں دلالت کرتی ہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک نے نیکی اللہ کی خوشنودی کے لئے کی مگر یہ کہ سیدنا علی کے حق میں جو آیت اُتری وہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا وُہ اللہ کی خوشنودی اور روزِ قیامت کے ڈر سے کیا اس بناء پر انھوں نے کہا "بیشک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش اور نہایت سخت ہے" اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اُترنے والی آیت وہ اس پر دلالت کرتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ کیا محض اللہ کے لئے کیا بغیر اس کے کہ اس میں کچھ طمع کا شائبہ ہو اس امر میں جو ثواب میں رغبت یا عذاب میں ہیبت کی طرف لوٹتا ہے، تو ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مقام اعلٰی اور اجل ہوا انتھٰی۔

اقول والتحقیق ان جملۃ جلۃ الصحابۃ الکرام رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین ارقی فی مراقی الولایۃ والفناء عن الخلق والبقاء بالحق من کل من دونھم من اکابر الاولیاء العظام کائنین من کانوا وشانھم رضی اللہ تعالٰی عنھم ارفع واعلٰی من ان یقصدوا

اقول (میں کہتا ہوں) اور تحقیق یہ ہے کہ تمام اجلّہ صحابہ کرام مراتبِ ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقا کے مرتبہ میں اپنے ماسوا تمام اکابر اولیاءِ عظام سے وہ جو بھی ہوں افضل ہیں اور ان کی شان ارفع واعلٰی ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں، لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۹۲/ ۲۰ و ۲۱ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۳۱/ ۲۰۶

www.alahazratnetwork.org

باعمالھم غیراللہ سبحٰنہ و تعالٰی لکن لمدارج متفاوتۃ والمراتب مترتبۃ وشئ دون شئ وفضل فوق فضل، ومقام الصدیق حیث انتھت النھایات وانقطعت الغایات اذھو رضی اللہ تعالٰی عنہ کما صرح بہ امام القوم سیدی محی الملۃ والدین ابن عربی قدس اللہ تعالٰی سرہ الزکی امام الائمۃ و مالک الازمۃ ومقامہ فوق الصدیقیۃ ودون النبوۃ التشریعیۃ ولیس احد بینہ و بین مولاہ الاکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، وعلی اسم خاتم الرسالۃ ختمنا الرسالۃ، والحمد للہ مولی الجلالۃ ؎

تم الکتاب علی ثناء الھاشمی
ختم الالٰہ لنا علی اسم الخاتم
سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون
وسلم علی المرسلین، والحمد للہ رب العٰلمین[1]

ہیں اور کوئی شے کسی شے سے کم ہے اور کوئی فضل کسی فضل کے اوپر ہے اور صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا مقام وہاں ہے جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہوگئیں اس لئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ امام القوم سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہ الزکی کی تصریح کے مطابق پیشواؤں کے پیشوا اور تمام کی لگام تھامنے والے اور ان کا مقام صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمتر ہے ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان کوئی نہیں اور خاتم رسالت کے نام ہم نے اپنا یہ رسالہ تمام کیا اور اللہ کے لئے حمد ہے جو مالک ہے جلالت کا، کتاب رسول ہاشمی کی ثنا پر تمام ہوئی اور اللہ ہمارا خاتمہ فرمائے خاتم النبیین کے نام پر۔ سبحٰن ربک رب العزۃ عما یصفون وسلم علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین۔

رسالہ الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی ختم ہوا

نوٹ

جلد ۲۸ کتاب الشتی حصہ سوم فضائل ومناقب کے عنوان پر اختتام پذیر ہوئی
جلد ۲۹ کتاب الشتی کے حصہ چہارم سے شروع ہوگی ان شاء اللہ تعالٰی۔

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۸۰ تا ۱۸۲